شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری کے
سوانح وتذکار اور ملفوظات

باتیں اُن کی یاد رہیں

جامع ومرتب

محمد عثمان ندوی
ناظم ادارہ اسلامیات بھگوان پور

ناشر
ادارہ اسلامیات
عیدگاہ کالونی بھگوانپور ضلع ہریدوار اُتراکھنڈ

باتیں اُن کی یاد رہیں
ادارہ اسلامیات

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کے
سوانح وتذکار اور ملفوظات

باتیں ان کی یاد رہیں

جامع ومرتب

محمد عثمان ندوی

ناشر

ادارہ اسلامیات، عیدگاہ کالونی بھگوان پور (ہریدوار)

تفصیلات

نام کتاب : باتیں ان کی یاد رہیں
(امیر المؤمنین فی الحدیث
حضرت مولانا محمد یونس جونپوری ؒ
کے سوانح وتذکار اور ملفوظات)

جامع ومرتب : مولانا محمد عثمان ندوی

صفحات : ۲۸۰

اشاعت اول : ۱۴۳۹ھ

تعداد : ۱۱۰۰

قیمت : ۲۰۰ روپئے

رابطہ نمبر : 9927220874

طباعت : عربی کمپیوٹر، سہارنپور

ناشر

ادارہ اسلامیات، عیدگاہ کالونی بھگوان پور

انتساب

خاکسار از راہِ سعادت اپنی اس ادنیٰ سی قلمی کاوش کو
ممتاز ماہرِ تعلیم،
معمار نسلِ نو
اور پدرانہ شفقتوں کے حامل مربی استاذ
حضرت مولانا محمد ناظم ندوی دامت برکاتہ
رئیس المعہد الاسلامی مانک مئو
کی طرف منسوب کرتا ہے
جن کی بافیض شخصیت ذرّوں کو آفتاب بنانے کا
ہنر رکھتی ہے۔

فہرست مضامین

	کیا	مضمون نگار	کہاں
	حرفِ دُعا	حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری	۶
	حرفِ تحسین	حضرت مولانا محمد طاہر مظاہری	۷
	حرفِ اعتبار	حضرت الحاج پیر جی حافظ حسین احمد بوڑیوی	۹
	حرفِ مسرّت	مولانا مفتی محمد ساجد کھجناوری	۱۰
	مقدمہ	حضرت مولانا علاؤالدین ندوی	۱۲
	قلم اپنا، خیال اپنا	مولانا محمد عثمان ندوی	۱۶
	شیخ الحدیث کی کہانی..................	مولانا حماد کریمی ندوی	۱۸
	محرومیوں کا سال	مفتی محمد ساجد کھجناوری	۳۷
	گنجہائے گرامایہ سے..................	مولانا محمد سالم جامعی	۴۰
	فہم قرآن وفہم حدیث کی حامل ربانی شخصیت	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۴۶
	ایک نمونہ کی زندگی	حضرت مولانا بلال عبدالحئی حسنی	۵۲
	آہ! شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوری	حضرت مولانا محمد سعیدی	۶۴
	سلطنت علم وفضل کا حکمراں جاتا رہا	حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ گنگوہی	۷۷
	میرے مشفق شیخ	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان گنگوہی	۸۱
	حضرت شیخ محمد یونس کی علمی خدمات	حضرت مولانا ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی	۹۵
	پندرھویں صدی کے عظیم محدث	حضرت مولانا مفتی محمد اسلام قاسمی	۱۰۰
	وہ کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے	مولانا مفتی محمد ساجد کھجناوری	۱۰۶
	مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ تجھے	حضرت مولانا عمرین محفوظ رحمانی	۱۱۲
	محدث جلیل مولانا محمد یونس............	مولانا مفتی اشرف عباس قاسمی	۱۲۶
	آسمانِ حدیث کا نیر تاباں	مولانا سید احمد ومیض ندوی	۱۳۲

	حضرت شیخ کچھ یادیں، کچھ باتیں	مولانا مرغوب الرحمٰن سہارنپوری	۱۴۳
	تھی جس کی فقیری میں	مفتی محمد شاکر ایوبی ندوی	۱۵۸
	حضرت مولانا یونس جونپوری: ایک نظر میں	مولانا محمد فرمان ندوی	۱۶۱
	آہ! یونس ہر دل عزیز	مولانا ولی اللہ ولیؔ بستوی	۱۶۳
	سوزِ غم	مولانا ولی اللہ ولیؔ بستوی	۱۶۴
	مرثیہ حضرت شیخ	مولوی محمد اعجاز شمس پوری	۱۶۵
	ملفوظات حضرت شیخؒ	مولانا مفتی جابر بن عمر بادر پوری	۱۶۹
	فہرست خلفاء حضرت شیخؒ	ماخوذ	۲۷۲
	مختصر تعارف ادارہ اسلامیات بھگوان پور	ادارہ	۲۷۷

Disc\COREL 12 FILE\Clip
406d40ef72b6--islamic-cal
not found.

حرفِ دُعا

عارف باللہ ولیٔ مرتاض حضرت مولانا حکیم سید مکرم حسین سنسار پوری دامت برکاتہم
خلیفۂ ارشد قطب زماں حضرت مولانا الشاہ عبدالقادر رائے پوریؒ

الحمدللہ العلی العظیم والصلوۃ والسلام علی النبی الکریم ومن تبعہم باحسان الی یوم الدین اما بعد!

مجھے یہ معلوم ہوکر بے حد مسرت ہوئی کہ عزیز القدر مولانا محمد عثمان ندوی ناظم ادارہ اسلامیات بھگوان پور روڑکی ادھر قرونِ متاخرہ میں طبقۂ محدثین کی نامی گرامی شخصیت، فخر المحدثین حضرت مولانا محمد یونس جون پوری نور اللہ مرقدہ کی پاکیزہ علمی حیات وخدمات پر ان کی وفات کے معاً بعد مشاہیر اہل قلم کے لکھے ہوئے مضامین کو کتابی صورت میں منظر عام پر لا رہے ہیں جس سے ان کی حیات طیبہ کے روشن نقوش کو اجاگر کرنے کے ساتھ، ان کے علمی کمالات، مطالعہ وتحقیق میں ان کی پختگی وگہرائی، اور تدریس حدیث میں ان کے فنی اختصاص کو موضوعِ سخن بنا کر ان کی بھاری بھرکم شخصیت کو زیب داستان بنایا جائے گا تاکہ ان کے پس رو کاروانِ علم حدیث کو بھی پتہ چلے کہ ان کے بڑے محض اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے اور اپنے اسلاف سے سینہ بہ سینہ ملنے والی عظیم امانت کو کمالِ احتیاط کے ساتھ ان تک منتقل کرنے کا کتنا عظیم الشان فریضہ انجام دے گئے ہیں، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جون پوری قدس سرہ کی شخصیت اس دورِ قحط الرجال میں علماء وطلبہ کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتی تھی، ان کی بافیض ذات سے خلقِ کثیر نے فائدہ اٹھایا جب کہ ان کے علمی احوال وباقیات سے بعد کی نسلیں بھی ان شاء اللہ استفادہ کرتی رہیں گی، میں عزیز موصوف کی اس محنت کو قدر کی نظر سے دیکھتا ہوں اور مقاصد حسنہ میں ان کی سرخ روئی کے لیے دل سے دعا گو ہوں۔ والسلام

سید مکرم حسین غفرلہ سنسار پوری
۱۳؍شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ / ۲۹؍اپریل ۲۰۱۸ء

کلماتِ تحسین

فخر الاماثل استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد طاہر مظاہری دامت برکاتہم
شیخ الحدیث مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور

الحمد لاهله و الصلوة علی نبیه امابعد!

میرے شیخ و مرشد اور مربی استاذ حضرت اقدس مولانا محمد یونس حون پوری رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور اپنے علم و عمل، تقویٰ و طہارت، انابت الی اللہ، تواضع وانکساری اور استغنا و بے نفسی میں سلف کی حسین یادگار تھے، بلا شبہ ان کے قلب و قالب اور ظاہر و باطن سے اتباع سنت و شریعت کا شوق پروان چڑھتا جب کہ اپنے اندرون کو ٹٹولنے کی ترغیب ملتی تھی، ان کی فقیری اور درویشانہ زندگی میں بوئے اسداللہی صاف جھلکتی تھی، مال و منال کی بے شمار سلطنتیں ان پر قربان ہونے کے لیے تیار لیکن انہیں علم و تحقیق کی مجلسیں آراستہ کرنے، عسقلانی و قسطلانی کی یادیں تازہ کرنے اور ذکر و فکر کی سرد پڑی انگیٹھی کو گرمانے کے اندر ہی لطف ملتا تھا، بندہ نے سفر و حضر اور خلوت و جلوت میں انہیں قریب سے دیکھا، ان کی علمی و مطالعاتی زندگی کے اوراق کو ازراہِ استفادہ پلٹ کر دیکھا حقیقت یہ ہے کہ مصدر فیاض نے ان میں بہر نوع جامعیت کی شان پیدا کر دی تھی، علم و دانش کے ساتھ تصوف و سلوک کے باب میں بھی وہ کمال درجہ کا اختصاص رکھتے تھے، دیگر علوم و فنون کی غیر معمولی خدمت کے بھرپور اعتراف کے ساتھ علم حدیث میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے مقام و مرتبہ کے بارے میں بھلا ہم جیسے ان کے ادنی شاگرد کیا رائے ظاہر کریں خود ان کے معاصر علماء اور مشائخ محدثین نے ان کے تفوقِ علم پر مہر تصدیق ثبت کی ہے، مقام مسرت ہے کہ عزیز گرامی مولانا محمد عثمان ندوی سلمہ اللہ تعالیٰ ناظم ادارہ اسلامیات بھگوان پور حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ پر مشاہیر اہل قلم کی تاثراتی تحریروں کو مجموعہ کی صورت میں منظر عام پر لا رہے ہیں، تاکہ ان کی علمی اور عملی زندگی سے اخلاف کو بھی

علم پروری، راست بازی اور کردار سازی کی ترغیب ہو۔

میں عزیز سلمہ کو ان کے اس مبارک عمل پر مبارک باد دیتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ اس کتاب کو نافع بنائے، امت کو استفادہ کی توفیق بخشے، اور مرتب و قاری ہر دو کے لیے ذریعۂ نجات بنائے آمین۔

محمد طاہر مظاہری
۱۲/شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ

Disc\COREL 12
\BORDER\New\img-thing
not found.

حرف اعتبار

رہبر ملّت حضرت الحاج پیر جی حافظ حسین احمد قادری مجددی

رئیس مدرسہ فیض العلوم خانقاہ بوڑیہ و رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزم مولانا محمد عثمان ندوی نے ابھی شفاہی ملاقات پر بتایا کہ ان کی ایک تازہ بتازہ کاوش بنام ’’باتیں ان کی یاد رہیں‘‘ اشاعت کی منتظر ہے، جس کے اندر امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری علیہ الرحمہ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے سوانح و تذکار اور ملفوظات پر مشتمل ان کے سراپا کو خوانِ علم کی صورت میں سجایا گیا ہے، کوئی شبہ نہیں کہ صاحب تذکرہ کی ذات والا صفات اپنی متنوع خصوصیات کے لحاظ سے بسا غنیمت تھی، اہل علم کو ان کے وجود بابرکت سے حوصلہ میسر تھا، وہ اپنے علمی مداوا کے لیے ان کی طرف رجوع کرنے میں فخر بھی محسوس کرتے تھے اور ان کی تحقیقات پر سر بھی دھنتے تھے، یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اپنے زمانے کے شعبیؒ اور ذہبیؒ تھے، اللہ نے انہیں علم حدیث کی مقبول خدمت کے لیے چن لیا تھا، لہٰذا ان کی شخصیت سے لوگوں کو آگاہ کرنا اور ان کے احوال و آثار کی بزم سجانا تحسین آفریں عمل ہے۔ مجھے امید ہے کہ برادر عزیز تعلیمی نظام کو مستحکم کرنے کے ساتھ اپنا قلمی سفر بدستور جاری رکھیں گے اور امت کے لیے قلما، کتابا اور درسا زادراہ فراہم کرتے رہیں گے۔

(حضرت الحاج پیر جی حافظ)

حسین احمد (قادری، مجددی) دائرہ شاہ اسماعیل خانقاہ بوڑیہ

۲۰؍ شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ

حرفِ مسرت

مولانا مفتی محمد ساجد کھجناوری زید مجدہم

مدیر ماہنامہ صدائے حق واستاذ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

ادھر قریب کے زمانہ میں بہت تیزی کے ساتھ کئی ایک عبقری شخصیتیں اس سرائے فانی دنیا سے رخصت ہوئیں تو ان کے جانے سے ہر کسی کو شدت سے یہ احساس دامن گیر ہوا کہ علم وفضل کی بلند وبالا سلطنتیں اب کیسے قائم رہ سکیں گی، اس لیے کہ علم وتحقیق کی آبرو جن بلند پایہ شخصیات کے دم نفس سے باقی تھی وہ یکے بعد دیگرے آخرت کو سدھار رہے ہیں، اور مزید المیہ یہ کہ ان کے خلا کو پر کرنے والا دور دور تک کوئی دوسرا ان کا ثانی نظر نہیں آتا، تسبیح کے دانوں کی طرح بکھرنے والے ہمارے یہ اعلام امت دراصل امت مرحومہ کے لیے پشتیبان یا شجر ہائے سایہ دار کی حیثیت رکھتے تھے، ان پاک طینت اور قدسی صفات بزرگوں کے دم فیض سے علم وعمل کی خوشبو پھوٹتی تھی، یہ حضرات زمانہ کی برکت، یقین و معرفت کی شمع اور کشتِ ویراں میں پڑنے والی بارانِ رحمت سے کیا کم تھے، کوئی انہیں دیکھے تو اللہ یاد آئے، ان کا قرب میسر آئے تو اطمینان قلب نصیب ہو جائے، آئینہ کی طرح ان کی صاف وشفاف زندگی دیکھے تو انہیں کے طریق پر چلنے کا حوصلہ جٹائے، اسی کاروانِ آخرت میں شامل ہونے والے زمانہ کے امام شعبہ اور امیر المومنین فی الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جون پوری شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور بھی تھے جو ۱۶؍شوال المکرّم ۱۴۳۸ھ میں اپنے رب حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعونؒ

حضرت شیخ علیہ الرحمہ کی ذات والا صفات جامعہ مظاہر علوم کے خیر القرون کی مثالی یادگار تھی ان کے ذوقِ علم وتحقیق سے لگتا کہ قرونِ اولیٰ کے کچھ لوگ دنیا میں باقی رہ گئے تھے جن میں شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جون پوری بھی ہیں، علم حدیث کے ساتھ آپ کی وابستگی

نے سلف صالحین کی حسین یادیں تازہ کردی تھیں، اسی لیے ان کے جانے کے بعد ان کے پائے کا کوئی شیخ الحدیث نظر نہیں آتا، یہی وجہ ہے کہ آپ پر بے شمار اہل علم وقلم مقالات و مضامین لکھ کر انہیں عقیدتوں کا خراج پیش کر رہے ہیں، زیر نظر کتاب تذکرہ شیخ حضرت مولانا محمد یونس جون پوری برادر مکرم مولانا محمد عثمان ندوی کا ترتیب دادہ مضامین کا حسین گلدستہ ہے جس میں متعدد اہل علم وقلم کے مضامین کو خوبصورتی سے جمع کیا گیا ہے اور ادارہ اسلامیات اس وقیع مجموعہ کی اشاعت کا اہتمام کر رہا ہے اللہ پاک قبول فرمائے۔ والسلام

محمد ساجد کھجناوری
استاذ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ
۱۳؍شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ

Disc\COREL 12
6f870f470e0198fac020
not found.

مقدمہ

حضرت مولانا علاء الدین ندوی دامت برکاتہم

استاذ عربی ادب دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

الحمد لله ذی الجلال و الاکرام، و الصلاۃ و السلام علی سید الأنام ، و علی آله و صحبه الکرام ۔ أما بعد!

یوں تو اللہ تعالی کی بے شمار نشانیاں اس کائنات میں بکھری ہوئی ہیں، یہاں کا ذرہ ذرہ، بوٹا بوٹا اس کی صداقت اور وحدانیت کی گواہی دے رہا ہے، مگر اللہ کی رحمت کا تقاضا یہ ہوا کہ ہر عام وخاص کے لئے ہدایت کے دو اہم ترین اور واضح انتظامات فرمادے، ایک وحی الہی، دوسرا اسوۂ رسول، وحی الہی، اللہ کی کتاب اور اسوۂ رسول (شخصیت) سے عبارت ہے ، شخصیت کے ضمن میں سرفہرست رسول خدا، خاتم الانبیا ﷺ کی جامع کمال ہستی آتی ہے ، پھر آپ ﷺ کی تربیت یافتہ صحابہ کرام کی صالح ترین جماعت جو تا قیامت انسانیت و ہدایت کے لئے طرۂ افتخار بنی رہے گی ، صحابہ کرام کے بعد اس امت کی وہ قابل فخر ہستیاں جو اپنی پاکیزہ سیرت وکردار میں اخلاق محمدی کا پرتو لئے پھرتی ہیں ؎

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

شخصیت ہمیشہ شخصیت سے بنتی ہے (خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے کا محاورہ غلط نہیں ہے)، خوشبو یا بدبو، موسم اور فضا سے آدمی کیوں متاثر ہوتا ہے؟ یہ وہ مجرب نسخہ اور محکم ضابطہ ہے جو دین ودنیا کے تمام معاملات میں یکساں نظر آتا ہے، ہر مسلمان سے دین وشرع کا بھی یہی مطالبہ ہے کہ وہ رسول خدا ﷺ کی معصوم زندگی کو اپنی زندگی میں اتار

لینے آخری دم تک کوشش کرے، اس کے باوجود آپ ﷺ کی جامع صفات کمالات اور معیارِ مطلوب کو کوئی بھی نہیں پا سکتا، کیا سورج کی تیز روشنی کو سمیٹ لینا یا کیچ کرنا ممکن ہے؟ نہیں، مگر یہ ممکن ہے کہ سورج کی تیز شعاعوں کے عکس کو کسی آئینہ میں دیکھ سکیں، کیا تجلیات ربانیہ کا ایک ادنی سا جلوہ کعبہ کو سرفراز نہیں کر گیا؟، یہی حال دینی خوبیوں، کمالات اور نیکیوں کا ہے، بالکل اسی طرح اخلاق محمدی، کمال محمدی اور جلال محمدی کی تیز شعاعوں کا عکس جدا جدا صحابہ کرام کی زندگیوں میں سمو دیا گیا۔

چونکہ آپ ﷺ کو تا قیامت ایمان والوں کے لئے اسوہ بنایا گیا تھا، اس لئے زندگی کی بے شمار سہل اور دشوار گزار راہوں سے آپ کو گزارا گیا، ان تمام راہوں سے جن کا سامنا اہل ایمان کو اپنی زندگی میں تا قیامت کرنا تھا، کیونکہ ہر طرح ظروف واحوال میں نقل و اتباع تو آپ ہی کرنی تھی، ظاہر ہے جو جامعیت و کاملیت آپ والا کی شان تھی، وہ تو خود آپ کے علاوہ کسی دوسری ہستی میں پیدا نہ ہو سکتی تھی، ہاں البتہ یہ ضرور ہوتا رہا کہ آپ کے جملہ کمالات کا الگ الگ رنگ الگ الگ امتیوں میں ظاہر ہوتا رہا ہے۔

زیر نظر مقالات کے مجموعے میں جس پر اثر، بالغ نظر، صاحبِ فکر و فن، باکمال اور (اپنے دور میں) عدیم المثال شخصیت کا تذکرہ ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے، وہ جونپور کی خاک سے ابھری اور آسمان علم میں تابندہ ستارہ بن کر درخشانی پیدا کرتی رہی، یقیناً اس نے اپنی زندگی میں متعدد خوبیاں پیدا کی ہوں گی۔ کیوں پیدا کیں اس نے یہ خوبیاں؟ کس لئے کیں؟ اسی انداز کے سوالات ابھارنے اور ان کا جواب پانے کے لئے مقالات کا یہ مجموعہ پیش کیا جا رہا ہے۔ سوانح عمریاں اسی مقصد سے لکھی بھی جاتی ہیں، لہذا ہمارا مطمح نظر صرف یہ ہونا چاہیے کہ جس کسی باکمال انسان کی سوانح عمری پڑھنے کا ہم ارادہ کریں تو اسے پڑھتے جائیں اور انہی جیسا بننے کی تمنا اپنے دل میں جگاتے جائیں، ہر بڑے انسان کی سوانح عمری ہم سے کہتی ہے کہ مجھ جیسے بننے کی کوشش کرو۔ کسی بھی باکمال اور قابل عز واحترام

شخصیت کا ایک سراپا کھینچ دینا اور اس کی خوبیوں کا گلدستہ تیار کر دینا جو معاشرے میں اپنی خوشبو بکھیرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، یا کسی چھوٹے کو اونچا نہ اٹھا سکتا ہو کوئی نتیجہ خیز، بڑا اور مثبت کام نہیں ہے۔

حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ بڑے انسان تھے، پھر جس مقدس فن اور یقینی علم کے کوثر و تسنیم سے وہ سقائی کرتے رہے، اس علم وفن کے حوالے سے وہ بہت بڑے آدمی تھے، ان کے علمی کمالات، فنی دقیقہ رسی، بالغ نظری، ان کی علمی بصیرت و بے کرانی، ان کی ذہانت وذکاوت، ان کی ربانیت وللٰہیت، ان کا زہد واستغنا، ان کی خداترسی واورخشیت الٰہی، ان کا تزکیہ نفس وصفائے باطن اور ان کے انداز تحقیق و بحث ونظر پہ مستقل کتابیں تصنیف کی جائیں گی، ہم تو اس وقت صرف اتنا کہنا چاہیں گے کہ بادی النظر میں جن اوصاف وکمالات نے انہیں بام عروج تک پہنچایا ہمارے لئے اور ہر طالب علم کے لئے وہی چیزیں لینے کے قابل ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں۔

☆ دینی علوم سے ان کا فطری ذوق اور کسبی شوق ورغبت۔

☆ دینی علوم کے حصول کے لئے ان کی سخت محنت، پتاماری اور جہاد ومجاہدہ۔

☆ زندگی کا مقصد رضائے الٰہی اور حب رسول ؐ اور غایت درجے ذمہ داری کا احساس۔

☆ فنائیت فی العلم

☆ تواضع وانکساری دوسرے لفظوں میں علمی انانیت واستکبار سے کلی اجتناب۔

☆ اخلاص جس کے بغیر دین ودنیا یا خیر وشر کے کسی کام میں درجۂ کمال ومہارت حاصل نہیں ہوتی۔

☆ کسی ایک فن میں کامل اختصاص اور دوسرے علوم وفنون سے بقدر ضرورت استفادہ۔

یہی وہ اوصاف ہیں جن کے اپنی ذات میں پیدا کرنے سے وہ سلطنت علم کے حکمراں قرار پائے، اس موقع سے کسی کے دو شعر یاد آتے ہیں کہ حضرت والا کی پوری طالب علمانہ زندگی انہی دو شعروں کی مصداق ہے، کیونکہ وہ پوری زندگی طالبعلم ہی بن کر علم

کے ہفت اقلیم کو طے کرتے رہے، شاعر کہتا ہے:

أخی لن تنال العلم الا بستة　　　سأنبأك تفصيلها ببيان
ذكاء و حرص و اجتهاد و بلغة　　　و ارشاد استاذ و طول زمان

میرے بھائی میں تم کو تفصیل سے بتاتا ہوں کہ چھ چیزوں کے بغیر تم علم کو حاصل نہیں کر سکتے: ذہانت۔ شوق ورغبت۔ محنت وجد وجہد۔ زادراہ۔ استاذ کی نصیحتیں اور لمبا وقت۔

میرا اپنا خیال ہے کہ مولانا محمد عثمان سہارنپوری ندوی سلمہ اللہ نے اسی یاددہانی کے لئے مرجع خلائق شخصیت اور علم وفن کے اس تاجدار کی سوانح حیات پیش کرنے کی ہمت کی جن کو قابل تقلید نمونہ بنا کر مٹی بھی سونا بن سکتا ہے۔ اللہ اس مبارک عمل کو قبولیت سے سرفراز کرے اور لکھنے والوں کو، اشاعت کا بیڑہ اٹھانے والوں کو اور پڑھنے والوں کو فائز المرام کرے۔

(حضرت مولانا) علاء الدین ندوی

استاذ عربی ادب دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۲؍ شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ

قلم اپنا، خیال اپنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد!

اہل بصیرت کا اتفاق ہے کہ قابلِ تذکرہ شخصیات کے سوانح وتذکار سے پس آئندگان کو نہ صرف روشنی نصیب ہوتی ہے بلکہ ان کے تجربات ونقوش سے زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی بھی میسر آتی ہے، بالخصوص جب کہ جانے والا اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے مقتدا و پیشوا ہو تو اس کے نقوش قدم سنگ میل کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں، چنانچہ صالح اور پاکیزہ زندگی گذارنے والے ہر فرد کو نمونہ کی زندگی بسر کرنے والے صالحین کے معمولات و ارشادات سے غیر معمولی فیضان ہوتا ہے۔

ابھی قریب میں جن اکابر علماء نے سفر آخرت اختیار فرمایا اس میں امت کی ایک نامی گرامی اور محبوب شخصیت حضرت شیخ مولانا محمد یونس جون پوریؒ کی ذات والا صفات بھی تھی، وہ ایشیاء کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے نہ صرف باوقار شیخ الحدیث تھے بلکہ فکر آخرت اور رب چاہی زندگی گذارنے والے ایک عظیم قائد و مرشد اور مصلح امت بھی تھے، خاکسار کو ان کی مجلسوں میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا، جہاں دنیا و مافیہا سے بے پرواہ ہو کر صرف عاقبت کو سنوارنے اور مادی کثافتوں سے دور صاف روحانی زندگی گذارنے کی ترغیب ملتی تھی۔

ان کی روشن ضمیری، خداترسی اور روحانیت سے بھرپور علمی زندگی سے آخرت کا استحضار پیدا ہوتا تھا، دنیوی وجاہتوں سے مالا مال کوئی کتنا ہی بڑا طرم خاں ان کے دربار

میں جاتا مگر وہ اپنے کو ان کے سامنے کوتاہ قد ہی خیال کرتا، ایسی دلنواز شخصیت کے کردار وعمل کو زیب داستان بنانا اور ان کے ملفوظات وارشادات، اور واقعات سے روشنی حاصل کرنا عین سعادت مندی اور احسان شناسی کی دلیل ہے، اسی جذبہ کے تحت حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ پر مشاہیر اہل قلم کی تحریروں کو ناچیز نے ترتیب دیا ہے، کیا عجب ہے کہ اس مرشد دوراں کے کسی مبارک عمل پر واقف ہونے سے قاری کے جہان میں صلاح ونیکی کی بادِ بہاری چل پڑے، اور وہ بھی ان خاصانِ خدا کے طریق پر چلنے اور محبت الٰہی کے جام شراب کو پینے سے انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین کے طبقہ میں محشور ہونے کا سامان پیدا کرلے۔

ادارہ اسلامیات اپنے محدود وسائل کے باوصف قلم وکتاب کے ایسے نمونے پیش کرنے میں بحمداللہ پہلے دن سے عملی اقدام کررہا ہے، جس کی علمی طبقہ نے پذیرائی بھی کی ہے، سردست پیش نظر مجموعہ باذوق قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ اس حقیقت کے کھلے دل سے اعتراف کے ساتھ کہ

احب الصالحین ولست منهم
لعل الله یرزقنی صلاحا

کریم آقا ادارہ کی اس علمی وسوانحی پیش کش کو بھی قبول فرمائے اور اس میں کسی بھی نوع سے معاون بننے والے ہر فرد کو اپنے شایانِ شان اجر جزیل سے نوازے آمین۔ والسلام

محمد عثمان ندوی
مدیر مسئول ’’متاع کارواں‘‘
ناظم ادارہ اسلامیات بھگوان پور
۱۴۳۹/۸/۱۴ھ
۲۰۱۸/۴/۳۰ء

حضرت شیخ یونس صاحبؒ کی کہانی، خود ان ہی کی زبانی

مولانا محمد حماد کریمی ندوی☆

تمہید:

حق تعالی شانہ نے اپنے آخری دینِ متین کو حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل فرما کر اسے قیامت تک کے لئے محفوظ فرمانے اور اعداء دین کی شر پسندیوں سے بچانے کا خود ہی وعدہ اور انتظام فرما دیا ہے، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ﴾ (سورۂ حجر: ۹) ترجمہ: ”ہم نے یہ نصیحت نامہ اتارا ہے، اور ہم نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے“، اور ارشاد ہے: ﴿یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِأَفْوَاهِهِمْ، وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْکَافِرُوْنَ﴾ (سورۂ توبہ: ۳۲) ترجمہ: ”یہ اپنے پروپیگنڈہ اور زبانی مہم کے ذریعہ اللہ کی روشنی بجھا دینا چاہتے ہیں، اور اللہ کا فیصلہ ہے کہ وہ اپنی روشنی کو مکمل کر کے رہے گا، چاہے ان منکروں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو“، اور اسی دین متین کی تشریح احادیث رسول ﷺ ہیں، جن کے بارے میں فرمایا گیا کہ: ﴿اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهُ﴾ (سورۂ قیامہ: ۱۹) ترجمہ: ”پھر اس کی وضاحت وتفسیر بھی ہماری ذمہ داری ہے“۔

البتہ اسبابِ ظاہری کے طور پر اس کی حفاظت کا کام اپنے بندوں سے لیا، چنانچہ قرآن کریم کے الفاظ وحروف اور اس کو صحت سے پڑھنے کا التزام حفاظ وقراء کرام سے کروایا، اور اس کے معانی کی حفاظت مفسرین کرام سے اور احادیث رسول ﷺ کی حفاظت محدثینِ عظام سے، اور دونوں سے معانی واحکام کا استنباط فقہاء کرام سے کروایا۔

حفاظت کے دو طریقے ہیں: ۱) حفظ، ۲) کتابت۔

☆ مرڈیشور، بھٹکل۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے شاگردوں کی پہلی جماعت یعنی صحابہ کرام اور پھر درجہ بدرجہ خیر القران کے حافظہ اس قدر قوی تھے کہ جو سنتے مِن وعَن وہ محفوظ ہو جاتا، اور پھر انہیں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ اس قدر محبت وعشق تھا کہ آپ کی ہر ہر ادا اور کیفیتِ بیان تک کو محفوظ رکھا، اور پھر اپنے تک ہی محدود نہیں رکھا، بلکہ اگلوں تک بھی پہنچا دیا، اور اس کا خود رسول ﷺ نے حکم دیا، چنانچہ ارشاد ہے: (أَلاَ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ)، اور ارشادِ نبوی ہے: (نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِيْ، فَحَفِظَهَا، وَوَعَاهَا، وَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَ، فَرُبَّ مُبَلِّغٍ أَوْعَى لَهُ مِنْ سَامِعٍ)، پھر جب حفظ میں کمزوری آنی شروع ہوئی تو اس کی جگہ کتابت نے لے لی، اور کتابت حدیث بھی خود رسول اللہ ﷺ کے دور سے ثابت ہے، اور آج تک اس کا تعامل جاری ہے۔

اب ممکن تھا کہ کوئی فضائل کی تحصیل کے شوق میں ہر رطب ویابس روایت کرنا شروع کر دے، جس سے خلل فی الحدیث واقع ہو تو اس کا سد باب ﴿يَأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنْ جَائَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوْا﴾ (سورۂ حجرات: ۶) ترجمہ: ”اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی غیر متقی کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو“ کے عام حکم سے اور (مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ االنَّارِ) کے خاص حکم سے کر دیا، جس کی وجہ سے ائمہ جرح وتعدیل اور محدثینِ کرام نے وضع حدیث کے تمام راستوں کو بند کر دیا، اور چودہ صدی گذرنے کے باوجود آج بھی صحیح وضعیف اور موضوع ومکذوب روایات میں امتیاز سہل ہو گیا۔

الحمدللہ ہر صدی میں ایسے اصحاب الجرح والتعدیل اور محقق علماء محدثین موجود رہے، اور نہ صرف عرب اور اسلامی ممالک میں بلکہ عجم وہند میں ایسے علماء کثیر تعداد میں رہے ہیں، جنہوں نے محنت کر کے دودھ کا دودھ اور پانی پانی کر دیا۔

ماضی قریب میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری اور ان کے بعض تلامذہ، اسی طرح حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ اسی شان کے محدثین میں سے تھے۔

عہدِ حاضر میں حضرت مولانا شیخ محمد یونس صاحب جونپوری اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی تھے۔ (ماخوذ باختصار، ازعرض مرتب بر کتاب الیواقیت الغالیۃ، بقلم: محمد ایوب سورتی، ص: ۱۵و۱۶)

مولانا ایشیا کے عظیم الشان ادارہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی مسندِ درس پر تقریباً چالیس سال سے فائز رہے، اور ہزاروں تشنگانِ علم ومعرفت کی پیاس بجھاتے رہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ نے اپنی حیات ہی میں آپ پر اعتماد فرما کر بخاری شریف کی تدریس کی خدمت آپ کے سپرد فرمادی تھی، پھر کچھ دن کے بعد بیعت وارشاد کی بھی اجازت مرحمت فرمادی تھی۔

برصغیر میں بخاری شریف کا درس معیارِ فضل وکمال ہی نہیں، بلکہ علم وفضل اور تقدیس وپاکیزگی کا بھی امین سمجھا جاتا ہے، آپ کی ذاتِ گرامی یقیناً فضل وکمال، علم وعمل، تقوی وطہارت، صبر وقناعت، توکل ورضا، خوف وخشیت اور انابت الی اللہ کی ایک جامع ومکمل تصویر تھی۔

تمام علوم وفنون میں آپ کو مرجعیت کا مقام حاصل تھا، خصوصاً علمِ حدیث میں تو آپ ہندستان وایشیا ہی میں نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام میں اس وقت سند کا درجہ رکھتے تھے، بہت سے علماء ومحدثین مختلف مقامات سے حاضر خدمت ہوتے رہتے تھے، اور آپ سے حدیث کی سند حاصل کرتے تھے، نیز اپنے علمی اشکالات پیش کرکے ان کا حل طلب کرتے تھے، اور یہاں آکر انہیں تشفی ہوجاتی تھی، بہت سے علمائے عرب بھی آپ سے مراجعت کرتے تھے، اور بہت سے حدیث سے شغف رکھنے والے آپ سے سند حاصل کرنے کو اپنے لئے باعث فضل وکمال سمجھتے تھے۔

دیگر علوم وفنون کے مقابلہ میں حدیث کا علم غیر معمولی ہے، اس میں ان تمام روات کے احوال سے باخبر ہونا ضروری ہے، جن کے ذریعہ یہ علم پہنچا ہے، پھر ان لکھوکھا افراد کی زندگی کی تفصیلات، ان اکا مزاج ومذاق، ان کا کردار، معاصرین کا ان کے بارے میں خیال کہ وہ ثقہ یا کامل الضبط ہیں یا نہیں وغیرہ، یہ خود ایک مستقل فن ہے۔

اس فن پر آپ کی گرفت تھی، یہ فضلِ الٰہی اور امتیازی خصوصیت ہے جو حق تعالی شانہ کی طرف سے آپ کو ودیعت کی گئی تھی، متنِ حدیث، سندِ حدیث، اور حدیث کے مقتضیات ومطالبات اور اس کے معانی ومفاہیم پر نہ یہ کہ آپ کو گرفت تھی، بلکہ بفضل ایزدی اس کا القاء ہوتا

تھا، آپ کی تحقیقات، روایت ودرایت پر نقد، وسعتِ مطالعہ اور متقدمین ومتاخرین کی کتابوں پر بھرپور نقد وتبصرہ اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ جیسے جبل العلم فی الحدیث کے مسامحات کا تذکرہ، یہ وہی شخص کرسکتا ہے جس نے پوری بصیرت، انہماک، عشق کے سوز اور مجتہدانہ فراست کے ساتھ پورے ذخیرۂ احادیث کو کھنگال ڈالا ہو۔

دراصل ابتدا ہی سے آپ نے علم حدیث کے ساتھ اشتغال رکھا، آپ خود فرماتے تھے کہ اگر مجھے کسی سے کچھ پیسے میسر آجاتے تو ان سے حدیث کی کتابیں خرید لیتا، اب آپ کی قیام گاہ پر اپنا ذاتی علم حدیث کا اتنا بڑا کتب خانہ ہے کہ شاید ہی برصغیر میں کسی کے پاس ہو۔

آخری دور میں تو آپ نے عوام وخواص سے کچھ ملنا جلنا بھی شروع کردیا تھا، اور آپ کی خدمت میں جو حاضر ہوتے، ان کی اصلاح وتربیت، تزکیۂ روحانی، اور ان کی اخلاقی حالت پر توجہ فرماتے تھے، ورنہ اس سے قبل تو آپ نے اپنے آپ کو درس ومطالعہ کے لئے وقف کررکھا تھا۔

آپ کو صرف فن حدیث ہی پر مکمل گرفت نہیں، یہ تو آپ کی امتیازی خصوصیت تھی، بلکہ دیگر علوم وفنون، صرف ونحو، عروض ومعانی، نقد وبلاغت، منطق وفلسفہ، کلام وعقائد، زبان وادب، فقہ وتفسیر وغیرہ پر بھی مکمل درک تھا۔

آپ نے ابتدا میں حدیث کے علاوہ بھی بہت سی کتابیں پڑھائی ہیں، اور ان فنون کا حق ادا کیا ہے، اس کے علاوہ تاریخ وجغرافیہ، سیر وسوانح، اور قوموں وملکوں کے حالات پر بھی آپ کی گہری نظر تھی، جب بھی مجلس میں کوئی موضوع زیر بحث آجاتا ہے اس پر سیر حاصل مواد میسر ہوتا تھا۔

برِصغیر، مشرقِ وسطی، عالمِ اسلام اور دنیا کے حالات پر آپ کی گہری نظر تھی، کسی بھی گوشہ میں جو حالات پیش آتے تھے، ان پر آپ کا دل دھڑکتا اور بے چینی محسوس کرتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ حق تعالی نے آپ کو بے شمار خصائص وامتیازات عطا فرمائے تھے، ملت کو آپ کی ذات سے نفعِ کثیر حاصل ہو رہا تھا۔ (ماخوذ باختصار، الیواقیت الغالیہ، و:۲۱ تا ۲۴)

آپ کے حالات زندگی آپ ہی کے دست مبارک سے ”ایک خودنوشت مرقع“ کے نام سے لکھے ہوئے ہیں، اسی کی تلخیص پر ہم اکتفا کرتے ہیں۔

ایک خودنوشت مرقع:

اسم گرامی: محمد یونس

ولادت: تاریخ پیدائش: صبح ۷/بجے بروز دوشنبہ ۲۵/رجب ۱۳۵۵ھ ۲/ اکتوبر ۱۹۳۷ء۔

طفولت و تعلیم:

ابتداءً جب عمر چھ سات سال کے مابین ہوئی، اپنے شوق سے ایک مکتب میں جانا شروع کیا، جس کی صورت یہ ہوئی کہ والدہ مرحومہ کا تو انتقال ہو گیا تھا، جبکہ میری عمر ۵ سال ۱۰ ماہ کی تھی، نانی کے پاس رہتا تھا، وہ چھوٹے ماموں کو مکتب جانے کیلئے مار رہی تھی، میرے منھ سے نکل گیا کہ ہم بھی پڑھنے جائیں گے، اسی وقت کھانا پک گیا اور ڈیڑھ میل پر ایک مکتب تھا جہاں بڑے ماموں کے ساتھ بھیج دیئے گئے، مگر راستہ میں تھک گئے تو ماموں نے کاندھے پر اٹھایا، تھوڑی دور چل کر اتار دیا، اسی طرح کبھی اٹھا لیتے اور کبھی اتار دیتے، سارا راستہ قطع ہو گیا مگر بچپن کی وجہ سے پڑھنا نہیں ہو سکا، صرف کھیل کود کام تھا، پھر ایک اور مکتب میں بیٹھے، وہاں کچھ قاعدہ بغدادی پڑھا، ماموں صاحب نے پڑھنا چھوڑ دیا تو ہمارا پڑھنا بھی چھوٹ گیا۔

پھر کچھ دنوں بعد ایک پرائمری اسکول ہمارے گاؤں میں قائم ہو گیا، اس میں جانے لگے، درجہ دوم تک وہاں پڑھا، پھر درجہ سوم کیلئے مانی کلاں کے پرائمری اسکول میں داخلہ لیا، سوم پاس کرنے کے بعد والد صاحب نے یہ کہہ کر چھڑا دیا کہ انگریزی کا دور نہیں اور ہندی میں پڑھانا نہیں چاہتا۔

ایک دلچسپ قصہ پیش آیا کہ میں اپنے طور پر ہندی کی پہلی کتاب پڑھ رہا تھا، اس میں لکھا ہوا تھا کہ "طوطا رام رام کرتا ہے"، والد صاحب نے جب مجھ کو پڑھتے سنا تو فرمایا: "کتاب رکھ دو، بہت پڑھ لیا"۔

اس کے بعد تقریباً دو سال تعلیم چھٹی رہی۔

علاقہ کا حال:

علاقہ میں عام طور سے جہالت تھی، لیکن عام طور پر لوگ صحیح العقیدہ اور دین کی طرف مائل تھے۔

میرے نانا مرحوم تو میری والدہ کی ولادت سے غالباً پہلے وفات پا گئے تھے، پھر نانی مرحومہ کی دوسری شادی میرے دادا مرحوم کے بڑے بھائی سے ہوئی، جن کو ہم ساری عمر اپنا نانا سمجھتے رہے، اور وہ بھی ہمارے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتے تھے، وہ بچپن سے نمازی اور دین دار تھے، عام طور سے برما رہا کرتے تھے، وہاں کوئی عالم رہتے تھے، جو حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے سلسلے میں منسلک تھے، ان سے اچھا تعلق تھا، جس کا اثر یہ ہوا کہ ہمارے گاؤں میں تعزیہ بنتا تھا، جس میں ہمارے خاندان کے بعض لوگ شریک ہوتے تھے، سنا ہے کہ دادا مرحوم بھی شرکت کرتے تھے، مگر نانا مرحوم نے ڈھول وغیرہ توڑ ڈالے، اور اس بدعت کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو گیا۔

والد صاحب تو ہمیشہ ہی بدعت سے دور رہے، لیکن ایک چیز کوئی بھی بدعت نہیں سمجھتا تھا، وہ مولود شریف اور قیام تھا، حضرت اقدس مولانا عبدالحلیم صاحبؒ کی جب آمد و رفت شروع ہوئی تو ہمیشہ کے لئے اس کا خاتمہ ہو گیا۔

مجھے اپنے بچپن کا واقعہ یاد ہے جب میری عمر ۹، ۱۰ سال کی ہوگی، میں بچوں کے ساتھ مولود کی مجلس کرتا تھا، ہماری بیل گاڑی تھی، اس پر ہم عمر تین چار بچے جمع ہو جاتے، اور ہم سب سے بڑے علامہ سمجھے جاتے اور مولود پڑھتے، اور پڑھتے کیا، صرف کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھ لیتے اور اس کے بعد گھروں سے جو کھانا وغیرہ لاتے وہ مل کر سب کھا لیتے اور مجلس برخواست ہو جاتی۔

اپنے علامہ سمجھے جانے کا ایک دل چسپ قصہ لکھتا ہوں، میں اپنے گاؤں کے پرائمری اسکول میں پڑھتا تھا، نو سال کی عمر ہوگی، ماسٹر صاحب موجود نہیں تھے، تھوڑی دیر میں دیکھا ایک جنازہ قریب کے قبرستان میں لایا گیا اور اس کو دفن کیا جانے لگا، ہم نے

سب لڑکوں سے کہا کہ ہم نے نماز جنازہ نہیں پڑھی، جلدی سب لوگ وضو کرلیں، سب نے وضو کیا اور ہم نے نماز جنازہ پڑھائی، نا معلوم کیا ہوا دوبارہ پڑھائی، غالباً سہ بارہ بھی، اور یہ سب مکتب میں ہو رہا تھا، جو اس وقت گاؤں سے باہر ایک شخص کی ایک عمارت میں تھا، جہاں ان کے بیل اور مزدور رہتے تھے۔

بچہ کا خطبہ، بڑے کی امامت:

ایک اور دل چسپ قصہ لکھ دوں، ہمارے گاؤں میں جمعہ ہوا کرتا تھا، ہم سب سے پہلے غسل کر کے پہنچ جاتے تھے اور خطیب صاحب کی نقل اتارا کرتے تھے، ایک مرتبہ اتفاق سے خطیب صاحب موجود نہ تھے اور گاؤں کے بڑے بوڑھے موجود تھے، جن میں میرے نانا بھی تھے، میری عمر ۹، ۱۰ سال سے زیادہ نہ ہوگی، کوئی پڑھا لکھا نہ تھا، صرف قرآن شریف پڑھے ہوئے تھے، اس کے علاوہ کچھ پڑھ نہیں سکتے تھے، حضرت عمرو بن سلمہ الجرمیؓ کی طرح ہم ہی اس وقت سب سے بڑے پڑھے لکھے تھے، ایک صاحب نے ہمیں حکم دیا:

"چل منبر پر اور خطبہ پڑھ"۔

ہم بے خوف چڑھ گئے اور خطبہ شروع کر دیا، ایک جگہ تو ذرا اٹک سی ہوگئی، باقی الحمدللہ صاف ہی پڑھا گیا، نماز ایک دوسرے صاحب نے پڑھائی، ہماری نانی صاحبہ اور دوسرے اعزہ اس سے بہت مسرور ہوئے، مگر خیال یہ پڑتا ہے کہ خطبہ ایک ہی ہوا تھا۔

گاؤں کا حال:

ہمارے گاؤں سے تین میل کے فاصلہ پر مانی کلاں میں جامع مسجد میں تو حفظ پڑھایا جاتا تھا اور اتنا بابرکت درس تھا کہ سینکڑوں حفاظ پیدا ہوئے، ہمارے مختصر سے گاؤں میں جس کی اس وقت کی مسلم آبادی زیادہ سے زیادہ پندرہ مکانات پر مشتمل تھی اس میں چھ حفاظ تھے، وہیں مدرسہ ضیاء العلوم تھا، جس میں ہماری ابتدائی تعلیم ہوئی، ہمارے گاؤں میں سب سے پہلے اس مدرسہ میں مولوی نور محمد صاحب نے پڑھا، جن سے ہم نے تعلیم الاسلام کے کچھ اسباق پڑھے، وہ پھر پاکستان چلے گئے۔

عربی کی تعلیم:

پھر تقریباً ۱۳ سال کی عمر میں مدرسہ ضیاء العلوم قصبہ مانی کلاں میں داخلہ ہوا، ابتدائی فارسی سے لے کر سکندر نامہ تک اور پھر ابتدائی عربی سے لے کر **مختصر المعانی، مقامات وشرح وقایہ ونور الانوار** تک وہیں پڑھیں۔

اکثر کتابیں استاذی مولانا ضیاء الحق صاحب سے اور شرح جامی بحث اسم حضرت مولانا عبد الحلیم صاحبؒ سے، مگر کثرت امراض کی وجہ سے بیچ میں طویل فترات واقع ہوتی رہیں، اس لئے تکمیل کافی مؤخر ہوگئی

پھر یہ بھی پیش آیا کہ ہماری جماعت ٹوٹ گئی، ہم نے اولاً شرح جامی، شرح وقایہ، نور الانوار مولانا ضیاء الحق صاحب سے پڑھی تھیں، مگر جماعت نہ ہونے کی وجہ سے حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب نے اگلے سال پھر انھیں کتابوں میں داخل کر دیا اور خود پڑھایا۔

مظاہر علوم میں داخلہ:

اس کے بعد شوال ۱۳۷۷ھ میں مدرسہ مظاہر علوم میں بھیج دیا، یہاں آکر پہلے سال جلالین، ہدایہ اولین، میبذی اور اگلے سال بیضاوی، سلّم، ہدایہ ثالث، مشکوۃ شریف اور تیسرے سال یعنی شوال ۱۳۷۹ھ تا شعبان ۱۳۸۰ھ دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی، اور اس سے اگلے سال کچھ مزید کتابیں ہدایہ رابع، صدرا، شمس بازغہ، اقلیدس، خلاصۃ الحساب، درمختار پڑھیں۔

مظاہر علوم کی مسند تدریس پر:

شوال ۱۳۸۱ھ میں معین المدرس کے عہدہ پر تقرر ہوا، وظیفۂ طالب علمی کے ساتھ سات روپیہ ماہانہ ملتا تھا، شرح وقایہ اور قطبی زیر تعلیم وتدریس تھیں، اگلے سال بھی یہی کتابیں رہیں اور وظیفہ ۱۰ روپے ماہانہ ہوگیا، اس سے اگلے سال تیس روپے خشک (یعنی بلا طعام) پر تقرر ہوا، اور مقامات وقطبی سپرد ہوئیں، اور اس سے اگلے سال یعنی چوتھے سال شوال ۱۳۸۴ھ سے ہدایہ اولین، قطبی واصول الشاشی زیر تدریس تھیں۔

درس حدیث:

اسی سال ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ میں حضرت استاذی مولانا امیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کا انتقال ہوجانے کی وجہ سے مشکوۃ شریف استاذی مفتی مظفر حسین صاحب کے یہاں سے منتقل ہوکر آئی، جو باب الکبائر سے پڑھائی، پھر آئندہ سال شوال ۸۵ھ میں مختصر المعانی، قطبی، شرح وقایہ، مشکوۃ شریف مکمل پڑھائی، اور شوال ۸۶ھ میں ابو داود شریف ونسائی شریف ونور الانوار زیر تعلیم رہیں، اور شوال ۸۷ھ سے مسلم شریف، نسائی وابن ماجہ وموطئین زیر درس رہیں۔

شیخ الحدیث کے منصب پر:

اس کے بعد شوال ۱۳۸۸ھ میں بخاری شریف ومسلم شریف وہدایہ ثالث پڑھائی، وللّٰہ الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ و مبارکاً علیہ، اس کے بعد سے بحمد اللہ سبحانہ وتعالی بخاری شریف اور کوئی دوسری کتاب ہوتی رہتی ہے۔

امراض کے باوجود علمی شغل:

میں مسلسل بیمار رہا، مظاہر علوم آنے کے چند دن بعد نزلہ وبخار ہوگیا اور پھر منہ سے خون آگیا، حضرت اقدس ناظم (مولانا اسعد اللہ) صاحب نور اللہ مرقدہ کا مشورہ ہوا کہ میں گھر واپس ہوجاؤں، لیکن میں نے انکار کردیا، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ واعلی اللہ مراتبہ نے بلا کر ارشاد فرمایا کہ: ”جب تو بیمار ہے اور لوگوں کا مشورہ بھی ہے تو مکان چلا جا“، میں نے عرض کیا جواب تک یاد ہے، کہ: ”حضرت! اگر مرنا ہے تو یہیں مر جاؤں گا“ حضرت نے فرمایا کہ: ”بیماری میں کیا پڑھا جائے گا؟“ میں نے عرض کیا، اور اب تک الفاظ یاد ہیں کہ: ”حضرت! جو کان میں پڑے گا وہ دماغ میں اتر ہی جائے گا“ اس پر حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ ”پھر پڑا رہ“۔

یہ ہے حضرت قدس سرہ سے پہلی بات چیت، اس کے بعد ہم تو بہت بیمار رہے، اور گاہ بگاہ جب طبیعت ٹھیک ہو جاتی تو اسباق میں بھی جاتے رہتے، انھیں ایام میں حضرت اقدس مولانا عبدالحلیم صاحبؒ کو اپنی بیماری کا خط لکھا، مولانا نے جواباً لکھا کہ یہ کیا یقین ہے کہ "خون پھیپڑے سے آیا ہے؟" اس سے طبیعت کو کچھ سکون ہو گیا، لیکن سینے میں درد رہا کرتا تھا۔

یہ بات اور بھی لکھ دوں کہ جن ایام میں طبیعت خراب تھی، کبھی کبھی دارالحدیث کے شرقی جانب بیٹھ کر حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ کا درس سنتا اور سوچا کرتا تھا کہ نا معلوم ہم کو بھی بخاری شریف پڑھنی نصیب ہوگی یا نہیں؟ اور رویا کرتا تھا، اس مالک کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے توفیق عطا فرمائی اور پڑھنے کی منزل گزر گئی، اور اللہ تعالی نے محض اپنے فضل و کرم سے پڑھانے کی توفیق بخشی، حالات کی ناسازگاری سے جس کی توقع بھی نہیں تھی، لیکن سب فضل و کرم ہے۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل
نسیمِ صبح تیری مہربانی!

امراض کے تسلسل کی وجہ سے شادی کی ہمت ہی نہ ہوئی اور اب بڑھاپا شروع ہو چکا، حدود خمسین کے آخری سالوں میں چل رہا ہوں، اب اپنی بیماریوں کی وجہ سے ضرورت محسوس ہوتی ہے مگر ہوتا کیا ہے، وقت گزر گیا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی پہلی زیارت:

حضرت نوراللہ مرقدہٗ کا نام نامی تو مدرسہ ضیاء العلوم میں اپنے اساتذہ اور خاص طور سے استاذی حضرت اقدس مولانا عبدالحلیم صاحبؒ سے سنا، پھر جب سہارنپور بغرض تکمیل حاضر ہوئے تو حضرت نوراللہ مرقدہٗ کی زیارت ہوئی، سب سے پہلی زیارت کی شکل یہ ہوئی کہ میں کسی ضرورت سے مدرسہ کے دفتر میں گیا تو حضرت نوراللہ مرقدہٗ کو دیکھا، ایک سادہ کرتا پہنے ہوئے تھے جس کا رنگ زرد تھا، غالباً ڈوریا کا ہوگا، لیکن بات چیت نہیں ہوئی، بات چیت تو بیماری کے وقت ہوئی، اس کی ابتداء میں تردد ہے کہ پہلے وہ واقعہ پیش آیا جو اولاً لکھا گیا یا دوسرا واقعہ جو لکھ رہا ہوں۔

’’وہ تو بہت پکا تھا تو تو بہت کچا ہے‘‘:

ہمیں جذبہ پیدا ہوا کہ حضرت نور اللہ مرقدہ سے دعا کروانی چاہیئے، حضرت مغرب کے بعد طویل نوافل پڑھتے تھے، ہم بیٹھ گئے، ایک صاحب نے غالبًا بیعت کی درخواست دے رکھی تھی، حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے سلام پھیرا اور فارغ ہو کر فرمایا: ’’آ بھائی‘‘۔

ہم نے سمجھا کہ شاید ہمیں بلا رہیں، ہم آگے بڑھ گئے، حضرت نے فرمایا: ’’تو نہیں‘‘، ہم بلبلا کر رو پڑے۔

بہر حال پہلے حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے ان صاحب کی ضرورت پوری کی، اس کے بعد احقر کا ہاتھ پکڑا، اور ساتھ لے کر کچے گھر چلے اور حال پوچھتے رہے اور بیماری کا تذکرہ کرتے رہے، حضرت نے پوچھا کہ: ’’تو کہاں سے پڑھ کر آیا ہے؟‘‘

میں نے عرض کیا ’’مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں‘‘ سے۔

حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا: ’’کس سے پڑھا؟‘‘

عرض کیا ’’حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب سے‘‘ فرمایا: ’’وہ تو بہت پکا تھا، تو تو بہت کچا ہے‘‘۔

اس کے بعد حضرت نے برف کا ٹھنڈا پانی جس میں عرق کیوڑہ ملا ہوا تھا، نوش فرمایا اور کچھ بندہ کے لئے بچا دیا، مگر زیادہ آنا جانا نہیں رہا۔

دسترخوان پر اکرام:

اصل جان پہچان اس وقت ہوئی جب بندہ کا قیام دفتر میں ہو گیا۔

رمضان شریف میں میں اپنی سحری الگ کھا لیتا تھا، ایک رات خواب دیکھا کہ مولانا اکرام الحسن صاحب مرحوم والد ماجد حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ بندہ کی طرف متوجہ ہیں اور کچھ بات کر رہے ہیں، اسی رات سحری میں حضرت نے بلوایا اور جب کوئی اکرام کی صورت ہونے والی ہوتی تو مولانا اکرام صاحب کو دیکھا کرتے تھے، بہر حال حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے بلوا کر فرمایا کہ:

”مجھے معلوم ہوا کہ تو تنہا ہی سحری کھالیتا ہے، دیکھ! سحری ہمارے ساتھ کھالیا کر اور اپنی سحری مولوی نصیر کو دے دیا کر“ اور پھر فرمایا: ”سحری کھالی؟“

میں عرض کیا جی ہاں، فرمایا: ”اور کھائے گا؟“ عرض کیا میں کھا چکا ہوں، فرمایا: ”اور کھانے پر بھی تو کھایا جاوے“ ہم بیٹھ گئے، اس کے بعد روزانہ حضرت نور اللہ مرقدہ کے دسترخوان پر سحری میں حاضر ہو جاتے، اس زمانہ میں حضرت کے یہاں سحری میں پلاؤ کے ساتھ گھی لگی ہوئی روٹیوں کا دستور تھا، حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے ایک مرتبہ پوچھا: ”گھی چپڑی روٹی مل گئی؟“ میں نے عرض کیا: جی ہاں! حضرت نے پوچھا ”کتنی آئی؟“ میں نے عرض کیا: ایک، حضرت نے دوسری سرکا دی، اس کے بعد سے ہمارے لئے دو کا دستور ہو گیا۔

دلچسپ بحث:

ایک مرتبہ دیر سے پہنچا اور حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے ایک بحث بھی کی، جس کا افسوس اب تک ہے۔

حضرت نے پہنچتے ہی فرمایا کہ ”خالی جگہ نہیں! بیٹھ جا“ میں نے کہا بیٹھ کر کیا کروں گا؟ فرمایا: ”قل ھواللہ پڑھ کر ایصال ثواب کر“ میں نے پوچھا کسے؟ فرمایا: ”مجھ کو“ عرض کیا زندوں کو؟ تو نے مشکوۃ شریف نہیں پڑھی؟“ عرض کیا پڑھی تو ہے، فرمایا ”مسجد عشّار والی روایت نہیں پڑھی؟“ عرض کیا: پڑھی تو ہے، پوچھا کہ ”کہاں ہے؟“ میں نے عرض کیا مشکوۃ کتاب الفتن میں، (یہ روایت مشکوۃ کتاب الفتن میں باب الملاحم کی فصل ثانی میں ہے) حضرت نور اللہ مرقدہٗ بہت خوش ہوئے اور فرمایا مولانا سید سلیمان ندوی اس حدیث پر میرے معتقد ہو گئے، فرمایا: ”ایک مرتبہ سید صاحب تشریف لائے، انھوں نے یہ حدیث معلوم کی، میں نے کہا: ابوداود میں ہے، سید صاحب نے پوچھا کہ کہاں ہے؟ میں نے کہا: کتاب الملاحم میں، اور پھر کتاب منگوا کر دکھا بھی دی۔

تزکیہ کی طرف عدم التفات:

ابتداءً بالکل بچپن میں تو طبیعت کا رجحان تھا، لیکن بعد میں بعض وجوہات سے یہ خیال نکل گیا، اور یہی نہیں بلکہ کچھ اس کی اہمیت ہی نہیں رہی، حضرت عبدالحلیم صاحب مرحوم نے بعض خطوط میں ناراضگی کا اظہار بھی کیا اور لکھا: ’’تزکیہ ضروری ہے‘‘۔

لیکن اس وقت کتابوں کی طرف غیر معمولی رجحان تھا، ادھر بالکل التفات ہی نہیں، بلکہ ایک مرتبہ جب حضرت نوراللہ مرقدہٗ اپنے دارالتصنیف میں تشریف فرما تھے اور میں حسب معمول حاضر ہوا، تو تھوڑی دیر کے بعد سوال کیا، کیا بیعت ہونا ضروری ہے؟ حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا: ’’بالکل نہیں‘‘۔

پھر ایک زمانہ گزر گیا، بہت سے لوگ بیعت کی طرف توجہ دلاتے تھے، جیسے مولانا منور حسین صاحب، مولانا عبدالجبار صاحب اور بعض اصرار کرتے تھے، جیسے صوفی انعام اللہ صاحب، مگر کچھ التفات ہی نہ تھا۔

بیعت میں انقیاد ضروری:

اچانک رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ کے عشرۂ اخیر میں خیال پیدا ہوا اور بہت زور سے، حضرت نوراللہ مرقدہ سے عرض کیا، حضرت نے فرمایا: ’’بیعت میں انقیاد اور عدم تنقید ضروری ہے، استخارہ کر لے‘‘۔

میں نے عرض کیا: حضرت! میں نے دعاء کی ہے، اس زمانہ میں اپنی دعا پر بڑا اعتماد تھا، مگر حضرت نے فرمایا کہ: ’’استخارہ کم از کم تین مرتبہ، اور رات گزرنا اور سونا ضروری نہیں ہے‘‘۔

منامی بشارت:

تیسرے استخارہ میں خواب دیکھا، مولانا اکرام صاحب فرما رہے ہیں کہ ’’مدرسہ قدیم آجاؤ آباد ہو جائے گا‘‘۔

ہمارا قیام اس زمانہ میں دارالطلبہ قدیم میں ہو چکا تھا، حضرت نے سن کر فرمایا:

’’یہ خواب امید افزا ہے‘‘۔

خصوصی بیعت:

ایک دن رمضان میں ظہر بعد اپنے خلوت خانہ میں طلب فرما کر بیعت فرمایا۔

میں نے اس سے پہلے عرض کیا تھا کہ حضرت! جب عمومی بیعت ہوتی ہے میں بھی سب کے ساتھ شامل ہو جاؤں گا، مگر حضرت نور اللہ مرقدہ نے انکار فرمایا۔

ایک بات یہ بھی لکھ دوں کہ اس وقت بعض ایسے مشائخ کبار حیات تھے جن سے بندہ کو بہت عقیدت تھی، لیکن بیعت میں حضرت نور اللہ مرقدہٗ ہی کی طرف طبعی رجحان تھا اور عقلاً بھی رجحان تھا، نیز یہ بھی کہ حضرت استاذ تھے اور پھر قریب بھی تھے۔

قیمتی نصائح:

ہر وقت پاس رہنا تھا، اس لئے خط و کتابت تو ہوتی نہیں تھی، بعض اوقات یونہی بعض پرچے مدینہ طیبہ سے بھجوائے ان میں بعض نصائح لکھیں اور بعض اوقات زبانی نصائح کیں:

(۱) ایک گرامی نامہ میں لکھا: ’’جہاں تک ہو سکے اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنا اور ظاہر سے زیادہ باطن میں‘‘۔

(۲) تیسرے سال بلڈ پریشر کی تکلیف پر تحریر فرمایا: ’’ایک بات کا خیال رکھیو کہ اگر بیماری میں زبانی معمولات نہ ہو سکیں، تو قلب کو ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھیو، اور زبانی معمولات میں درود شریف کو مقدم رکھیو، میں نے درود شریف کے بہت فوائد دیکھے ہیں‘‘۔

(۳) اور یہ تو کئی مرتبہ نصیحت کی: ’’کبر سے پورا اجتناب کرنا، اور اپنی نااہلی پیش نظر رہے، اگر کوئی کہے تو اس پر طبعی اثر غیر اختیاری چیز ہے، لیکن برا نہ ماننا چاہئے‘‘۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ عقلاً یہ خیال ہو کہ ہم تو بہت گندے ہیں، نہ معلوم کتنے عیوب ہیں، اس لئے عقلاً برا نہ مانے، واللہ اعلم۔

(۴) ایک خط میں نے لکھا تھا کہ ایک طالب علم بہت اصرار کرتا ہے کہ بیعت کرلو، حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے تحریر فرمایا: ’’ضرور کرلو، سلسلہ چلانے کے لئے بیعت تو ضرور کرنا، مگر اپنی نااہلیت کا استحضار رہنا چاہئے، اگر نہ کروگے تو یہ سلسلہ بند ہو جائے گا، جو سلسلہ حضورﷺ سے چلا آرہا ہے‘‘ (یہ خط اسٹینگر جنوبی افریقہ سے لکھوایا تھا)۔

(۵) ایک خط میں لکھوایا تھا: ’’مدرسہ کے مال میں بہت احتیاط کرنا‘‘۔

(۶) مرکز نظام الدین دہلی میں جب حضرت نوراللہ مرقدہ سے ملاقات ہوئی، تو بالکل خلاف توقع معانقہ فرمایا، اور فرمایا کہ: ’’اخلاص سے کام کرنا‘‘۔

(۷) آخری خط جو ۱۲/ اپریل ۸۲ء کا تحریر کردہ ہے، اس میں میرے ایک خط کے جواب میں لکھا، جس میں میں نے اپنے امراض کی شدت اور خواب میں اموات ومقابر دیکھنے کا تذکرہ کیا تھا لکھا کہ: ’’اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مجھے اور تم کو دونوں کو حسن خاتمہ کی دولت سے مالا مال کرے، ہر وقت اپنے عمل سے ڈرتے رہنا چاہئے، اگرچہ مالک کا کرم بڑا ہے، اس کے کرم ہی کا سہارا ہے، پھر بھی استغفار کثرت سے کرتے رہنا چاہئے‘‘۔

مقرباں رابیش بود حیرانی:

بھائی! ہم تو حضرت نوراللہ مرقدہٗ کے سب سے نالائق شاگرد اور ناکارہ وکم فہم مرید تھے، اور پھر مدرسہ کے متعلق معاملات پڑتے تھے، اس میں کثرت سے ڈانٹ پڑتی تھی اور پھر حضرت نوراللہ مرقدہٗ ویسے ہی ہو جاتے تھے جیسے پہلے۔

ہاں ایک آدھ مرتبہ بعض حضرات نے حضرت کو بہت ہی مکدر کردیا، لیکن معاملہ کسی اور ذات کے حوالہ تھا، اللہ تعالیٰ نے پھر صفائی کرادی ہے اور ہمارا مزاج یہ تھا کہ فضول ہم کسی کام میں پڑتے نہیں، اسلئے جب اپنا کام بن جاتا تو پیچھے نہیں پڑتے تھے۔

ایک عجیب قصہ مجمل لکھتا ہوں، لکھنے کے لئے نہیں۔

بعض حضرات نے شکایت کر کے حضرت کو مکدر کر دیا، حضرت ایک رمضان میں رنجیدہ رہے، رمضان تو گزر گیا، اس کے بعد ہم نے ایک پرچہ لکھا جس میں معافی مانگی اور یہ لکھ دیا کہ ''اگر کوئی کام ہو تو میرے حجرہ میں بھجوا دیا جائے، مجھے سردی بہت لگتی ہے''۔

حضرت بہت خوش ہوئے اور کئی بار دعوت کی، اور رمضان شریف میں جن بعض حضرات نے فقرے کسے اور ستایا وہ آئے، اور شرمندہ ہوئے، ہم نے اپنے دل میں کہا کہ ہم حضرت کے شاگرد و خادم ہیں، آپ حضرات کو ان قصوں میں نہ پڑنا چاہیئے، اس کے بعد سے وہ صاحب تو ہمیشہ کے لئے بحمد اللہ خاموش ہو گئے۔

عطایا کی بارش:

بارہا حضرت نے روپے دئے، ۸۴ھ کے حج میں جاتے ہوئے پچاس روپے دئے تھے، اس کی نصب الرایۃ خرید لی، حج سے آ کر پوچھا کہ: ''میں نے چلتے ہوئے تجھے روپے دیئے تھے کچھ تیرے کام آئے؟'' میں نے عرض کیا کہ میں نے نصب الرایہ خرید لی، تو فرمایا کہ: ''اس کے لئے تو عمر پڑی تھی''۔

مقصد یہ تھا کہ دوسری ضروریات میں خرچ کرتے، ''لامع الدراری'' کے ختم پر تین سو روپے دیئے، جس کی ہم نے ''مرقاۃ المفاتیح'' منگوائی، اور متفرق اوقات میں دیتے رہے، کبھی تیس، کبھی پچاس، اکثر پچاس، اور بذل المجہود مکمل، لامع الدراری مکمل، أوجز المسالک مکمل، جزء حجۃ الوداع والعمرات اور مختلف رسائل دیئے، اور جب بندہ کی حاضری مدینہ طیبہ میں ہوئی تو فرمایا کہ ''میری کتابوں میں جو پسند ہو لے جا'' وہاں اس وقت اردو کتابیں تھیں، ایک کتاب ''اللؤلؤ والمرجان فیما اتفق علیہ الشیخان'' تھی، وہ ہم نے لے لی، حضرت نے اس کے بعد ایک کتاب بھجوائی ''أبو ھریرۃ فی ضوء مرویاتہ''، تالیف ضیاء الرحمٰن الأعظمی، اس میں حضرت ابو ہریرہؓ کی دو سو روایتیں جمع کر کے اس کے طرق وغیرہ پر کلام کیا گیا ہے اور مستشرقین نے جو حضرت ابو ہریرہؓ کی کثرت روایت پر شکوک وشبہات کئے ہیں ان کی تردید کی ہے، اور تصوف سے متعلق حضرت کی جتنی تالیفات ہیں، یا صوفی اقبال صاحب نے لکھی ہیں، تقریباً سبھی عطا فرمائیں، اور بعض تو بار بار بھجوائی۔

ذکر کی تجویز میں توارد:

حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت تو ہوگیا، لیکن ذکر پوچھنے کی ہمت ہی نہ ہوتی، اپنے امراض کی وجہ سے یہ سمجھتا رہا کہ میرے بس سے باہر ہے اور نہ حضرت نے بیعت کے وقت کچھ فرمایا، ایک مرتبہ رمضان میں ازخود اپنے لئے ایک نصاب مقرر کرلیا، یعنی تین تسبیح لا الہ الا اللہ کی اور پانچ تسبیحات اللہ اللہ کی، اس کے بعد جب چند روز بعد غالباً عشاء کے بعد حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا: ’’ذکر کرلیا کرو‘‘ اور مذکورہ بالا نصاب بتایا، بس میں تو سمجھتا ہوں کہ اعتکاف میں حضرت کے ساتھ تھا، حضرت کے مبارک قلب کا اثر پڑا، جو خود ایک نصاب مقرر کرلیا اور حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے وہی بتلایا، پھر معلوم ہوا کہ حضرت مشغول حضرات کو یہی نصاب بتاتے تھے۔

معمولات میں اضافہ:

کچھ دنوں کے بعد حضرت کے بعض ارشادات کی بناء پر تھوڑا تھوڑا اسم ذات کا اضافہ شروع کیا، اور سترہ سو تک پہنچادیا، لیکن حضرت نے کم کرنے کو فرمایا، اور فرمایا: اسم ذات ایک ہزار رکھو، یہی اب تک معمول ہے، پاسِ انفاس کا حکم بار بار دیا اور مراقبہ دعائیہ بھی بتایا، بس جیسے ہم ہیں ویسا ہی ہمارا ذکر، حضرت کے زمانہ میں اور اب بھی نفی و اثبات و اسم ذات کا تو معمول ہے، الا یہ کہ مرض یا کوئی شدید مانع ہو باقی اور چیزیں کبھی ہوگئیں کبھی نہیں۔

ایک مرتبہ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا، جبکہ میں بہت بیمار ہوگیا تھا کہ: ’’دل سے ہر وقت اللہ کی طرف متوجہ رہے‘‘ یہ بھی لکھ دوں کہ زیادہ مجاہدہ میرے بس کا نہیں تھا، اور نہ ہے، ایک مرتبہ رمضان شریف میں حضرت سے عرض کیا کہ: ’’حضرت! یہ رات بھر کی بیداری میرے بس کی نہیں‘‘ تو فرمایا: ’’سب کو اس کی ضرورت نہیں‘‘۔

ایک مرتبہ اعتکاف میں خواب دیکھا کہ حضرت لوگوں کو کچھ تقسیم فرما رہے ہیں، میں اگلے روز حاضر ہوا، خواب عرض کیا، اور عرض کیا: ’’حضرت! اگر بیداری کرنے والوں کو ملے گا تو ہم محروم ہوجائیں گے‘‘ حضرت نے فرمایا: ’’نہیں انشاء اللہ‘‘، ایک مرتبہ اعتکاف میں بہت بیمار

ہو گیا، اس زمانہ میں کچھ ذکر وغیرہ نہیں کرتا تھا، حضرت نے غالباً بھائی ابوالحسن صاحب یا کسی اور سے کہلوایا کہ: ’’اگر اختیاری مجاہدہ نہیں کرتے تو اضطراری کرایا جاتا ہے‘‘ مگر ہم نے اپنی نالائقی سے کوئی اثر نہیں لیا۔

ناظم صاحبؒ کی طرف سے خلافت:

حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحب (سابق ناظم اعلی مدرسہ مظاہر علوم) نور اللہ مرقدہ نے بروز پنجشنبہ ۵؍محرم الحرام ۱۳۹۶ھ میں ظہر کے بعد اجازت مرحمت فرمائی، جس کا ازخود شہرہ ہو گیا، چونکہ احقر کا بیعت کا تعلق حضرت قطب العالم شیخ الحدیث کاندھلوی ثم المہاجر المدنی نور اللہ مرقدہ سے تھا، اس لئے حضرت ناظم صاحب کی اجازت کے بعد بھی اپنے حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے ہی تربیت کا تعلق رہا، اور بحمد اللہ بالکل کبھی اجازت کا کوئی خیال بھی نہیں آتا تھا، گو اہل اللہ کے ارشاد کی دل میں قدر تھی اور ہے۔

حضرتؒ کی طرف سے اجازت:

پھر جب حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ رمضان شریف کے لئے مدینہ منورہ سے سہارنپور تشریف لائے تو حسبِ معمول اعتکاف کیا، اور رمضان کے بعد شوال میں مجلس شریف میں حسبِ معمول حاضری ہوتی رہی، غالباً ۵؍ذی قعدہ تھی، بروز پنجشنبہ صبح کی مجلسِ ذکر میں حاضر ہوا تو حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے ذکر سے فراغت کے بعد بلوایا، اور فرمایا کہ: ’’تو جمعہ کے دن حاجی شاہ جاتا ہے؟‘‘ (حاجی شاہ سہارنپور کا مشہور قبرستان ہے)، عرض کیا حضرت! مجھ کو سردی بہت لگتی ہے، حضرت نے فرمایا کہ: ’’یہاں آ‘‘ اور چارپائی پر بیٹھنے کے لئے فرمایا، اور فرمایا کہ: ’’میرا ارادہ تین چار سال سے تجھے اجازت دینے کا ہے، لیکن تیرے اندر تکبر ہے‘‘، میں خاموش رہا اور الحمد للہ حضرت کے کہنے پر طبیعت پر ذرہ برابر اثر نہیں ہوا۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت والا کو حضرت ناظم صاحب کی اجازت کا علم ہو گیا ہوگا؟ فرمایا کہ ’’ہاں‘‘ میں نے عرض کیا: حضرت میری سمجھ میں بالکل نہیں آیا کہ حضرت ناظم صاحب نے کیوں اجازت دی؟ حضرتؒ نے اس پر کیا ارشاد فرمایا یاد نہیں رہا، پھر فرمایا کہ: ’’تجھے میری طرف سے اجازت ہے‘‘۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے کچھ دن پیشتر ایک عجیب حالت طاری ہوئی تھی، جیسے میں اللہ تعالی کے ساتھ ہوں اور نماز سے فراغت پر نقص ہی نقص نظر آتا تھا اور اسی وقت نماز کے بعد استغفار پڑھنے کی حقیقت سمجھ میں آئی، اور ایسا ہو گیا تھا کہ اگر کوئی مجھے چارپائی کے سرہانے بیٹھنے کو کہتا تو آنکھوں میں آنسو آجاتے، اور ایک مرتبہ ایک جگہ لوگوں نے امامت کے لئے کہہ دیا تو آنسو آگئے، لیکن نادانی سے ایک جملہ کہنے پر ساری حالت جاتی رہی، میں نے کہہ دیا کہ: ’جب آدمی ذکر پر مداومت کرتا ہے تو اس کو ہمہ وقت ایک معیت حاصل ہو جاتی ہے اور اپنی نااہلی کا ہر وقت استحضار ہو جاتا ہے‘‘، اس میں عجب نفس شامل تھا، بس ساری حالت کافور ہو گئی۔

حضرتؒ نے فرمایا: ’’انشاء اللہ تعالی پھر حاصل ہو جائے گی‘‘، اب تک تو حاصل نہیں ہوئی، لیکن حضرت کی برکت سے امید ہے کہ اللہ تعالی اس ناکارہ روسیاہ پر نظر کرم فرماویں، اور دوام حضوری عطا فرمائیں، اس کے بعد حضرت کے یہاں کچھ مہمان آگئے، حضرت نے فرمایا: ’’ان کے ساتھ بیٹھ جا‘‘، ناشتہ سے فراغت کے بعد واپس ہوئے تو مدرسہ قدیم کے دروازہ پر پہنچ کر ایسا معلوم ہوا جیسے سینے میں کوئی چیز داخل ہو گئی، اس کی تعبیر الفاظ میں نہیں ہو سکتی، اور دل میں ذکر کا ایک شدید شوق پیدا ہو گیا اس کے بعد۔

خواب میں حضرت مدنیؒ کی زیارت

ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ حضرتؒ معتکف میں ہیں اور حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ بھی تشریف فرما ہیں، حضرت مدنیؒ کا مصلیٰ بچھا ہوا ہے، میں اس پر آکر کھڑا ہو گیا، حضرت سے اگلے سال عرض کیا: تو ایک مصلیٰ عنایت فرمایا۔ میں تو ہمیشہ سہارنپور ہی رہتا تھا، ہاں جب پاکستان حاضری ہوئی تو فرمایا: ’’اپنی جگہ کام کرنا چاہئے تھا‘‘۔

مصادر و مراجع:

(۱) الیواقیت الغالیہ (اکثر حصہ اسی کتاب سے ماخوذ ہے)
(۲) خود نوشت۔ الیواقیت الغالیہ ہی کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

محرومیوں کا سال

مفتی محمد ساجد کھجناوری☆

یہ ہمارے اعمالِ بد اور تکثیر گناہوں کی نحوست ہے یا پھر رب لم یزل ولایزال کی حکمت بالغہ کا حصہ کہ عالم اسلام اس وقت اپنے نازک ترین دور سے گزر رہا ہے، اس کی ہر صبح وشام خوں آشام سانحات سے عبارت جبکہ ہر منظر اس کے لئے دیدہ عبرت، دنیا کے کسی بھی خطہ پر نظر ڈال لیجئے اس کے ظاہر و باطن کا ذرا چشم وا کر کے مشاہدہ کر لیجئے ہر سطح پر امت مرحوم کی مشکلات دو چند ہیں، توحید کے مستانوں پر یہ زمین اپنی کشادگی کے باوجود تنگ کرنے کی جو شر انگیز مہم شباب پر ہے وہ الگ موضوع ہے، اگر چہ تاریخ کے ادنی طالب علم کیلئے بھی عالم اسلامی کا یہ منظر نامہ کوئی ان ہونی سانحہ نہیں ہے بلکہ ؎

ستیزہ ہائے کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

کے تحت خیر وشر اور ابتلا و آزمائش کا یہ سلسلہ تا ابد بدستور رہے گا، ہر زمان ومکان میں اس کے نام لیوا عسر ویسر اور رنج وفرحت سے شادم کار ہوتے رہیں گے، یہ دیگر ہے کہ زمانہ نبوت سے جیسے جیسے دوری بڑھ رہی ہے وہ رحمتیں اور برکتیں بھی گردش شام وسحر کے ساتھ رخصت پذیر ہیں، ملت کو اس وقت جن دینی وثقافتی سطحوں پر نا قابل تلافی صدمات درپیش ہیں ان میں اس کے اصحاب علم وکمال، ارباب تقوی وخشیت اور رہبران دین وشریعت کا یکے بعد دیگرے تیزی کے ساتھ اس جہاں فانی سرائے سے اٹھ جانا ہے، کیونکہ اہل علم وفضل کی موجودگی سے اس جہاں کی حقیقی روشنی وابستہ ہے انہیں کے دم نفس سے اہل دنیا کو صحیح فکر وعقیدہ کی تحریک ملتی ہے، اور راست بازی کا عرفان ہوتا ہے علم کی تحصیل سے مومن کا قد نہ صرف دراز ہوتا ہے بلکہ اسکی حقیقی معراج بھی صفت علم وعمل سے آراستہ ہوئے بغیر کار دشوار ہے، کلام ربانی کی تلاوت وتفسیر سے یہ عقیدہ وخیال زیادہ روشن ہو جاتا ہے، باری تعالی نے اہل علم کو اسی لیے حضرات انبیاء علیہم السلام کا وارث حقیقی قرار دیا ہے، ارباب علم وعمل جب تک بقید حیات رہیں گے اس دنیا میں خیر وسلامتی کی باد بہاری چلتی رہیگی، آفتاب ومہتاب کی روشنی، ستاروں کی جگمگاہٹ پھلوں اور پھولوں کی

☆ مدیر تحریر متاع کارواں واستاذ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

خوشبو، دریاؤں کی روانی، آبشاروں کی فراوانی اورضروریات دین ودنیا کی فراہمی اہل دنیا کوسدا بہار رکھے گی بصورت دیگراس کے بے رونق اور بے نور ہونے کا اعلان کردیا جائے گا پھراس کا ایک اسٹیج وہ بھی ہوگا جب حضرت اسرافیل مشیت خداوندی کے عین مطابق صور پھونکیں گے اور کائنات کا ہرذرہ صوراسرافیل سے دوچار ہوگا، کاروان دین ودانش کی رحلت پذیری محرومیوں کا ایسا عنوان ہے جسے بہرصورت ملت کے لئے اجتماعی خسارہ سے ہی تعبیر کیا جائے گا اس لئے کہ اہل علم کی وفات درحقیقت علم کے سوتوں کا خشک ہو جانا ہے علم کے اٹھا لئے جانے سے جونقصان ہوگا پیغمبر علیہ السلام نے اس کے خطرات سے اس امت کو آگاہ فرمایا ہے، چنانچہ ایک روایت میں آپ کا ارشاد گرامی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے ’’حضرت عبداللہ ابن عمر راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالی علم کو یکبارگی نہیں اٹھائے گا کہ اسے لوگوں کے دلوں سے نکال لے بلکہ علم کو علماء کی موت کے ذریعہ اٹھایا جائے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہیں رہ جائے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے چنانچہ ان سے مسائل دریافت ہونگیں تو وہ بدون علم کے فتوی دیں گے اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہونگے اورلوگوں کو بھی گمراہ کریں گے‘‘۔

رسول ہاشمی ﷺ کے مذکورہ ارشاد گرامی کے ذیل میں ہم اپنے اطراف وجوانب کو دیکھیں تو رنج وغم کے بادل منڈلائے ہوئے ہیں، کیونکہ تسبیح کے دانوں کی طرح ہمارے اعیان امت اورعلم وکمال کے دھنی بہت تیزی سے بکھر رہے ہیں، رواں سال میں استاذ محترم اور دارالعلوم دیوبند کے محدث شہیر حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی مدظلہ کی زبان سے نکلا یہ جملہ گردش کرتا رہا کہ یہ علماء کی وفات کا سال ہے، اللہ علیم وخبیر ہی جانتے ہیں کہ کس حال میں ان کی زبان سے یہ کلمات ادا ہوئے ہیں، دیکھتے ہی دیکھتے علم وفضل کے کئی عالی شان ستون زمین بوس ہوگئے، اور بساطِ علم وتحقیق سمٹتی نظر آئی۔ منزل فردوس کو سدھارنے والے علم وکمال کے یہ مسند نشیں اپنی اپنی سطح پر ملت اسلامیہ کی دستگیری کرنے کے ساتھ اس کے لئے پشتیبان بنے ہوئے تھے، ان کے ذوق علم وعمل اور اخلاص وروحانیت کی برکت سے امت کو ایمان وعقیدہ کی لذت اور سرشاری محسوس ہوتی تھی، انہیں دیکھ کر آخرت کا استحضار بڑھ جاتا اور یقین ومعرفت کے چراغ روشن رہتے تھے، صراط مستقیم کی وضاحت ان کی زبان فیض رساں ترجمان سے کانوں کو بھلی معلوم ہوتی تھی، بلکہ عمل کے جوت جگانے میں بھی ان مردان حر کی ترغیبات نسخہ کیمیا کا اثر رکھتی تھیں، سفر وحضر خلوت وجلوت اور میدان تحقیق وعمل میں انکے روشن نقوش ومثالی طرز زندگی سے اپنے ظاہر وباطن کو سنوارنے کا حوصلہ ملتا تھا، اس سلسلۃ الذہب کی کئی کڑیاں ہیں جنکی چمک ٹوٹنے اور بکھرنے کے باوجود علی حالہ باقی ہے، جسے ان کے اخلاص وعمل کی برکت سے موسوم کرنا زیادہ مناسب ہوگا، ان

حضرات کے فیوض و برکات کا سیلِ رواں دیکھ کر ہر طالب حق اور علم دوست کی یہی خواہش رہتی کہ ان اکابر امت اور پاسبان دین وشریعت کا ظاہری وجود بھی نگاہوں کے سامنے رہے، تا کہ ان سے استفادہ کے لمحات تا دیر آتے رہیں، اسی لئے یہ حضرات رخصت ہوئے تو آنکھوں میں آنسوؤں کا سمندر انڈیل گئے، ان کے جانے سے اب یہ احساس ہر کسی کو ستا رہا ہے کہ اس پریشان امت مسلمہ کی کیا حالت بنے گی، اور تیز وتند آندھیوں کے رخ پر چراغ مصطفوی کو روشن رکھنے کے ظاہری اسباب کیا ہوں گے؟

دریں باب سوئے آخرت پابہ رکاب ہونے والوں میں بے شمار نام ہیں۔

بقول خواجہ آتش ؎

سامنے سے اُٹھ گئیں ہیں کیسی کیسی صورتیں   روئے کس کس کو اور کس کس کا ماتم کیجئے

سردست زیر نظر شمارہ ’’مشاہیر نمبر‘‘ میں صرف ان چند روشن ضمیر اور پاکیزہ صفت بزرگوں کو عقیدت کا خراج پیش کیا جا رہا ہے جنہیں ملت نے ان کے حین حیات بھی سروں پر بٹھایا اس کے افراد نے ان سے بقدر ظرف استفادہ کیا اور اب بھی وہ ان خاصانِ خدا کے نقوشِ قدم چلنے میں دنیا وآخرت کا نفع محسوس کرتے ہیں۔

’’مشاہیر نمبر‘‘ میں شیخ حضرت مولانا محمد یونس جونپوری، حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی بجنوری، حضرت مولانا نسیم احمد غازی مظاہری، امیر شریعت حضرت مولانا مفتی اشرف علی باقوی، حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی اور حضرت مولانا مفتی عبداللہ پھول پوری کی حیات وخدمات کو زیبِ داستان بنایا گیا ہے اور ان کے تعارف وخدمات پر تاثراتی مضامین کا یہ ایک آدھا ادھورا مجموعہ ہے جو ازراہ سعادت مجلّہ متاع کارواں کی ادارتی ٹیم اہل ذوق کی خدمت میں اس احساس کے ساتھ پیش کر رہی کہ ؎

نحب الصالحین ولسنا منهم   لعل اللّٰه یرزقنا صلاحا

اللہ کرے جذبوں کی یہ سوغات اسلاف فراموشی کے حصار سے باہر آنے کی ہمت دے اور احسان شناسی کا ہمارا سرد رویہ تبدیل کرنے میں پیش نظر خصوصی نمبر جرس کارواں کے طور پر دیکھا اور سنا جائے۔

گنج ہائے گرانمایہ سے محرومی کا سال

حضرت مولانا محمد سالم جامعی☆

سن دس نبوی میں جب ایک ہفتہ کے اندر ہی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و نصرت اور حوصلہ افزائی کے لیے اپنا سب کچھ قربان کردینے والی دو عظیم شخصیتوں، آپ کے مشفق و مربی چچا ابوطالب اور پھر چند دن بعد آپ پر اپنی جان و مال نچھاور کرنے والی آپ کی ہمساز و دمساز بیوی حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوا تو اس سال کو اسلامی تاریخ میں ”عام الحزن“ سے تعبیر کیا گیا تھا۔ بلاشبہ کمزوری اور بے کسی کے اس دور میں بیک وقت دو ظاہری سہاروں کا ختم ہوجانا بے حد رنج و ملال کا سبب تھا تاہم اس دورِ نبوت کی فکری و عملی پختگی اطمینان کا ایک ذریعہ تھی جبکہ آج چودہ سو اڑتیس کا سال امت مسلمہ کے فکری، عملی اور دینی زوال کا سال ہے، ایسے میں کسی بھی ایک ایسی شخصیت کا جو علم و عمل میں پختہ ہو اور ایمان و ایقان کی فضاؤں کے وجود میں آنے کا ذریعہ بن رہی ہو، وصال بلاشبہ امتِ مسلمہ کی زبوں حالی کا ایک اشارہ ہی ہوسکتا ہے چہ جائیکہ ایک سال کے اندر عالمی سطح پر نہیں بلکہ محض برصغیر میں درجنوں شخصیتیں ہمیں داغِ مفارقت دے جائیں تو ہمیں یہ کہنا بجا ہی ہوگا کہ ۱۴۳۸ھ امت مسلمہ کے لیے حزن و الم کا سال ثابت ہورہا ہے۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ یہ دنیا کا تقریباً آخری دور ہے اور اسی لیے شاید اس کی رفتار میں بڑی حد تک تیزی آ گئی ہے۔ صبح ہوتی نہیں کہ سورج ڈھلنے کے آثار نظر آنے لگتے ہیں۔ پھر جو دن آتا ہے صدموں کا ذخیرہ لے کر نمودار ہوتا ہے۔ شاید کوئی ہفتہ اور مہینہ ایسا گزرتا ہوگا کہ اصحابِ علم، اربابِ درس و تدریس اور بزرگانِ امت میں سے کسی کے حادثۂ وفات کی خبر نہ

☆ ایڈیٹر ہفت روزہ الجمعیۃ، دہلی

آتی ہو۔ سال ۱۴۳۸ھ تو امت مسلمہ کے لیے ایک طرح سے عام الحزن کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اسی سال کے شروع میں حضرت مولانا عبدالحق اعظمی شیخ الحدیث ثانی دارالعلوم دیوبند کی وفات کے حادثۂ جانکاہ کو برداشت کرنا پڑا تھا، پھر ترانۂ دارالعلوم دیوبند کے خالق اور جمعیۃ علماء ہند کے نائب صدر حضرت مولانا ریاست علی ظفرؔ بجنوری نیز جمعیۃ علماء ہند کے دوسرے نائب صدر حضرت مولانا محمد ازہر رانچوی خلیفہ مجاز حضرت شیخ الاسلامؒ کی وفات کے صدمہ سے دوچار ہونا پڑا۔ ابھی یہ زخم مندمل بھی نہ ہو پایا تھا کہ جامع الہدیٰ مرادآباد کے شیخ الحدیث حضرت مولانا نسیم احمد غازی بجنوریؒ امت کو روتا بلکتا چھوڑ کر اپنے معبودِ حقیقی کے دربار میں چلے گئے۔ ہمارے پڑوسی ملک پاکستان میں بھی شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحبؒ اور مولانا عبدالحفیظ مکی قدس سرہما ملت کو داغِ مفارقت دے گئے۔ ابھی امت اور ہندوپاک کے علمی ودینی حلقے ان پیہم حادثات سے جانبر بھی نہ ہو پائے تھے کہ استاذ المحدثین رئیس العلماء حضرت مولانا محمد یونس صاحب قدس سرہٗ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے حادثۂ وفات نے پہلے سے ہی شکستہ اور مجروح دلوں کو مزید شکستہ اور مجروح کر ڈالا۔

حضرت الشیخ مولانا عبدالحق اعظمی شیخ الحدیث ثانی دارالعلوم دیوبند اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ اللہ تعالیٰ نے علم وعمل، زہد وتقویٰ، فراستِ ایمانی اور وضعداری وسادگی سے خوب نوازا تھا۔ وہ اعلیٰ درجہ کے واعظ وخطیب تھے حالانکہ ان کا وعظ بالکل سادہ ہوتا مگر چونکہ دل کی آواز ہوتا تھا اس لیے سیدھا دل پر ہی اثر انداز ہوتا تھا۔ حضرتؒ جلالتِ شان، علوِ مرتبت، عظمت وعبقریت اور علم وعمل کا مجسم پیکر تھے۔ جو آپ سے ایک مرتبہ مل لیتا آپ کا گرویدہ ہوجاتا۔ بہت سے دینی مدارس کو آپ کی سرپرستی کا شرف حاصل تھا۔ ۲۰۰۶ء میں جب والدِ محترم نمونۂ اسلاف حضرت مولانا محمد اصغر صاحب نور اللہ مرقدہٗ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ کی ایماء پر احقر کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالخالق صاحب مظاہری نے ”معہدِ اصغر“ ناظر پورہ سہارنپور کے قیام کا ارادہ کیا تو حضرت والد محترمؒ کے حکم پر اس کے سنگ بنیاد

کے لیے خصوصیت کے ساتھ حضرت مولانا مرحوم کا انتخاب کیا گیا۔ حضرتؒ کو دعوت دی گئی، تشریف لائے، سنگِ بنیاد کی تقریب میں شرکت کی اور بہ صمیم قلب دعاؤں سے نوازا۔ پھر تاحیات معہد کے جلسوں اور تقریبات میں سرپرستانہ شرکت فرماتے رہے۔ احقر سے جب بھی کہیں ملاقات ہو جاتی مدرسہ کے بارے میں معلومات فرماتے رہتے تھے۔

غیر مسلموں میں دعوتی کام انتہائی خاموشی کے ساتھ فرماتے۔ آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد پچاس کے قریب ہے۔ کوئی مشورہ مانگتا بے حد صائب مشورہ دیتے اور اسے امانت سمجھتے۔ مسلسل چونسٹھ برسوں تک بخاری شریف کا درس آپ کی ایسی خصوصیت ہے جس میں شاید آپ کا کوئی شریک و سہیم نہیں ہے۔

یہ ایک تلخ سچائی ہے کہ زندگی کا سفر خواہ کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو ہر ایک کو موت کا ذائقہ چکھنا ہی پڑتا ہے اور آپ بھی زبانِ حال سے یہ کہتے ہوئے اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے:

جان کر من جملہ خاصانِ میخانہ مجھے مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

ابھی ۱۶؍شوال المکرّم ۱۴۳۸ھ کو اپنے وقت کے عظیم محدث اور علم و عمل کے امام، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب رحمہ اللہ علیہ بھی ہندستان کے علمی و دینی حلقوں کو ویرانی کے حوالے کر کے اپنے پروردگار کے حضور چلے گئے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ کی مال و دولت سے بے رغبتی، زہد و قناعت، آخرت کا استحضار، اتباعِ سنت کا جذبہ و اہتمام دیکھ کر گزرے ہوئے علماء، صلحاء اور اتقیاء کے واقعات پر یقین کرنا آسان نظر آنے لگتا تھا۔ انہیں صفات نے ان میں زہد و اتقاء اور غیرت و حمیت کی ایک عظیم شان پیدا کر دی تھی۔ ان کی نظر میں امیر و غریب کا کوئی فرق نہیں تھا۔ مجھ جیسا ناکارہ بھی کبھی ملاقات کے لیے چلا جاتا تو بڑی محبت سے پیش آتے۔ بڑے بڑے تجار اور افسران حاضرِ خدمت ہوتے مگر ان کی یہ حاضری محض دعاء و نصیحت تک محدود رہتی تھی۔ آج کے علماء اور داعیانِ دین کے لیے اللہ والوں کی یہ شان بلا شبہ لائقِ تقلید ہے۔ راقم الحروف ایک مرتبہ حاضرِ خدمت تھا۔ ایک بڑے

افسر ایک نوجوان عالم کے ہمراہ آئے۔ نوجوان عالم نے ان کا حضرت شیخ رحمہ اللہ سے تعارف کرایا۔ آپ خاموشی کے ساتھ سنتے رہے۔ پھر نوجوان عالم صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اچھا تشریف لے جایئے اور ان سے کہہ دیجیے کہ لوگوں سے متعلق جو خدمت ان کے سپرد ہے اسے انصاف کے ساتھ انجام دیں۔ میں نے حضرتؒ کی جوانی کو بھی بچشم خود دیکھا ہے۔ اس وقت بھی خوف وخشیتِ الٰہی کا وہی غلبہ تھا جو آخر وقت تک دیکھا جاتا رہا ہے۔ انتقال کے بعد اہل علم حلقوں کی زبان پر آپ کے لیے امیر المومنین فی الحدیث کا لقب جاری ہے۔ یہ وہی لقب ہے جو قرن اول میں حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت امام بخاریؒ وغیرہم حضرات محدثین کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ تعلق مع اللہ اور خشیت الٰہی کے ساتھ سلوک وطریقت میں بھی اعلیٰ مقام کے حامل تھے۔ علم وعمل کی یہی جامعیت تھی جس نے انھیں ایک امتیازی مقام عطا کر دیا تھا۔ اللہ تعالی حضرت مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس عطا فرمائے اور امت کو آپ کا نعم البدل سے نوازے۔

اے عشق نہ مل سکیں گے ہم جیسے سرپھرے — برسوں چراغ لے کے زمانہ اگر پھرے

یہ ایک تاریخی سچائی ہے کہ ہر شخص میں کچھ ایسی خصوصیات ہوتی ہیں جو اسے اس کے معاصرین سے ممتاز کرتی ہیں۔ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ کو بھی پروردگارِ عالم نے علم وعمل کے ساتھ سنجیدگی اور متانت سے نوازا تھا۔ ان کا وجود مسندِ تدریس کے لیے ایک زینت تھا۔ وہ سادگی، انکساری اور خاکساری کا نمونہ تھے۔ وہ صرف مدرس ہی نہیں مربی بھی تھے اور استاذ کامل، مزاج شناس بھی۔ انھوں نے اپنے تلامذہ کو تعلیم کے ساتھ ساتھ آدابِ زندگی سے بھی روشناس کرایا۔ تلامذہ کی نفسیات پر ان کی گہری نظر تھی۔ سنگریزوں کے ڈھیر سے گوہرِ آبدار نکالنے میں انھیں کمال حاصل تھا۔ وہ خاک آلود ہیروں کو تراشنے اور چمکانے کے فن سے خوب واقف تھے۔ مولانا مرحوم کا مطالعہ بڑا وسیع تھا۔ ہر موضوع پر معلومات کا ذخیرہ ان کے دماغ کے کمپیوٹر میں بڑی مقدار میں موجود تھا۔ اس طرح آپ بلند نظری، ذوقِ مطالعہ اور حسن انتخاب کا قطب مینار تھے۔ مولانا مرحوم صاحبِ طرز ادیب کے ساتھ قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ اُردو، عربی اور فارسی زبان میں

شعر کہنے پر پوری قدرت تھی۔ دارالعلوم دیوبند کا مشہور ترانہ آپ کی ہی شاہکار تخلیق ہے۔ تصنیف و تالیف اور تربیت کے بھی مردِ میدان تھے۔ ’شوریٰ کی شرعی حیثیت‘ اور ’ایضاح البخاری‘ آپ کی تصنیفات وتالیفات میں اہم مقام رکھتی ہیں۔ اپنے چھوٹوں کے ساتھ وضع داری اور خوردنوازی کا ان کا اپنا ایک خاص مزاج تھا۔ انتقال سے چند ماہ قبل راقم الحروف کا دیوبند جانا ہوا۔ احقر کو ایک جگہ ملاقات کی غرض سے جانا تھا۔ راستہ حضرتؒ کے دولت کدہ کے سامنے سے گزرتا تھا۔ احقر جیسے ہی دولت کدہ کے دروازے کے سامنے پہنچا مولانا مرحوم دارالعلوم جانے کے لیے دروازہ سے باہر نکلے۔ راقم الحروف کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اصرار کے ساتھ اندر لے گئے اور اپنے صاحبزادے کے ذریعہ اس وقت کی رخصت کی درخواست دفتر تعلیمات کو بھیج دی۔ احقر نے عرض بھی کیا۔ حضرت بس ملاقات ہوگئی ہے، مجھے بھی کہیں جانا ہے۔ آپ بھی درس کے لیے تشریف لے جائیں مگر حضرتؒ نے درخواست مسترد کرتے ہوئے فرمایا بھائی آج تو آپ قابو میں آئے ہیں، اتنی آسانی سے کیسے چھوڑا جاسکتا ہے۔ پھر آپ نے اپنی روایتی خوردنوازی کا بھرپور مظاہرہ فرمایا۔ مولانا مرحوم جمعیۃ علماء ہند کے رکن رکین بلکہ اس کے نائب صدر بھی تھے۔ دارالعلوم دیوبند اور جمعیۃ علماء ہند کے تعلق سے خوب باتیں ہوئیں۔ تقریباً ایک گھنٹہ بعد احقر کو اجازت کا پروانہ ملا۔ آج جب حضرتؒ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں اور اپنے اعمالِ حسنہ کا صلہ پانے کے لیے اپنے پاک پروردگار کے جوارِ رحمت میں پہنچ چکے ہیں۔ راقم الحروف کو اس آخری ملاقات کا ایک ایک لمحہ اور حضرتؒ کی گفتگو کا ایک ایک لفظ یاد آرہا ہے اور دل کو تڑپا رہا ہے۔ اب اس ملاقات کی صرف یادیں اور حسرتیں ہی باقی رہ گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو اپنی خصوصی عنایات سے سرفراز فرمائے، آمین۔

ملت اسلامیہ کے لیے غم وحزن کے اس سال نے ایک اور مسندِ تدریس کو بھی ویران کردیا۔ معروف صاحبِ علم وعمل شخصیت حضرت مولانا نسیم احمد غازی بجنوریؒ بھی، جو ایک طویل عرصہ سے مرادآباد کی معروف علمی درسگاہ جامع الہدیٰ میں مشیخت حدیث کے عہدہ پر فائز تھے، اسی عام الحزن میں ہندوستان کے علمی، دینی اور درسی حلقوں کو داغِ مفارقت دے گئے۔ مرحوم کا علم بڑا

پختہ تھا۔ درس وتدریس میں کمال حاصل تھا۔ اعلیٰ درجہ کے خطیب ومقرر بھی تھے اور درس میں بھی اسی کی جھلک نظر آتی تھی۔ قوتِ حافظہ خوب تھی۔ بروقت تمثیلات سے بات کو طلباء کے ذہن نشین کرانے کے فن میں ماہر تھے۔ قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ بروقت اور برجستہ اشعار سے محفل لوٹنے کا فن بھی خوب جانتے تھے۔ مولانا مرحوم اچھا عالمانہ ذوق رکھتے تھے۔ وہ ایک کامیاب اور مقبول استاذ ہی نہیں بلکہ استاذ گر بھی کہے جاتے تھے۔ ہمیشہ اپنے تلامذہ کو نصائح سے نوازتے جس سے ان کے دلوں میں علم وعمل اور درس وتدریس کی اہمیت، ضرورت اور افادیت جاگزیں ہوجاتی۔ تدریسی زندگی کے رہنما اصولوں پر بھی ان کی گہری نظر تھی اور وہ اکثر اپنے رفقائے تدریس اور تلامذہ کو ان پر متوجہ کرتے رہتے تھے۔

اسی سلسلۂ حزن وملال کی ایک کڑی حضرت مولانا محمد ازہر رانچوی قدس سرہٗ کا سانحۂ ارتحال بھی ہے۔ مولانا مرحوم نہایت متقی و پرہیزگار شخصیت کے حامل تھے۔ جامعہ حسینیہ رانچی کے مہتمم اور جمعیۃ علماء جھارکھنڈ کے عہدۂ صدارت پر فائز تھے۔ حضرت فدائے ملتؒ کے دور سے ہی جمعیۃ علماء ہند کے نائب صدر رہتے تھے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہٗ سے مجاز بیعت وارشاد تھے۔ جھارکھنڈ اور بہار میں ہزاروں متوسلین کا حلقہ موجود ہے جو آج حضرتؒ کی وفات کے بعد احساسِ محرومی میں مبتلا ہے۔ خشیتِ الٰہی آپ کا خاص وصف تھا۔ حضرتؒ کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے بظاہر اس کا پر ہونا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ان تمام مرحومین کو ان کی حسنات کے صلہ میں جنت الفردوس کے اعلیٰ درجات سے نواز کر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کی حسنات کو ہمارے لیے بھی ذخیرۂ آخرت فرمائے، آمین۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے یہ گنج ہائے گرنمایہ کیا کیے

فہم قرآن وفہم حدیث کی حامل

ربانی شخصیت

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ☆

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين محمد وعلى آله و أصحابه وأتباعه أجمعين أما بعد :

اللہ تعالی نے انسانوں کے رشد وہدایت کے لئے رہنمائی کے متعدد انتظامات فرمائے ہیں، قرآن مجید سارے انسانوں کی ضرورت اور ہدایت کے لئے جامع اور ہمہ جہت رہنمائی کے لئے اور حدیث رسول اور سنت نبوی کو ایمان واتباع دین کو عملی شکل میں دیکھنے اور سمجھنے کے لئے مقرر فرمایا ہے، اس کو صرف علم میں لانے اور احکام کو جان لینے کے لئے نہیں رکھا ہے، بلکہ عمل میں لانے کے لئے ہے، رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو اُن حالات سے گذارا ہے، جن سے دین کو علم سے عمل میں لانے کا فائدہ ہوتا ہے، اور آپ ﷺ کے قول وعمل کو نمونہ اور مثال بنا دیا ہے، اسی لئے قرآن مجید میں فرمایا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللهَ وَالْيومَ الآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيراً (احزاب:۲۱) (تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے، یہ اس شخص کے لئے جو اللہ کی بندگی اور آخرت میں کامیابی چاہتا ہے، اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا رہا ہے) اور سورۂ نجم میں ہے: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الهَوَى ، اِنْ هُوَ اِلا وَحْيٌ يُوحى (نجم:۳۔۴) (یہ نبی خواہش نفس کی بنا پر کلام نہیں کرتے، بلکہ ان کا کلام وحی ہے، جو اللہ تعالی کی طرف سے ان کو کی جاتی ہے)۔

دین کو صحیح عملی شکل میں اختیار کرنے کے لئے حدیث وسنتِ رسول ﷺ کا علم کامیاب ذریعہ ہے، اگر ہم دین کو اصلی شکل میں اختیار کرنا چاہتے ہیں تو علم حدیث وسنت میں اس کی اصلی جھلک نظر آتی ہے، یہ اللہ رب العزت کی طرف سے اچھا انتظام ہے کہ قرآن سے جامع ومکمل رہنمائی اور حدیث

☆ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ۔

وسنت رسول ﷺ میں اس کی صحیح جھلک دکھائی گئی ہے، لہذا یہ عجیب بات ہوگی کہ ہم دین سے صرف احکام لیں اور ان کی عملی مثال سے اخذ فیض نہ کریں، اس کے بغیر مطابقِ اصل عمل مشکل ہوگا، ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اسی طرف اشارہ فرمایا: صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّيْ (سنن کبری مرتبہ امام بیہقی: ۴۴۳) (تم اس طرح نماز پڑھو، جس طرح تم نے مجھ کو نماز پڑھتے دیکھا ہے)، نماز کے تعلق سے یہ بات فرمائی گئی ہے، جو دیگر عبادات وطاعات کے لئے بھی صحیح سمجھے جانی والی بات ہے اور صحابہ کرامؓ کو امت اسلامیہ میں جو امتیاز حاصل ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو جو کرتے دیکھا اور جو کہتے سنا، وہ براہ راست اخذ کرنے کا ذریعہ بنا، پھر انہوں نے آئندہ آنے والوں نسلوں کو بجنسہ نقل کر کے بتایا، حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے فرمایا: أَلَا فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مَنْ سَامِعٍ (صحیح بخاری) (جو اس موقع پر موجود ہیں وہ اس کو پہونچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہے، کیونکہ بسا اوقات جن کو بات پہونچائی جائے وہ پہونچانے والے کے مقابلہ میں زیادہ سمجھنے اور محفوظ رکھنے والا ہوتا ہے)، اسی طرح شریعت اسلامیہ کے امکان وہدایات عملی شکل میں حضور ﷺ سے تا قیامت آنے والوں تک پہونچے اور پہونچ رہے ہیں، حضور ﷺ کی نماز کے سلسلہ میں نقل مطابق اصل بنانے کی مثال دی گئی ہے، اس حدیث میں دین کو عملی شکل میں سیکھنے کی تلقین کی گئی ہے، اور اس طرح سے عمل کے ذریعہ دین کے سب احکام کی تلقین کا سلسلہ قائم ہوا، اور انشاء اللہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ کو دیکھا اور عمل کیا، اور اللہ تعالی نے اپنے رسول کے قول وعمل کو اپنے قول وعمل سے وابستہ بنا دیا، لہٰذا آپ ﷺ کا قول وعمل قرآن کے قول سے جڑا ہوا ملتا ہے، صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ کو دیکھ کر دین سیکھا، ان سے دین کو دیکھ کر عمل کرنے کا سلسلہ جاری ہوا، ہم میں اکثر افراد نے نماز دیکھ کر سیکھی، بڑوں کو دیکھ کر سیکھا، حضور ﷺ جس طرح نماز پڑھتے تھے، صحابہ کرامؓ نے اس کو اختیار کیا، دین پر عمل کرنے کے لئے دین والوں سے سیکھا، اس طرح دین کل کا کل قرآن وحدیث دونوں سے ثابت ہوگیا۔

قرآن کلام الٰہی ہے، حدیث اس کی تشریح وتوضیح ہے، قرآن کو دین کا بنیادی مقام حاصل ہے، لیکن اس کی گہرائی اور متشابہات کی موجودگی کے لحاظ سے تنہا اس پر اکتفاء کافی نہیں قرار دیا گیا، اس کی وضاحت حدیث کے ذریعہ حاصل کرنا ہوتی ہے، قرآن مجید میں تمام انسانوں کو موضوع بنایا گیا ہے، اور اس کو محکمات اور متشابہات میں رکھا گیا ہے، اور یہ فرمایا گیا ہے کہ محکمات کو اصل ذریعہ استفادہ بناؤ اور متشابہات کے سمجھنے میں زیادہ نہ پڑو، متشابہات کے معاملہ میں پڑنے والے برے مقصد کو اختیار

کرتے ہیں: هُوَ الّذِیٓ أنزَلَ عَلَيكَ الكِتَابَ مِنهُ آيَاتٌ مُحكَمَاتٌ هُنّ أُمّ الكِتَابِ ، وَأخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ، فَأمَّا الّذِينَ فِی قُلُوبِهِمْ زَيغ فَيَتّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنهُ ابتِغَاءَ الفِتنَةِ وَابتِغَاءَ تَأوِيلِهِ ، وَمَا يَعلَمُ تَأوِيلَهُ اِلّا اللهُ ((آل عمران : ۷)۔ (وہ وہی خدا ہے، جس نے آپ پر کتاب اتاری ہے، اس میں محکم آیتیں ہیں اور وہی کتاب کا اصل مدار ہیں، اور دوسری آیتیں متشابہ ہیں، سو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے، وہ اس کے اسی حصہ کے پیچھے ہو لیتے ہیں جو متشابہ ہے، غلط بات کی تلاش میں اور اس کے غلط مطلب کی تلاش میں، حالانکہ کوئی ان کا صحیح مطلب نہیں جانتا سوائے اللہ کے)، اس کے لئے اللہ تعالی نے خود قرآن میں نبی ﷺ کے قول وعمل کو قرآن کے مطابق قرار دیا کہ اِنْ هُوَ اِلّا وَحْیٌ يُوْحَی کہ حضور ﷺ کی بات کو اللہ تعالی ہی کی بات سمجھی جائے، حدیث شریف کے ذریعہ ہم کو اصل وضاحت ملتی ہے۔

اس طرح یہ بات واضح ہوگئی کہ جو حضرات حدیث کی تعلیم وتعلم سے تعلق رکھتے ہیں، ان کا یہ عمل صرف حدیث کو عمل میں لانا نہیں ہے، بلکہ اس کے مطابق عمل اختیار کرنے کی طرف توجہ دلانا ہے، لہذا جو سنت پر عمل کرتے ہیں، اللہ تعالی کی طرف سے ان کو نورانیت ملتی ہے، اور عملی طور پر اس سے استفادہ کرنے پر ان کے اندر ایک تبدیلی اور انقلاب پیدا ہوتا ہے اور ان پر اتباع سنت کا عکس ہوتا ہے، علم حدیث سے صرف علمی استفادہ نہیں، بلکہ اس کو عملی زندگی میں اتارنا بھی مقصود ہے۔

حضور ﷺ کی ذات وصفات کو مؤمن کی زندگی کے لئے نمونہ بنایا گیا ہے، غالبا اسی لئے اللہ تعالی نے ان کو زندگی کی ان تمام راہوں سے گذارا، جن سے مؤمن کو گذرنا ہوسکتا ہے، حضور ﷺ پر مشکل حالات بھی آئے اور آسان بھی، دونوں طرح کے حالات اس لئے تھے، تاکہ مؤمن کو پیش آنے والے ہر طرح کے حالات میں لوگوں کے لئے نقل واتباع آسان ہو، غزوۂ بدر، حدیبیہ اور خندق کے موقع پر سخت حالات آئے، یہ اس لئے تھے، تاکہ امت کے لئے ان حالات میں بھی رہنمائی سامنے آئے، اس طرح زندگی کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں، جس کا حل سنت وسیرت میں موجود نہ ہو، حدیث رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا عکس ہے، محدثین نے اسی مقصد کو پیش نظر رکھا، وہ دین کے صحیح محافظ اور صحیح ناقل ہیں، ان کی خدمت حدیث کی کوششوں کی اہمیت کا انکار کرنا دین کی ترجمانی کو ناقص بنانا ہے، جو حضرات خوش نصیبی سے اشتغال بالحدیث رکھتے ہیں ان کو اس ناحیہ سے خدمت حدیث شریف کی اہمیت کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

اللہ تعالی نے حدیث وسنت کو اس بات کا ذریعہ بنایا کہ ہم دین کو حضور ﷺ کے قول وعمل کے ذریعہ حاصل کریں، اس کے لئے اللہ تعالی نے یہ مقدر فرمایا، اس لئے بڑے بڑے علماء اور محدثین پیدا فرمائے، اور دین پر عمل کرنا آسان بنایا، عصر جدید کے یورپ زدہ مختلف افراد ہیں، جن کو مستشرقین کے نام سے جانا جاتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ دین اسلام کے لئے قرآن کافی ہے، احادیث ضروری نہیں، جب کہ حدیث شریف قرآن ہی کی وضاحت ہے، آپ ﷺ نے قرآن ہی کو اپنی عملی زندگی میں پیش کیا، اس طرح قرآن وحدیث الگ الگ نہیں ہیں، بلکہ ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، جس کا تعلق حدیث سے کمزور ہوگا، اس کا دین سے بھی تعلق کمزور ہوگا، قرآن میں آیا ہے کہ کچھ افراد ایسے ہیں، جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے، قرآن کے متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں فتنہ اور غلط تاویل کے لئے، لیکن اہل ایمان دین کو صحیح اور کامل طور پر سمجھنے کے لئے محکمات القرآن کو حدیث شریف کے ساتھ صحیح دین کو سمجھتے ہیں، محدثین نے ہمیشہ محکمات قرآن کے ساتھ حدیث کو موضوع بنایا، اور اسی مشن پر اپنے آپ کو لگایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے کسی نے دریافت کیا کہ حضور ﷺ کے سیرت واخلاق کیسے تھے؟ فرمایا: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ (شعب الایمان: ۱۴۲۸) (ویسے جیسا قرآن میں ملتا ہے)۔

اسی طرح علم حدیث میں مشغول ہونے والے حضرات کے لئے بڑی بشارتیں ہیں، حدیث میں آیا ہے: نَضَّرَ اللهُ امْرَءًا سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثًا فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغُهُ غَيْرَهُ (اللہ تعالی تروتازہ رکھے اس کو جن میری حدیث سنی، اور اس کو یاد کیا، اور دوسری کو بلاکم وکاست پہونچایا)۔ (سنن ابو داود: ۳۶۵۲) سنن ترمذی: ۲۶۵۶)، میں کئی ایسے افراد کو جانتا ہوں کہ انہوں نے پوری زندگی حدیث کا اشتغال رکھا اور سنت پر عمل کیا تو ان کے چہرے پر وفات کے وقت اس کے اثرات نمایاں تھے، ایسی شخصیات میں دار العلوم ندوۃ العلماء کے سابق شیخ الحدیث مولانا حیدر حسن خان ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ، اور ہمارے استاذ حدیث مولانا شاہ حلیم عطا علیہ الرحمۃ، اسی طرح مولانا عبد الرشید نعمانی ندویؒ اور دار العلوم دیو بند کی مایہ ناز شخصیت علامہ انور شاہ کشمیری، اور ان کے بعد وہاں کے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور مولانا سید فخر الدین صاحب وغیرہ، اور جامعہ مظاہر علوم میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنی، اور ان کے جانشیں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی مثالوں سے سمجھا جاسکتا ہے۔

اور اب حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے مظاہر علوم میں جانشیں وشیخ الحدیث مولانا محمد

یونس جونپوری جن کا کل سہارنپور میں انتقال ہوا، بہت ممتاز نظر آئے، اور ان کے جنازہ میں غیر معمولی اژدحام سے ان کی مزید تائید اور مقبولیت ظاہر ہوئی، یہ سب برکت تھی اس کی جو انہوں نے حدیث شریف کی خدمت کی، اور آخر وقت تک اس کا مطالعہ جاری رکھا، اور اس کے فیض کو دوسروں میں منتقل کرنے کا جو جذبہ تھا اس سے کام لیا، ان میں ربانیت کی صفت تھی، اس صفت نے ان کو بہت سے اساتذہ اور معاصر علماء میں ممتاز کیا، انہوں نے اس فن میں بڑی ترقی کی، اور ان کا شہرہ برصغیر سے نکل کر بلاد عربیہ میں بھی ہوا، وہ بلاشبہ عظیم محدث اور ایک باکمال استاذ تھے، انہوں نے پوری زندگی علم حدیث کے لئے وقف کردی تھی، اور اس کے لئے دنیا کے دوسرے پہلوؤں سے اپنے کو دور کرلیا تھا، ان کی شخصیت کی تشکیل میں ایسے اساتذہ تھے، جنھوں نے ان کو اس عظیم مشن کے لئے تیار کیا، اگرچہ ان کو حضرت مولانا اسعد اللہؒ اور دوسرے بڑے اساتذہ سے استفادہ کا موقع ملا تھا، لیکن وہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے خاص شاگرد تھے، جنہوں نے اپنی توجہ خاص سے مولانا محمد یونس کو یگانہ روزگار بنادیا تھا، اور اپنی زندگی میں امظاہر علوم جیسے باوقار حدیث کے علمی مرکز کا ان کو شیخ الحدیث کا منصب بڑوں کی موجودگی میں جن میں ان کے کئی بڑے اساتذہ شامل تھے ان کے علمی فضل وکمال کو محسوس کرتے ہوئے کم عمری میں ان کے حوالہ کیا، دار العلوم ندوۃ العلماء سے بھی مولانا محمد یونس کو بہت تعلق خاطر رہا ہے، وہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے نیازمندانہ تعلق رکھتے تھے، اور ندوۃ العلماء تشریف لایا کرتے تھے، اس کی خاص وجہ یہ بھی ہے کہ مولانا یونس کا تعلق جونپور سے تھا، اور جونپور اور اس کے اطراف میں مولانا کے خانوادہ کے ایک بزرگ مولانا محمد امین نصیر آبادیؒ اور خود حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نانا حضرت شاہ سید ضیاء النبی حسنی علیہ الرحمۃ کی دعوتی کوششوں کا زبردست اثر رہا ہے، گویا مولانا یونس صاحب دل میں اس کی قدر سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ پوری عقیدت واحترام کے ساتھ باوجود اپنے علمی وزن کے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی سے حدیث کی سند لینے کے لئے دار العلوم ندوۃ العلماء کا سفر کیا، اور باقاعدہ اس کی اجازت حاصل کی، جو ان کو علامہ حیدر حسن خان ٹونکی اور مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری (صاحب تحفۃ الأحوذی شرح جامع الترمذی) سے حاصل تھی، یہ چیز ندوہ کے اساتذہ وطلبہ میں ان سے عقیدت بڑھنے کا سبب بنی، اور یہاں کے اساتذہ وطلبہ کا وقتاً فوقتاً ان کی خدمت میں استفادہ کے لئے جانے کا آخر تک سلسلہ رہا۔

مولانا محمد یونس صاحب کی بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ علم کو برابر بڑھاتے رہے، اور باوجود صحت کا

ساتھ نہ دینے کے انہوں نے محنت جاری رکھی ، بیرونی سفروں میں محدثین کا پتہ لگاتے ، اوران کی خدمت میں جا کر استفادہ کرتے اور کتابیں خریدتے ، اس طرح انہوں نے سیرت پاک اور حدیث پاک کا ایک بڑا مکتبہ تیار کردیا، اور معلوم ہوا کہ اس کو مظاہر علوم کے لئے وقف بھی کردیا تھا، اور جیسا کہ اپنی تقریر میں مہتمم دارالعلوم مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے کہا کہ: مولانا محمد یونس سچے عاشق رسول تھے، علم حدیث سے ان کا تعلق ایسا اٹوٹ تھا کہ وہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہوگیا، صحت وتندرستی، بلکہ بیماری کے زمانہ میں بھی اس کو باقی رکھا، اور اسی تعلق میں وہ دنیا سے رخصت ہوئے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی مجلسوں کے حاضر باش اور معتمد علیہ تھے، تربیت اور معرفت الٰہی حضرت شیخ سے حاصل کی، اور خدمت میں علمی تبحر کے ساتھ روحانی سلسلہ میں خلافت سے بھی سرفراز ہوئے اور یہ خصوصیت ان کو اپنے دوسرے استاذ ومربی حضرت مولانا اسعد اللہ علیہ الرحمۃ (سابق ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور) سے بھی حاصل تھی ، اور اس جامعیت کی وجہ سے ان کی مقبولیت اور محبوبیت میں اور اضافہ ہوا، بخاری شریف کا اکثر حصہ انہیں یاد تھا اور محدثین کے اقوال بھی انھیں ازبر تھے، بغیر کتاب دیکھے ان کو سنادیا کرتے تھے، حضرت شیخ سے علم حدیث سیکھا اور اس کا حق ادا کیا، وہ حضرت شیخ کے گھر کے ایک فرد کی طرح ہوگئے تھے اور ہمیشہ اسی خاندان والاشان کے ایک فرد کی طرح رہے، اس لئے یہ حادثہ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی صاحبزادہ حضرت شیخ الحدیث کے لئے خاص طور پر اوران کی علمی و دینی حیثیت کی وجہ سے مظاہر علوم اور تمام علمی و دینی حلقوں کے لئے بڑے خسارہ کا باعث حادثہ وفات ہے۔

اللہ تعالی حضرت مولانا محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کو جو علم ودعوت وارشاد اور تدریس کے راستے میں انہوں نے انجام دیں قبول فرمائیں اور ان کے درجات کی بلندی کا ذریعہ بنائیں اور ان کے مراتب کو خوب بلند فرمائیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

مقالات ومضامین:

ایک نمونہ کی زندگی

حضرت مولانا سید بلال عبدالحئی حسنی ندوی ☆

اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو غیر معمولی علمی رسوخ اور روحانی بلندی عطا فرمائی تھی، بظاہر ان کی ترقی کے ایسے کچھ اسباب نہ تھے، نہ ان کی ایسی صحت تھی، نہ ان کے پاس مال و دولت تھی، جس سے سہولتیں اور آسانیاں حاصل ہو جائیں، نہ ہی کوئی خاندانی پس منظر تھا، بلکہ وہ ایک دیہات کے رہنے والے تھے، وہ جگہ ایسی نہ تھی جہاں بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے ہوں، جہاں علم کی خدمت ہوئی ہو، واقعہ یہ ہے کہ ان سے پہلے میرے خیال میں ان کے خاندان میں عالم ملنا بھی مشکل ہے، لیکن مولانا میں ایک جذبہ اور ایک شوق تھا، جس کے لیے انہوں نے خود کو مٹا ڈالا، مظاہر علوم میں ایسے گئے کہ وہیں کے ہو کر رہ گئے، اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کا ایسا شوق دیا تھا جو کم کسی کو ملتا ہے، لگتا تھا کہ ان کو کسی چیز سے کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے، آپ کی طالب علمی کا زمانہ انتہائی جد و جہد کا تھا، جیسے کوئی کتابوں کا کیڑا ہوتا ہے اس کو کہیں چین نہیں آتا، مولانا کا بھی یہی حال تھا کہ کتابوں کا مطالعہ ہی ان کی غذا تھی، اس چیز نے ان کو دنیا سے ایسا کاٹ دیا تھا، جس کی وجہ سے ان کی صحت خراب ہوگئی اور خراب ہوتی رہی، لیکن انہوں نے کسی چیز کی پرواہ نہ کی، اللہ کے لیے اپنے آپ کو مٹایا، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میں ان کو ایک مقام عطا کیا اور فن حدیث میں ایسا امتیاز عطا فرمایا کہ پوری دنیا میں ان کے جیسے افراد ملنا مشکل ہے، خاص طور پر متون حدیث میں ان کو ایسا استحضار تھا کہ ایسا کم دیکھا گیا، اللہ تعالیٰ نے اس گنہ گار کو بعض بڑے بڑے محدثین سے ملاقات کا شرف بخشا، حضرت شیخ عبدالفتاح ابوغدہ بڑے عالم حدیث تھے، ہمارے استاد حضرت مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی جیسے بڑے علماء

☆ استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ و جنرل سکریٹری پیام انسانیت فورم انڈیا۔

فن حدیث کے اماموں میں سے تھے، لیکن متون حدیث میں مولانا یونس صاحبؒ کی جو نگاہ تھی وہ شاید ہی کسی کی ہو، کوئی حدیث آپ کو نہ مل رہی ہو، آپ مولانا سے تذکرہ کریں تو معلوم ہوتا تھا کہ مولانا انسائیکلوپیڈیا ہیں، فوراً صفحہ کھول کر دکھا دیتے کہ یہ حدیث یہاں ہے۔

غور کی بات یہ ہے کہ مولانا میں یہ استحضار کیسے پیدا ہوا؟ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو فن حدیث میں ایسا فنا کیا کہ شادی تک نہیں کی، بس اسی لیے کہ اس میں زحمت ہوگی، دوسری چیزوں میں وقت دینا پڑے گا، اسی کو حقیقی معنی میں فنائیت کہتے ہیں، اللہ نے علم حدیث کے لیے مولانا کو یہ فنائیت دی تھی، ایسے ہی شخص کے لیے آپ ﷺ نے حدیث میں دعا فرمائی ہے: ”نضر الله امرءا سمع مقالتی فوعاها وحفظها وبلغها“ یعنی جو شخص حدیث کو سنتا ہے اور یاد رکھتا ہے پھر دوسروں تک منتقل کرتا ہے، دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے، اللہ ایسے شخص کے چہرہ کو تر و تازہ رکھے، اسی لیے محدثین کو اللہ بہت نوازتا ہے، ان کے چہرے پر شادابی ہوتی ہے، اور اخیر تک ان کے ایسے حواس باقی رہتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے، اگر کوئی اسی نوے سال کا انسان ہو اور وہ ایسا دماغ رکھتا ہو جیسے کوئی بیس سال کا نوجوان تو یقیناً حیرت کی بات ہے، مولانا کا بھی یہی حال تھا، ان کی عمر تقریبا اسی سال ہوگئی تھی، لیکن استحضار اور قوت حفظ کا عالم یہ تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ بیس پچیس سال کا کوئی نوجوان ہے۔

مولانا کے استحضار اور قوت حفظ کی کھلی دلیل یہ واقعہ بھی ہے، ایک مرتبہ حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کو کسی حدیث کی ضرورت پڑی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کو خط لکھا، حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا: مولوی یونس سے پوچھ لیجئے، ابھی ان کا علم تازہ ہے اور ان کو خوب استحضار ہے، اتفاق کی بات کہ حضرت کا سہارنپور سفر ہوا، اور حضرت مولانا نے مولانا یونس صاحب کو طلب فرمایا، اور ان سے وہ حدیث معلوم کی، مولانا نے فوراً اس کا حوالہ پیش فرما دیا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے ان کی اسی علمی قدر و منزلت کو دیکھتے ہوئے کم عمری ہی میں ان کو اپنی جگہ بٹھایا، غالباً اس وقت اٹھائیس برس کی عمر ہوگی،

جب حضرت شیخ الحدیثؒ نے مولانا کے ذمہ بخاری شریف کی، کچھ عرصہ کے بعد حضرت شیخ الحدیث نے ان کو ایک خط لکھ کر بند لفافہ میں دیا اور کہا: میاں! اس کو چالیس سال بعد کھولنا، مولانا نے اپنے شیخ کی وصیت پر پورا عمل کیا اور اس خط کو کہیں دبا کر رکھ دیا، چنانچہ مولانا یہ بات کہتے تھے کہ لگتا ہے میں چالیس سال تک نہیں مروں گا، اس لیے کہ میرے شیخ تو یہی کہتے ہیں کہ چالیس سال بعد اس خط کو کھولنا، ظاہر بات ہے کہ مرنا اور جینا اللہ کے اختیار میں ہے، لیکن کبھی کبھی اللہ والوں کو کچھ احساس بھی ہوتا ہے، بالآخر چند سال قبل مولانا کے وہ چالیس سال پورے ہوئے، اور مولانا نے وہ خط کھولا تو اس میں لکھا تھا کہ ”جب تم یہ خط کھولو گے تو مجھ سے بھی آگے جا چکے ہوگے“، گویا یہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی مولانا کے تعلق سے شہادت ہے، ظاہر بات ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کا علم بہت گہرا تھا، لیکن مولانا یونس صاحبؒ تو فن حدیث میں فنا تھے، اس حیثیت سے دیکھا جائے تو شاید مولانا ان سے بھی آگے بڑھ گئے ہوں، کیونکہ خود حضرت شیخ اس بات کی گواہی دے رہے ہیں۔

مولانا کو جو کچھ بھی حاصل ہوا وہ سخت محنت سے ہوا، ایسی محنت جس کو جان کھپانا کہتے ہیں، جس کے لیے اللہ نے ”جاھدوا“ کا لفظ استعمال کیا ہے، ”جاھد“ کا مطلب صرف محنت نہیں ہے بلکہ انتہائی محنت ہے، جب شیخ نے فن حدیث میں اپنی جان کھپا دی، تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی خوشبو تمام عالم میں پھیلی، مدینہ و مکہ میں ہم نے دیکھا کہ علمائے حرم ان پر ٹوٹتے تھے، سب ان سے سندیں لیتے تھے، اور مولانا کو ایسا استحضار تھا کہ بال برابر بھی اگر کوئی غلطی کرتا تھا تو فوراً ٹوک دیتے تھے، ہمیں تعجب ہوتا تھا، ایک صاحب پڑھ رہے تھے، وہ ایسا تیز پڑھ رہے تھے کہ میرے سمجھ ہی میں نہ آ رہا تھا، ان کو دس منٹ میں پچاس صفحے پڑھنا تھے اور مولانا سب سمجھ رہے تھے، اور جہاں وہ غلطی کرتے فوراً مولانا پکڑ لیتے اور ٹوک دیتے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مولانا کے لیے سب چیز کھلی کتاب کی طرح ہے، لیکن بات وہی ہے کہ یہ سب کچھ انتہائی قربانیوں کا نتیجہ تھا، نہ ان کو اپنی صحت اور کھانے کی پرواہ تھی، نہ سفر سے ان کو کوئی تعلق تھا، اخیر میں لوگ ان کے پیچھے لگ گئے تو افریقہ وغیرہ کے سفر ہو گئے، البتہ حجاز کے

سفر کا زیادہ اہتمام تھا، اس کے علاوہ دیگر علاقوں کے سفر سے ان کو کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔

حضرت قاری صدیق صاحب باندویؒ جو اپنے وقت کے بڑے بزرگوں میں ہیں، ان کا معمول تھا کہ ختم بخاری میں مولانا یونس صاحبؒ کو ہی بلاتے تھے، حضرت قاری صاحب کی وفات کے بعد بھی مولانا نے اپنا یہ معمول جاری رکھا، حال ہی کی بات ہے کہ تقریباً تین ماہ پہلے ختم بخاری کی تقریب میں مولانا باندہ تشریف لائے، مولانا کا معمول تھا کہ جب وہ رائے بریلی کے اطراف سے گذرتے تو حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ سے ملنے ضرور آتے، اس نسبت سے الحمد للہ مدرسہ ضیاء العلوم کو بھی یہ شرف حاصل ہے کہ مولانا اس ادارہ میں بارہا تشریف لائے۔

مولانا کی زندگی سے اصل سبق لینے کا یہ ہے کہ ایک شخص اپنے آپ کو فنا کرتا ہے، جس کا کوئی رہنمائی کرنے والا بھی نہیں ہے، تو اس کے نتائج دنیا دیکھتی ہے، مولانا کا حال یہ تھا کہ ان سے بچپن میں کہا گیا جاؤ بھینس چراؤ یا بکریاں لے جاؤ، مولانا کہتے ہیں کہ ان کاموں میں میرا جی ہی نہیں لگتا تھا، ابتداء میں مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوریؒ جو ان کے قریب ہی کے رہنے والے تھے، مولانا ان کے یہاں کچھ پڑھتے تھے، مولانا عبدالحلیم صاحب نے آپ کی ذہانت کو دیکھ کر آپ کے والد سے کہا کہ میاں اس کو پڑھنے کے لیے چھوڑ دیجئے، والد نے کہا کہ لے جاؤ، ظاہر ہے کہ وہ بے چارے کیا جانیں کہ اللہ نے اس بچہ کا انتخاب کس کے لیے کیا ہے، چنانچہ شروع میں مولانا نے جونپور ہی میں پڑھا، پھر مولانا عبدالحلیم صاحب ہی مظاہر علوم لے کر آئے، اور پوری تعلیم یہیں حاصل کی، اور اس کے بعد یہیں مدرس ہوگئے، پھر جب حضرت شیخ الحدیث نے ہجرت کا ارادہ کیا تو مولانا کو بخاری دے گئے، اور تقریباً پچاس سال مولانا نے بخاری پڑھائی، واقعہ یہ ہے کہ بہت کم لوگوں کو یہ مدت حاصل ہوئی ہوگی، اٹھائیس سال کی عمر میں مولانا شیخ الحدیث بن گئے تھے، اس عمر میں انسان بظاہر ابتدائی کتابیں پڑھاتا ہے، لیکن مولانا نے اس وقت سے بخاری پڑھانا شروع کی تو اخیر وقت تک پڑھائی، ان کے بڑے بڑے علماء شاگرد ہوئے، حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب کاندھلوی، محقق عصر مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی، اسی طرح گجرات کے متعدد جید

علماء سب مولانا کے شاگرد ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا کو یہ جو مقام عطا فرمایا یہ یکسوئی اور انتہائی شدید محنت کا نتیجہ تھا، آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم یکسوئی کے لیے تیار نہیں، یکسوئی میں خلل ڈالنے والی بے شمار چیزیں ہیں، ان میں ایک بڑی چیز موبائل ہے جو ہر جیب میں موجود ہے، اب ظاہر ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس سے فوراً پتہ چلے گا کہ فلاں جگہ یہ واقعہ پیش آیا، اب یہ پیش آیا، اس سے آدمی کا ذہن مکمل طور پر منتشر ہو جاتا ہے، اور جو لوگ اس کا مزید غلط استعمال کرتے ہیں وہ تو نہ جانے کیا کیا لوڈ کرتے ہیں، کہاں کہاں بھٹکتے ہیں، اس کے نتیجہ میں اپنے آپ کو برباد کرتے ہیں، تو ظاہر ہے اس سب کے بعد یکسوئی حاصل نہیں ہو سکتی، ورنہ علماء کی زندگی کا مطالعہ کریں، تو ان کی الگ ہی زندگی ہے، ایک بڑے عالم کا واقعہ ہے کہ وہ گھر سے آنے والے خطوط نہیں پڑھتے تھے، اس لیے کہ اگر پڑھیں گے تو ذہن منتشر ہوگا، اس لیے سب کو ایک مٹکے میں ڈالتے گئے، جب فراغت علمی کے بعد انہوں نے سب خطوط دیکھے تو کوئی خط پڑھتے تھے روتے تھے اور کوئی خط پڑھتے تھے تو ہنستے تھے، اس لیے کہ کسی میں وفات کا ذکر تھا تو کسی میں خوشی کا، لیکن اب موبائل کی سہولت یہ ہے کہ امریکہ میں بھی کوئی واقعہ ہو جائے تو وہ خبر اخبار میں بعد میں آتی ہے موبائل میں پہلے ہی آجاتی ہے، تو یہ بہت بڑی مصیبت ہے، حضرت مولانا یونس صاحبؒ کا جو وصف تھا، جس کے نتیجہ میں اللہ نے ان کو یہ مقام دیا تھا، اس میں انتہائی محنت و یکسوئی کا بڑا دخل تھا، ان کا کتب خانہ ایسا تھا کہ چاروں طرف کتابیں تھیں اور وہ خود بیچ میں، کبھی یہ کتاب نکالی، کبھی وہ کتاب نکالی، ان کے دن رات اسی میں گذرتے تھے، جو علماء ان کے پاس رہتے تھے ان کو بھی مراجعت کا کام ساتھ میں کرنے سے بڑا فائدہ ہوتا تھا، بڑی خوشی کی بات ہے کہ مولانا کا جو درس بخاری ہے، وہ خود مولانا نے مرتب کیا اور کئی جلدیں الحمدللہ تیار ہو گئی ہیں، پہلی جلد چھپ بھی گئی ہے، ابھی کچھ دنوں قبل ہمارا جانا ہوا تو مولانا وہی کام کر رہے تھے، اور کسی چیز کو بڑی محنت سے تلاش کر رہے تھے، جب وہ ملی تو بے حد خوشی کا اظہار فرمایا اور اپنے شاگرد سے کہا: لاؤ پڑھ کر سناؤ، اس کے بعد مولانا نے کہا: اللہ کا شکر ہے کہ یہ کام پورا ہو گیا، کئی چیزیں میں تلاش کر رہا تھا وہ مل گئیں۔

مولانا کی نگاہ کا عالم یہ تھا کہ متقدمین علماء کی یاد تازہ ہو جاتی تھی، حافظ ابن حجرؒ جو فن حدیث میں امام وقت ہیں، انہوں نے فتح الباری ایسی کتاب لکھی کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے، وہ کتاب اسلامی کتب خانہ کا ایک شاہکار ہے، مولانا نے اس کا ایسا ناقدانہ مطالعہ کیا تھا کہ اگر حافظ صاحب سے بھی کوئی فروگذاشت ہوئی ہے تو وہ چھوڑتے نہیں تھے، کئی جگہیں ایسی ہیں کہ انہوں نے اصلاح کی ہے، لیکن پورے احترام کے ساتھ، کہتے تھے کہ حافظ جی کے مقابلہ کا کوئی نہیں ہے، ان کی جو نگاہ ہے وہ بہت کم لوگوں کی ہوتی ہے، لیکن اللہ نے مولانا کو ایسی نگاہ دی تھی کہ وہ متقدمین کی کتابوں کا مطالعہ بھی کرتے تھے تو محض اس طرح نہیں کہ آدمی سرسری طور پر پڑھتا جائے اور نکلتا جائے، بلکہ باریکیوں پر مولانا کی نگاہ ہوتی تھی، اور ظاہر ہے باریکیوں پر اسی کی نگاہ ہوگی جس کے سامنے ساری چیزیں ہوں، فتح الباری کی پانچویں جلد میں کوئی بات لکھی ہے، اور اسی کی اٹھارویں جلد میں کوئی ایسی بات لکھی ہے جو اس سے قدرے مختلف ہے، آدمی کو ایسے میں کہاں یاد رہتا ہے کہ پانچویں جلد میں کیا تھا، لیکن مولانا فوراً اس کو پکڑ لیتے تھے، متون حدیث مولانا کا خاص فن تھا، اس میں شاید ہی کسی کی ایسی نگاہ ہو، اسانید کے ساتھ روایات کا جو فرق ہے، اس پر مولانا کی بڑی گہری نگاہ تھی، اگر کہیں کسی سے چوک ہوئی ہے تو مولانا فوراً اس کی پکڑ کرتے تھے، مولانا نے جو بخاری کی شرح لکھی ہے اس میں یہ ساری چیزیں آ گئی ہیں۔

مولانا انتہائی متواضع انسان تھے، انہوں نے حضرت شیخ الحدیث سے باقاعدہ سلوک کی تعلیم حاصل کی، مولانا اسعد اللہ صاحب سے بھی مولانا کا خاص تعلق تھا، اس میں بھی مولانا کی عجیب کیفیت تھی، تقوی کی ایسی زندگی کہ حلال و مشتبہ مال سے انتہائی درجہ احتیاط برتتے تھے، آسانی سے کہیں کھانا نہیں کھاتے تھے، بلکہ پوری تحقیق کے بعد ہی کھاتے تھے، اور اسی کے ساتھ پوری طرح سے احتیاط کی زندگی تھی، اس کا اثر یہ تھا کہ مولانا کا دل آئینہ کی طرح شفاف تھا، آئینہ کا عکس دوسروں پر پڑتا ہے، حدیث شریف میں سچے مؤمن کو بھی آئینہ سے تشبیہ دی گئی ہے، ارشاد ہے: ”المومن مرآۃ المومن“ مومن مومن کے لیے آئینہ ہے، واقعہ یہ ہے کہ جو سچا مومن ہوتا ہے، وہ دوسروں کے لیے آئینہ ہی کی طرح ہوتا ہے،

ایسے بہت واقعات ہیں کہ لوگ مولانا کے پاس گئے، اور مولانا نے ان کے اندرونی حالات کو محسوس کیا، ان کا عکس مولانا کے دل پر پڑا اور مولانا نے ان کی اصلاح کی، ایسے انداز سے بات کہی کہ اصلاح ہوجائے، اچھے انداز سے بھی کہی اور روک ٹوک کے انداز میں بھی کہی۔

مولانا کا ایک امتیازی وصف یہ تھا کہ آپ ہر کام خالص اللہ کے لیے کام کرنے والے تھے، محبت اللہ کے لیے، دینا اللہ کے لیے، لینا اللہ کے لیے، حدیث میں آتا ہے کہ جس نے ایسا کیا تو "فقد استکمل الایمان" ایسے شخص نے اپنا ایمان مکمل کرلیا، چنانچہ مولانا کا یہ حال تھا کہ بڑے سے بڑا مالدار ہو، یا کوئی اور ہو، مولانا کا معاملہ عجیب تھا وہ ہر ایک سے بالکل مستغنی تھے، ان کا سارا تعلق اللہ سے تھا، اور ان لوگوں سے تھا جو اللہ والے ہیں، حضرت مولانا قاری صدیق صاحبؒ، حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ سے بڑا تعلق تھا، یہ آخری درجہ کی بات ہے کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ جب بیمار تھے تو مولانا یونس صاحب عیادت کے لیے آئے، اور کہا: حضرت! میرا جی چاہتا ہے کہ میں حدیث کی آپ سے اجازت لوں، حضرت مولانا نے کہا کہ تم کو کیا ضرورت ہے، کہنے لگے نہیں، برکت ہے، نسبت ہے، حضرت مولانا نے بخاری شریف منگوا کر پڑھوائی اور آپ کو اجازت دی، ظاہر ہے یہ مولانا کی بڑائی تھی، ورنہ مولانا تو خود اس سطح پر تھے کہ ان کو اس کی ضرورت نہ تھی، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا تو حدیث اصل موضوع بھی نہیں تھا، لیکن مولانا نے قدر کی، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جو آدمی اللہ کے لیے جیتا مرتا ہے، اس کا تعلق بھی اللہ کے لیے ہوتا ہے، اور وہ اللہ والوں سے محبت کرتا ہے، مولانا کا بھی یہی حال تھا، اور ان کا پورا احترام تھا، لیکن دنیا سے کوئی سروکار نہ تھا، کوئی بھی آجائے کوئی مطلب نہیں، ان کے یہاں ساری قیمت زہد و تقوی کی تھی۔

ایک بزرگ کا واقعہ مشہور ہے، اودھ کا گورنر ان سے ملنے آنا چاہتا تھا، اس کے قاصد نے بزرگ سے کہا کہ گورنر اور ان کی اہلیہ آپ سے ملنا چاہتی ہیں، اس زمانہ میں انگریز گویا خدا ہوتے تھے، آج اس کو سمجھنا مشکل ہے، لیکن اس وقت انہیں کو سب کچھ لوگ سمجھتے تھے، بعض کا خیال یہاں تک ہوگیا تھا کہ کیا یہ گورے چٹے لوگ بھی آگ میں ڈالے جائیں گے، یہ تو ہو ہی نہیں سکتا، گویا ایک عجیب و غریب ذہن بن گیا تھا، تو کسی قاصد نے

کہا کہ گورنر صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں اور بتایا کہ فلاں گورنر ہیں، مولانا نے کہا کہ اچھا ہے اگر آنا چاہیں تو آجائیں، اب وہ آگئے، لیکن ان کو نیچے بیٹھنا مشکل ہوا، کیونکہ وہ کرسی پر بیٹھنے کے عادی تھے، عجیب قصہ یہ ہوا کہ شیخ کے یہاں ان کی آمد پر کوئی اہتمام بھی نہ ہوا، چنانچہ شیخ نے فرمایا: اگر زمین پر بیٹھنا مشکل ہو تو مٹکا رکھا ہے، اسی کو الٹا کر کے بیٹھ جایئے، لیکن اس کے باوجود وہ گورنر ان کے سامنے بہت عقیدت کے ساتھ آیا، اور نگاہوں میں ایک عظمت لے کر رخصت ہوا، اس نے سبق لیا کہ ان کو دنیا سے کوئی سروکار نہیں۔

مولانا یونس صاحبؒ کی بھی یہی صورت حال تھی، ان کو کسی سے کوئی مطلب نہ تھا، لیکن حرم شریف میں ہم نے دیکھا کہ وہاں بہت بے تکلف نظر آتے تھے، یہاں تو بہت رعب کی کیفیت رہتی تھی، جانے والوں کی آپ کی خدمت میں حاضری کی ہمت نہ ہوتی تھی، یہ ان کے علم کا رعب کا تھا، زہد و تقوی کی نورانیت تھی کہ آدمی جاتا تھا تو ایک رعب ہوتا تھا، لیکن جب قریب جاتا تھا تو ایک محبت پیدا ہوتی تھی، آپ ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ دیکھنے والا دور سے دیکھتا تو ایک ڈر پیدا ہوتا تھا، لیکن بعد میں خود آپ کی محبت دیکھ کر وہ قریب ہو جاتا تھا، مولانا کا بھی یہی معاملہ تھا، جب ان کے پاس جاتے تو رعب ہوتا اور جب قریب بیٹھتے تو سب کچھ ختم ہو جاتا، لیکن ہم نے حرم میں دیکھا کہ وہاں مولانا ایسے رہتے تھے کہ جیسے کچھ جانتے ہی نہیں، ہر آدمی مولانا کے پاس آرہا ہے اور بات کر رہا ہے، مولانا ہنس رہے ہیں اور جواب دے رہے ہیں، وہاں کوئی حجاب نہ ہوتا تھا، اکثر اللہ والوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہاں جا کر بالکل فنا ہو جاتے ہیں، ایک بزرگ کو کسی نے دیکھا وہ وہاں بالکل بے تکلف پھر رہے ہیں، کسی نے پوچھا یہ کیا؟ تو کہا: یہاں تو ہم سب بچے ہیں، یہاں کیا ہے؟ کہاں کی مشیخت اور کہاں کی بڑائی، تو مولانا وہاں بہت بے تکلف رہتے تھے، ہم نے دیکھا کہ وہاں پورا وقت بڑے احترام سے گذارتے تھے، خدام وہیل چیئر لے کر پھرتے، اور مولانا سنتوں میں ذرہ برابر سستی نہ برتتے، حج کا مسلسل معمول تھا، جب کہ مولانا کی صحت کو دیکھتے ہوئے حج بہت دشوار تھا، حج میں بہت سے ایسے اعمال ہیں جن کو بھیڑ کی وجہ سے لوگ چھوڑ دیتے ہیں، اور بعد میں ادا کرتے ہیں، مثلا: رمی کرنا، طواف زیارت وغیرہ، لیکن مولانا کو دیکھا تو ہم

تعجب میں پڑ گئے کہ تمام اعذار کے باوجود ان کا ہر کام سنت کے مطابق ہوتا تھا، کنکری مارنے کا جو وقت ہے، مولانا اسی وقت مارتے تھے، طواف زیارت کا جو سنت وقت ہے مولانا اسی وقت کرتے تھے، ایک مرتبہ برادر مخدوم ومعظم مولانا سید عبداللہ صاحبؒ اور چند ساتھی ہم لوگ جیسے ہی مزدلفہ سے منی پہنچے، وہاں مولانا سے ملاقات ہوگئی، مولانا نے ملاقات کے فوراً بعد فرمایا: فوراً جاؤ، دیر نہ کرنا، پہلے رمی کر کے آؤ، ہم نے مولانا کا حال پوچھا تو معلوم ہوا مولانا تمام اعمال کر چکے تھے۔

مولانا کی زندگی مکمل طور پر اتباع سنت سے عبارت تھی، ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ مولانا کی مجلس میں ایک بزرگ آئے، اور ان کے کسی عمل سے مولانا کو ناگواری ہوئی، مولانا نے بلایا اور پوچھا: کیا تم نے ایسا کیا ہے؟ انہوں نے جواب میں ایک جملہ کہہ دیا کہ حضرت یہ کام سنت نہیں ہے، یہ تو سنت مشائخ ہے، اس پر مولانا کو بالکل جلال آ گیا، اور فرمایا: سنت مشائخ کی کیا حقیقت ہے؟ اللہ کے نبی کی سنت کے آگے ہر چیز بالکل دو کوڑی کی ہے، مولانا کے اندر یہ حمیت تھی، حدیث وسیرت سے اشتغال کی بنا پر سب ان کے سامنے تھا، اسی کا نتیجہ تھا کہ اللہ نے ایسا روشن دل ودماغ اور چہرہ ان کو عطا فرمایا تھا کہ جو بھی جاتا تھا اس پر ایک اثر ہوتا تھا، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کی جتنی تربیت اللہ والوں کی صحبت سے ہوتی ہے، اتنا کتابوں کے مطالعہ اور پڑھنے پڑھانے سے انسان نہیں سیکھتا، مولانا کا ایک طرف تو علمی مقام ایسا بلند کہ انہوں نے سب کچھ بالکل پی لیا تھا، اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اتنا فائدہ اٹھایا تھا کہ مولانا کا مقام اتنا بلند تھا کہ انگلیوں پر گنا جائے تو شاید ہی ایسے افراد ملیں۔

مولانا کا وجود ایسے حالات میں خاص طور پر باعث رحمت تھا، مولانا خالص کتابوں کے آدمی تھے، اللہ والے تھے، لیکن دنیا پر بھی نگاہ تھی، حیرت ہے کہ ندوہ سے جو پرچے جاتے تھے مولانا ان کا بھی مطالعہ کرتے تھے، بعض دفعہ ایسا ہوا کہ مولانا نے کسی بات پر ان کا حوالہ دیا، سید صاحب وغیرہ کی پوری کتابیں پڑھیں، وہاں کے لوگوں کو علامہ شبلی سے بہت زیادہ مناسبت نہیں ہے، ایک دفعہ ایک صاحب آئے جو کہ وہاں کے پرانے فارغ تھے، اور انہوں نے علامہ شبلی پر سخت بات کہہ دی، مولانا کو جلال آ گیا اور کہا کہ تم شبلی کو

کیا جانو، انہوں نے کتنا کام کیا ہے، اسلام کی کیسی خدمت کی ہے، جب جلال میں مثالیں دے کر بات کی تو تعجب ہوا، کیونکہ عام طور پر آدمی جو موضوع اختیار کرتا ہے، اس کے علاوہ موضوعات کی کتابوں کا مطالعہ بہت کم ہوتا ہے، اور مولانا کا حال یہ تھا کہ وہ اردو کی تعبیر میں گویا فن حدیث کا کیڑا تھے، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ جو حالات و مسائل پیش آتے ہیں، اس پر بھی مولانا کا اچھا مطالعہ تھا، حضرت مولانا علی میاںؒ کی فکر کے بہت قائل تھے، آپ کی ساری کتابیں پڑھی تھیں، مولانا کہتے تھے کہ حضرت مولانا علی میاںؒ کا جو طرز فکر ہے، وہ بلاشبہ قابل تقلید ہے، کیونکہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم دین کو اہل اقتدار تک پہنچائیں، جو طاقت والے ہیں، ان تک ہمیں دین پہنچانا ہے، اگر ہم یہ کریں کہ دین والوں کو وہاں پہنچائیں تو اس کے نتیجہ میں انتشار ہوگا، خون بہے گا، کرسی والے کرسی توڑنے کو ترجیح دیں گے، لیکن چھوڑیں گے نہیں، اسی لیے ان حالات میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے طرز فکر کو عام کرنے کے قائل تھے، بعض مرتبہ درس بخاری میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے مطالعہ کی طلبہ کو تلقین بھی کی، محبت تو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے ایسی تھی کہ ایک بار ایسا ہوا کہ حضرت مولانا نے ان کو فون کیا، اور کسی نے کان میں آکر کہا کہ مولانا علی میاں صاحب کا فون آیا ہے، بس مولانا فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور فون پر بات کرنے کے بعد دارالحدیث تشریف لائے، بعد میں فرمایا کہ مجھے اچھا نہیں لگا کہ مولانا کا فون آیا اور میں بعد میں بات کروں، ظاہر ہے یہ انتہائی محبت کی بات ہے، اور یہ محبت اس لیے نہیں تھی کہ علی میاں کی شہرت ہے، بلکہ اس لیے تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ اللہ والے ہیں، ان کا کام اللہ کے لیے ہوتا ہے، جو کام کرتے ہیں اخلاص کے ساتھ ہوتا ہے، ان کی دعوت اللہ کے لیے ہے، یہ ساری چیزیں ایسی تھی کہ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو علم و تقوی اور زہد کے اعتبار سے نائب نبی بنایا، حدیث شریف میں آتا ہے: ”العلماء ورثة الأنبياء“ حقیقت میں علماء انبیاء کے وارث ہیں، لیکن وراثت کا جو صحیح استحقاق ہے، وہ ان لوگوں کو ہے جو اس کا حق ادا کرنے والے ہیں، آپ ﷺ کے علم کو اور آپ کے طرز عمل کو، طرز زندگی کو، آپ ﷺ کے اسوۂ مبارکہ کو جذب کرنے والے ہیں، انہوں نے جس طرح علم کو جذب

کیا اسی طرح آپ ﷺ کی عملی زندگی کو بھی جذب کیا۔

بلاشبہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحبؒ کی زندگی ہم سب کے لیے ایک بہترین نمونہ ہے، واقعہ یہ ہے کہ ایسے حضرات کا تذکرہ بھی ہمارے لیے ایک بہت بڑا سبق ہے، اس میں ہمارے لیے ایک راستہ ہے، خاص طور سے مولانا کی زندگی ان طلباء کے لیے ایک پیغام ہے جن کے تعلیمی سال کا آغاز ہے، طالبان دین ان کی زندگی سے یہ سبق لیں کہ ہمیں اپنے اندر یکسوئی پیدا کرنی ہے، ہمیں محنت کرنی ہے، ہمیں اپنے لیے کسی فن کا انتخاب کر کے اپنے کو اس میں کھپا دینا ہے، اگر یہ طے کریں گے تو مولانا کی زندگی میں اس کا بڑا سبق ہے، ہر اس طالب کے لیے سبق ہے جو غریب گھرانہ سے آیا ہے، اس کا کوئی بیک گراؤنڈ نہیں ہے، اس کے خاندان میں کبھی علماء پیدا نہیں ہوئے، ان تمام کمزوروں کے لیے مولانا کی زندگی میں ایک ایسا نمونہ ہے کہ آدمی اس کو سامنے رکھے تو مولانا یونس جونپوری بن سکتا ہے، بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ سکتا ہے، غور کی بات ہے کہ جو بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے، وہ کس خاک سے بنے، ظاہر ہے وہ آسمان سے نہیں اترے تھے، لیکن کس طرح ان کی زندگی تھی، طلب علم کی ان کی زندگی جو انتہائی محنت وقربانیوں کے ساتھ گذری ہے، اس کو دیکھنے کی ضرورت ہے، انہوں نے کس طرح اپنے اوپر قابو کیا، یہ بھی دیکھنے کی چیز ہے، ابھی ہمیں شہر جانے کا تقاضا ہے، فلاں فلاں چیز کا تقاضا ہے، یہ سارے تقاضے جو اللہ نے انسان کے اندر ودیعت کیے ہیں، ان کو دبا کر ہمارا جو اصل مقصد زندگی ہے، مدرسہ میں آنے کا جو اصل مقصد ہے، اگر ہم اس کو سامنے رکھیں گے تو اللہ ایسا نوازتا ہے کہ حیرت ہوتی ہے، ایک چھوٹے گاؤں کا بچہ اپنے وقت کا محدث بنتا ہے، دنیا اس سے فائدہ اٹھاتی ہے، دنیا کے بڑے بڑے دولت مند سر جھکانا باعث فخر سمجھتے ہیں، لیکن یہ سب محنت اور یکسوئی سے ملتا ہے، اس طرح نہیں کہ ہم درجے کا اور نمازوں کا اور سنتوں کا اہتمام نہ کریں، اور بڑے آدمی بھی بن جائیں، یہ بالکل ممکن نہیں، کشتی چلانا ہے تو پانی پر ہی چلے گی، اس لیے جن طلباء نے یہ راہ اختیار کی ہے، ان کے لیے غور کا مقام ہے، وہ جس راستہ میں ہیں اس کے کچھ آداب ہیں، اگر ان کا خیال رکھا تو اللہ نوازے گا، اور ایسا

مقام ملے گا جس کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا، مولانا کی جو زندگی تھی وہ ہم سب کے لیے ایک ایسا ہی نمونہ تھی، ہمیں اس سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے، کوشش اور محنت کی ضرورت ہے، اللہ نے ان کو جو توفیق دی، اصل تو اسی توفیق ہی سے ہوتا ہے، لیکن بڑی حقیقت پسندانہ بات یہ ہے کہ آدمی کے اندر جو ہمت وطلب اور شوق ہوتا ہے، اللہ اسی اعتبار سے توفیق بھی عطا فرماتے ہیں، آدمی کے پاس جیسا ظرف ہوتا ہے، اسی اعتبار سے اس کو ملتا ہے، ظرف چھوٹا ہے تو محدود ملے گا، وسیع ہے تو بہت کچھ ملے گا، اس لیے طلب بڑھانے کی ضرورت ہے، بہت کچھ لینے کی ہمت ہونی چاہیے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اپنے ظرف کو صاف کریں، گندگیوں کو دور کریں، اس کے بعد اس ظرف میں جو دودھ آئے گا تو وہ پھٹے گا نہیں، اگر گندے برتن میں دودھ لیا جائے تو وہ پھٹ جاتا ہے، اسی طرح یہ علم جس کی مثال دودھ سے دی گئی ہے، یہ ایسا ہے کہ اگر ہمارا برتن صاف ہے تو یہ علم اپنے جوہر اور اپنی روشنی کے ساتھ باقی رہے گا، اور اگر ہمارا برتن گندا ہے تو سب کچھ ختم ہو جائے گا، کوئی کسی یونیورسٹی میں امتحان دے گا، اور سوچے گا کہ دنیا کما لی جائے، یہ جو علم ہے یہ اللہ کی رضا کے لیے ہے، اللہ کے بندوں کو اللہ تک پہنچانے کا ذریعہ ہے، تو اس سے سبق لینا چاہیے، مولانا کی زندگی ہم سب کے لیے ایک نمونہ تھی، چونکہ ابھی مدارس کے تعلیمی سال کا آغاز ہے، تو گویا مولانا کی زندگی سے اللہ نے ہمیں ایک تحفہ دیا، ہم اس تحفہ کی قدر کریں، اس سے فائدہ اٹھائیں، اپنی زندگی ایسی بنائیں کہ ہم جہاں بھی رہیں تو ایسے بن کر رہیں کہ ایک چراغ کی طرح ہوں، اگر مدرسہ کے ماحول میں خدانخواستہ ہم اپنی عادت نہ بدل سکیں، ہم غلط کاموں میں لگ جائیں، اپنے وقت کو ضائع کریں، تو کچھ بھی حاصل ہونے والا نہیں ہے، یہ قیمتی وقت جو اللہ نے دیا ہے، اس سے پورا فائدہ اٹھانا اسی وقت ممکن ہے جب ہم اس کی قدر کریں، اور جو نظام ہے اس سے فائدہ اٹھائیں، سنتوں کا اہتمام کریں، اللہ سے تعلق مضبوط کریں، تعلق جتنا مضبوط ہوگا، اتنا ہی علم میں طاقت اور روشنی پیدا ہوگی، وہ علم علم نافع بنتا چلا جائے گا، آدمی اپنی زندگی میں اس سے فائدہ اٹھائے گا اور دوسرے بھی اٹھائیں گے، اللہ تبارک وتعالی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

آہ! شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد سعیدی☆

ریحانۃ الہند شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب علیہ الرحمہ ابن جناب شبیر احمد صاحبؒ ۲۵/رجب المرجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲/اکتوبر ۱۹۳۷ء شنبہ کے دن اپنے گاؤں چوکیا، کھیتا سرائے ضلع جون پور (یوپی) میں پیدا ہوئے، والدہ ماجدہ کا سایہ ایسے وقت سر سے اٹھا، جب آپ صرف ۵ سال ۱۰ ماہ کے تھے (سرکار دو عالم صلی اللہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا جب وصال ہوا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک بھی تقریباً یہی تھی)۔

والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد آپ اپنی نانی کے پاس رہنے لگے، ایک دفعہ نانی اپنے لڑکے یعنی حضرت شیخ کے ماموں کی اس لئے پٹائی کر رہی تھیں کہ وہ پڑھنے میں تساہل اور تغافل کر رہے تھے، حضرت شیخ نے کم عمری کے باوجود اسی دوران نانی جان سے عرض کیا کہ میں بھی پڑھنے جاؤں گا۔ اس عرض وگزارش پر فوری عمل کیا گیا، زادِ راہ تیار ہوا، کھانا پکا اور وہاں سے تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ایک مکتب کے لئے اپنے ماموں کے ساتھ روانہ ہوئے، کم عمری کی وجہ سے آپ تھک گئے تو ماموں نے جو خود بھی لڑکے تھے اور پڑھنے کے لئے جا رہے تھے، اپنے کندھے پر اٹھا لیا، جب تھک گئے تو اتار دیا اور اس طرح مکتب پہنچ گئے، حالات کچھ ایسے بنے کہ وہاں نہ پڑھ سکے اور پھر ایک دوسرے مکتب میں پڑھنے کے لئے بٹھائے گئے، وہاں بغدادی قاعدہ پڑھا، آپ کے ماموں نے تعلیم ترک کر دی تو آپ کا پڑھنا بھی موقوف ہو گیا۔ کچھ دن بعد ایک پرائمری اسکول آپ ہی کے گاؤں میں قائم ہو گیا تو آپ اس اسکول میں جانے لگے، درجہ دوم تک وہاں پڑھا پھر درجہ سوم کیلئے مانی کلاں کے ایک پرائمری اسکول میں داخل ہوئے۔

آپ کے والد ماجد سادہ مزاج، دیندار، پابند صوم وصلوۃ، پرانی وضع رکھنے والے، انگریزی دور سے شناسا اور انگریزیت کی زہرناکیوں سے واقف تھے، اس لئے آپ نے مناسب نہیں

☆ ناظم ومتولی مظاہر علوم (وقف) سہارنپور۔

سمجھا کہ اپنے جگر گوشہ کو ایسی تعلیم دلائی جائے جس کی بنیاد کفر پر ہو اور جس کا حاصل صرف مادیات کا حصول ہو۔ ہندی انھیں پسند نہیں تھی کیونکہ ہندی اسکولوں میں بھی کفر اور شرک کی بھرمار ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ مدظلہ نے خود اپنا ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے کہ میں ایک دن ایک ہندی کتاب پڑھ رہا تھا جس میں لکھا تھا کہ ”طوطا رام رام کرتا ہے“ والد ماجد نے یہ سنا تو فرمایا کہ ”بس بہت پڑھ لیا کتاب رکھ دو“ اور اس طرح آپ کی عصری تعلیم موقوف ہو گئی۔

ابتدائی دینی تعلیم فارسی سے سکندر نامہ تک علاقہ کے مکاتب میں حاصل کی، ابتدائی عربی سے مختصر المعانی، مقامات حریری، شرح وقایہ، نور الانوار تک کی تعلیم مدرسہ ضیاء العلوم مانی پور جون پور میں حاصل کی، اکثر کتابیں حضرت مولانا ضیاء الحقؒ سے، مولانا نور محمدؒ سے تعلیم الاسلام اور شرح جامی بحث اسم حضرت مولانا عبد الحلیمؒ ناظم مدرسہ ریاض العلوم گورینی سے پڑھیں۔

مظاہر کی خاموش تعلیم، یہاں کے اکابر و اسلاف کی مشک بار تربیت، روح و روحانیت، اصلاح باطن، اذکار و مجاہدات، افکار و تخیلات، سادگی و قناعت، شرافت نفس اور تواضع وللّٰہیت کی نورانیت عالم میں اپنا شہرہ بلند کئے ہوئے تھی۔

یہی وجہ ہے کہ اس عہد میں طلبہ اولاً یہیں داخلہ کی خواہش و کوشش کرتے تھے، اس سلسلہ میں بہت سے واقعات حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کی ”آپ بیتی“ میں درج ہیں اور بعض واقعات ”پرانے چراغ“ سے بھی معلوم کئے جا سکتے ہیں۔

حضرت شیخ محمد یونس علیہ الرحمہ کے استاذ با کمال حضرت مولانا عبد الحلیمؒ خود اسی ادارہ کے فارغ و فاضل اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے مسترشد تھے، اسلئے حضرت والا کے مزاج اور طبیعت میں ”مظاہر“ سمایا ہوا تھا چنانچہ ۱۵؍شوال ۱۳۷۷ھ ۵؍مئی ۱۹۵۸ء دوشنبہ کو آپ استاذ محترم کے اشارہ پر مظاہر علوم فروکش ہوئے، دفتر کی جانب سے داخلہ امتحان کیلئے فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کا نام نامی اسم گرامی تجویز ہوا اور حضرت موصوف نے حضرت مفتی صاحبؒ کو مختصر المعانی، شرح وقایہ، قطبی، مقامات حریری، نور الانوار کا امتحان دیکر کامیابی حاصل کی، ۱۳۷۸ھ آپ کا یہاں پہلا سال تھا، امسال آپ نے جلالین، ہدایہ

اولین، میبذی اور سراجی وغیرہ سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔

اگلے سال ۱۳۷۹ھ میں بیضاوی شریف، میر قطبی، ہدایہ ثالث، مشکوٰۃ، مقدمہ مشکوٰۃ، شرح نخبۃ الفکر، سلم العلوم اور مدارک پڑھیں۔

۱۳۸۰ھ میں بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، طحاوی شریف، نسائی شریف، ابوداؤد شریف، ابن ماجہ شریف، مؤطا امام محمدؒ، مؤطا امام مالکؒ اور شمائل ترمذی پڑھ کر پوری جماعت میں امتیازی نمبرات سے کامیاب حاصل کی، یہاں اس وقت اعلیٰ نمبرات ۲۰ تھے، آپ نے نہ صرف یہ کہ متعدد کتابوں میں ۲۱-۲۱ نمبرات حاصل کئے بلکہ بعض کتابوں میں (۲۱ ۱/۲) نمبرات ملے اور مجموعی طور پر بھی آپ کے نمبرات پوری جماعت میں سب سے زیادہ تھے، اس طرح آپ اپنے ساتھیوں میں شروع ہی سے ممتاز اور برتر قرار پائے۔

آپ نے بخاری شریف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ سے، ابوداؤد شریف حضرت مولانا محمد اسعد اللہؒ ناظم مدرسہ سے، مسلم شریف حضرت مولانا منظور احمد خانؒ سے اور ترمذی ونسائی حضرت مولانا امیر احمد کاندھلویؒ سے پڑھیں۔

دورۂ حدیث شریف کے رفقاء میں حضرت مولانا سید محمد عاقل سہارنپوری مدظلہ، حضرت مولانا شجاع الدین حیدرآبادی، حضرت مولانا اجتباء الحسن کاندھلوی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

زمانۂ طالب علمی میں فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ نے آپ کی سرپرستی فرمائی، شفقت وکرم کا وہ معاملہ جو ایک باپ اپنے بیٹے کیساتھ رکھتا ہے، حضرت مفتی صاحبؒ نے آپ کے ساتھ فرمایا جس کا تذکرہ خود حضرت شیخ مدظلہ کبھی کبھی خصوصی مجلسوں میں بھی فرماتے رہتے ہیں۔

فراغت کے بعد بھی آپ کے تقرر وترقی میں حضرت مفتی صاحبؒ کی شفقتیں اور نوازشیں شامل رہیں، چنانچہ مدرسہ کا قدیم ریکارڈ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم ۱۳۸۱ھ کو بمشاہرہ ۷/روپے عارضی معین مدرس مقرر ہوئے۔ یکم ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ کو

مستقل استاذ ہوگئے اور یکم شوال ۱۳۸۴ھ کو بمشاہرہ ساٹھ روپے مدرس وسطیٰ تجویز کئے گئے۔

محترم مولانا محمد ایوب مظاہری سورتی حفظہ اللہ (ابن جناب قاری بندہ الٰہی میرٹھی) لکھتے ہیں:

’’جن چار اساتذۂ حدیث کے سامنے آپ نے زانوئے تلمذ طے کیا اور دورہ کی تمام کتابیں پڑھیں، اگلے چار برسوں میں ان میں سے دو اساتذہ جوارِ رحمت میں پہنچ گئے، یعنی حضرت مولانا امیر احمد صاحب اور حضرت مولانا منظور احمد خان صاحبؒ اور دو اساتذہ حدیث یعنی حضرت مولانا شیخ زکریا اور حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب نے اپنے ضعف و پیری اور عوارض وامراض کی وجہ سے ترک تدریس کا فیصلہ کرلیا بالخصوص حضرت شیخ زکریاؒ کے قلب میں تو عشق ومحبت کی وہ چنگاریاں دبی ہوئی تھیں جو ان کو حرمین شریفین کے قیام وہجرت پر مجبور کررہی تھیں مگر ان دونوں حضرات کے سامنے اپنے اکابر وبزرگوں کے لگائے ہوئے پودے ’’مظاہر علوم‘‘ کی فکر تھی، کہ کہیں مخالف وتند ہواؤں میں اس پر کوئی آنچ نہ آئے اسلئے اس کی آبیاری اور بنیاد کے مضبوط رکھنے کی فکر اپنے قیام سے زیادہ تھی۔

(الیواقیت الغالیة فی تحقیق و تخریج الاحادیث العالیة ص: ۱/۱۷)

یہ وہ زمانہ ہے جب تقریباً تمام پرانے چراغ گل ہو چکے تھے، شجر ہائے سایہ دار مرجھا چکے تھے، شگفتہ پھول کمہلا گئے تھے صرف دو اہم شخصیات باقی تھیں جو خود بھی چراغ سحری تھیں تاہم ان کے دل کی ہر دھڑکن مظاہر علوم تھا، ان کا ہر سانس ادارہ کا تحفظ وتشخص تھا، ان کی آہ سحر گاہی کا مرکز ومحور مظاہر تھا، ایک عشق رسول میں مدینۃ النبی جانے کیلئے بے قرار تو دوسرا عشق الٰہی میں حضورِ رب کے لئے تیار اور اِدھر مظاہر جس کا ماضی نہایت شاندار لیکن مستقبل موہوم ومدھم یہ سوچ کر ان دونوں حضرات نے طے کیا کہ ناممکن ہے کہ ملت اسلامیہ بانجھ ہو جائے، ایسا نہیں ہوسکتا کہ مظاہر جیسا شجر سایہ دار خشک ہو کر قصۂ پارینہ بن جائے۔ چنانچہ مولانا محمد ایوب مدظلہٗ آگے لکھتے ہیں۔

’’کسی بھی ادارہ میں دو منصب اہم ہوتے ہیں ایک ناظم ومہتمم کا اور ایک شیخ الحدیث کا اور ان دونوں اکابر کے سامنے یہ منصب اس کے اہل کو سپرد کرنے کی فکر اور اس کا داعیہ تھا، اسلئے کہ وعید نبوی بھی ہے اذا

وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة چنانچہ مناسبت واستعداد کو دیکھ کر حضرت اقدس مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ کو ناظم مدرسہ کیلئے اور حضرت الاستاذ مولانا محمد یونس صاحب کو شیخ الحدیث کیلئے رفتہ رفتہ تیار کیا اور جب جس کا موقع آیا اس کو وہ منصب سپرد کر دیا گیا۔“ (الیواقیت ص:۱/ ۱۷)

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ نے طے کیا کہ ان دونوں مسندوں کے لئے دو افراد ایسے تیار کئے جائیں جو اپنے اپنے مقام پر مکمل ہوں چنانچہ نظام مدرسہ کیلئے ایک ایسی شخصیت کا انتخاب کیا جائے جو تدبیر وتدبر، حالات وشوؤن سے آگہی، واقعات وپس منظر سے واقفیت، روایات وتعامل کی معلومات، احکامِ وقتیہ کے نتائج وثمرات، فتن وفتنہ پردازوں کی سرکوبی کا ہنر رکھتا ہو، ازمیزان تا بخاری پڑھانے کا فن اپنے اندر سموئے ہوئے ہو، علو نسبت، صلاحیت وصالحیت، تقویٰ ودیانت اور امانت جیسی خوبیوں سے مرصع ہو تو مسند حدیث کیلئے امہات کتب کے علاوہ محدثین وفقہاء کے حالات، مختلف علوم وفنون پر دسترس، حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے تمام متبعین کے دلائل وبراہین پر نظر، فقہ حنفی کا اثبات، زہد وقناعت، عبادت وریاضت، خاکساری ومسکنت، تواضع وفروتنی، مآخذ ومظان پر عبور کامل، دیگر مسالک وممالک کے علماء وصلحاء اور ماہرین کے تذکار سے روشناس ہو اور سب کی ابحاث پڑھنے، بتانے اور سنانے کے بعد اپنے مسلک ومشرب کی شاندار تشریح وتوضیح وغیرہ بنیادی مسائل ومعاملات پر مکمل گرفت رکھتا ہو۔

مجھے یہ کہنے اور لکھنے میں کوئی تأمل یا تردد نہیں کہ اکابر کا یہ انتخاب لاجواب تابناک اور روشن مستقبل کی ضمانت ثابت ہوا، حضرت مفتی مظفر حسینؒ جیسے بالغ نظر مفکر ومدبر اور صالح انسان کا مظاہر جیسی باوقار درسگاہ کے منصب نظامت پر فائز ہونا مشیت الٰہی تھا تو دوسری طرف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونسؒ کا مسند حدیث کے لئے انتخاب بلاشبہ عنایت الٰہی ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ نے ایک دفعہ مدینہ منورہ سے تشریف لائے مدرسہ کی عمارت دار الطلبہ جدید کی مسجد میں خطاب کے دوران فرمایا کہ میں نے تین دعائیں کی تھیں ان میں سے دو دُعائیں قبول ہوگئی ہیں۔

(۱)مدرسہ کو اس کے شایانِ شان ناظم مل جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمالی اور’’ قاری مظفر‘‘ جیسا عالم اس ادارہ کا ناظم بنا۔

(۲)دوسری دعا میں نے یہ کی تھی کہ میرے شیخ حضرت مولانا خلیل احمدؒ کی’’ بذل المجہود‘‘ شائع ہوجائے، الحمدللہ وہ بھی شائع ہوگئی۔

(۳) تیسری دعا میں نے یہ کی تھی میرا انتقال مدینہ پاک میں ہوجائے، آپ حضرات بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، الحمدللہ باری تعالیٰ نے حضرت شیخ الحدیثؒ کی یہ دعا بھی قبول فرمالی اور جنت البقیع میں جگہ ملی۔

بہرحال حضرت مولانا محمد یونسؒ کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کی جانشینی کے لئے انتخاب محض عنایت الٰہی ہے چنانچہ ۱۳۸۴ھ میں جب آپ کے استاذ حضرت مولانا امیر احمد کاندھلویؒ کا وصال ہوگیا تو آپ استاذ حدیث بنائے گئے، پوری تفصیل حضرت والا مدظلہٗ کے قلم سے آپ بھی پڑھتے چلیں۔

> ’’ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ میں حضرت استاذی مولانا امیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے انتقال ہوجانے کی وجہ سے مشکوٰۃ شریف استاذی مفتی مظفر حسین ناظم اعلیٰ مظاہر علوم کے یہاں سے منتقل ہوکر آئی جو’’باب الکبائر‘‘ سے پڑھائی پھر آئندہ سال شوال ۱۳۸۵ھ میں مختصر المعانی، قطبی، شرح وقایہ مشکوٰۃ شریف مکمل پڑھائی اور شوال ۱۳۸۶ھ میں ابوداؤد شریف، نسائی شریف، نورالانوار زیر تعلیم رہیں اور شوال ۱۳۸۷ھ سے مسلم، نسائی، ابن ماجہ مؤطین زیر درس رہیں، اس کے بعد شوال ۱۳۸۸ھ میں بخاری شریف ومسلم شریف وہدایہ ثالث پڑھائی‘‘۔
>
> (الیواقیت الغالیہ ص۱۹و۲۰)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے حضرت شیخ مدظلہٗ کے پہلے سال کی تدریس بخاری ومسلسلات کا ذکر خیر اپنی نامور البیلی کتاب’’ آپ بیتی‘‘ میں بھی کیا ہے۔

حضرت شیخ مولانا محمد یونس علیہ الرحمہ کی تدریس بخاری کا سلسلہ الحمدللہ بہت جلد علماء

وخواص میں مقبول ہوتا چلا گیا جب بخاری شریف کی تکمیل کا موقع ہوتا تو عوام وخواص کی حالت دیدنی ہوتی تھی، خود حضرت والا کو اگر معلوم ہوجاتا کہ حضرت شیخ الحدیث مہاجر مدنیؒ کی آمد ان دنوں میں متوقع ہے تو بخاری کی ایک دو حدیث روک لیتے تاکہ حضرت شیخ الحدیث کاندھلویؒ سے ختم بخاری کرایا جائے، چنانچہ خود حضرت شیخ الحدیث مہاجر مدنیؒ ایک جگہ اپنی ''آپ بیتی'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

> ''سہارنپور واپسی پر معلوم ہوا کہ مولانا یونس صاحب نے بخاری کا ختم روک رکھا ہے اس لئے حسبِ سابق دوشنبہ کی صبح کو ساڑھے نو بجے زکریا اور ناظم صاحب بھی پہنچ گئے، معلوم ہوا کہ ایک حدیث روک رکھی ہے، عبارت تو خود مولانا نے پڑھی، دعاء کے بعد زکریا اور ناظم صاحب تو واپس آگئے، اس کے بعد مولوی یونس صاحب نے سبق ختم کرایا، دعاء مولوی وقار صاحب نے کرائی اور اس کے بعد ناظم صاحب نے طلباء کو کچھ نصیحتیں فرمائیں۔ (آپ بیتی: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ) معلوم ہوا کہ ختم بخاری کا یہ شاندار اور جاندار سلسلہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے قدیم اور دیرینہ روایت ہے چنانچہ ایک اور موقع پر تحریر فرماتے ہیں کہ
>
> ''۱۲؍اگست ۷۵ء ۳؍شعبان ۹۵ھ بخاری شریف کا ختم ہوا، اول ''**مسلسل بالأولية**'' کی حدیث پڑھی گئی، اس کے بعد مولوی یونس نے بخاری کی آخری حدیث پڑھی، متن دونوں کا زکریا نے پڑھا، اس کے بعد کھانا کھایا'' (آپ بیتی)

الیواقیت الغالیة فی تحقیق وتخریج الاحادیث العالیة کے جامع رقم طراز ہیں:

> ''آپ کی علمی عظمتوں اور تدریسی صلاحیتوں کا اکابر نے اعتراف کیا بالخصوص آپ کے شیخ ومرشد محدث وقت حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم المہاجر المدنی نے آپ کو اس طرح حدیث شریف کے لئے تیار کیا جس طرح حضرت شیخ کو ان کے شیخ واستاذ حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی نے تیار کیا تھا''۔ (الیواقیت ص:۱/۱۶)

حضرت شیخ مہاجر مدنیؒ کو حضرت مولانا محمد یونس صاحب کی صلاحیتوں کا خوب اندازہ تھا جس کی ترجمان حضرت والاؒ کی یہ تحریر انیق ہے۔

ابھی کمسن ہیں وہ کیا عشق کی باتیں جانیں   عرضِ حال دلِ بیتاب کو شکوہ سمجھے

ابھی تدریسِ دورہ کا پہلا سال ہے اور اس سیہ کار کو تدریسِ دورہ کا اکتالیسواں سال ہے اور تدریس حدیث کا سینتالیسواں سال ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے اور مبارک مشغلوں میں تادیر رکھے جب سینتالیس پر پہنچ جاؤ گے تو ان شاء اللہ مجھ سے آگے ہو گے۔ فقط

(**نوٹ**: اس پرچہ کو نہایت احتیاط سے کسی کتاب میں رکھیں، چالیس سال کے بعد پڑھیں)

حضرت شیخ محمد یونس علیہ الرحمہ کو والد ماجد حضرت مولانا اطہر حسینؒ سے قلبی لگاؤ اور دوستانہ تعلق تھا، بارہا حضرت شیخ مدظلہ غربت کدہ پر والد صاحب سے ملاقات کیلئے تشریف لاتے اور دیر تک دونوں بزرگ محو گفتگو رہتے، کئی بار گھر کی معمولی سی دہلیز میں کپڑا بچھا دیا جاتا اور حضرت شیخ اس پر تشریف فرما ہو کر ناشتہ کرتے۔

جناب بھائی علاؤ الدین صاحب سیفی محلّہ یحییٰ شاہ پکا باغ سہارنپور اکابر کے منظورِ نظر اور اہل مظاہر کے خاص اہل تعلق میں تھے، اکثر ان کے یہاں دعوت ہوتی، جس میں اکثر علماء مظاہر تشریف فرما ہوتے، فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسینؒ، والد محترم حضرت مولانا اطہر حسینؒ، حضرت مولانا محمد یامین صاحبؒ، حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب علیہ الرحمہ، مولانا بشیر احمد صاحبؒ اور مولانا انیس صاحب دیوبندی بالخصوص اس دعوت کے شرکاء ہوتے اور مولانا انیس احمد مرحوم سے اکثر مزاح بھی ہوتا جو بڑا دلچسپ اور کیف افزا منظر پیش کرتا۔

یہ بزرگانِ دین کھانے پینے میں بڑے محتاط اور ورع و تقویٰ کے خوگر تھے، اس لئے دعوت کے سلسلہ میں بہت محتاط واقع ہوئے تھے، کسی کی دعوت جلد قبول نہ فرماتے اگر تحقیق کے بعد حلال کا یقین ہو جاتا تو دعوت قبول کرنے میں سنت نبوی پر عمل پیرا ہوتے اور معمولی آدمی کی دعوت بھی قبول فرما لیتے اور اہتمام کے ساتھ اس میں شرکت فرماتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کبھی کبھی والد ماجد حضرت مولانا اطہر حسینؒ سے خوابوں کی تعبیر بھی معلوم کرتے اور والد صاحب کی بتائی ہوئی تعبیر کو دوسرے معبرین کی تعبیر پر ترجیح دیتے اور ان کے علم و تقویٰ کی بھی قدر فرماتے، ہر دو بزرگوں کے درمیان دیرینہ مخلصانہ ربط و تعلق برقرار رہا، دونوں ہی علم و عمل اور تقویٰ و طہارت میں آفتاب و ماہتاب رہے۔

مولانا محمد ایوب صاحب نے حضرت والا کی درسی خصوصیات پر جن تأثرات کا اظہار کیا ہے وہ بلا مبالغہ مبنی برحقیقت ہیں:

> ’’ہمارے حضرت الاستاذ کے درس حدیث میں ہم نے وہ پایا جو اور جگہوں پر نظر نہیں آیا، بخاری شریف کا درس کیا ہوتا ہے ایک بحر ناپیدا کنار، محدثین و متکلمین مفسرین و شراح کرام اور ائمہ جرح وتعدیل کے ناموں کی ایک فہرست ذہن نارسا میں نقش ہوتی جاتی ہے، رواۃ پر سیر حاصل کلام اور کوئی قول بغیر حوالہ کے نہیں اور کوئی حوالہ نقل در نقل نہیں بلکہ اصل تک پہنچنے کی کامیاب کوشش ہوتی ہے۔ شرح حدیث اقوال ائمہ، دلائل طرفین اور ان میں موازنہ وجہ ترجیح وغیرہ سب کچھ ہی بیان ہوتا گویا فتح الباری وعینی، قسطلانی وکرمانی سب ہی کا خلاصہ اور لب لباب ہمارے سامنے ہوتا۔ اس طرز تدریس کا فائدہ یہ ہوا کہ پڑھنے والوں میں ذوق تحقیق پیدا ہوا، لکھنے پڑھنے کا ایک ڈھنگ آ گیا اس وقت بے شمار مدارس عربیہ میں شیخ الحدیث اور اساتذۂ حدیث حضرت الاستاذ ہی کے شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد ہیں جو پورے شرح وبسط اور اطمینان ووثوق کے ساتھ حدیث وعلوم حدیث کے نکات بیان کر رہے ہیں‘‘۔ (الیواقیت ص: ۱/۱۸)

آپ بچپن ہی سے نیک وصالح ہیں تقویٰ وطہارت آپ کی سرشت میں داخل ہے اور نظافت ونفاست آپ کا شعار ودثار ہے، اس لئے آپ شروع ہی سے حضرات اساتذہ کی دعاؤں کا خصوصی مرکز اور ان کی توجہات وعنایات کا ہمیشہ محور رہے، چنانچہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ نے آپ کو بیعت فرمایا تو ۵؍محرم الحرام ۱۳۹۶ھ کو مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہؒ نے اجازت وخلافت عطا فرمائی اور فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسین نور اللہ مرقدہٗ گویا باپ کے درجہ میں رہے اور آپ کی ہر ممکن راحت کا خیال فرماتے رہے۔

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہؒ سے خلافت ملنے کا واقعہ خود حضرت والا کی زبانی سنتے چلیے:

’’حضرت اقدس مولانا محمد اسعد اللہ صاحب سابق ناظم اعلی مدرسہ مظاہر علوم نے بروز پنجشنبہ

> ۵؍محرم الحرام ۱۳۹۶ھ میں ظہر کے بعد اجازت مرحمت فرمائی جس کا ازخود شہرہ ہوگیا چونکہ احقر کا بیعت کا تعلق حضرت قطب العالم شیخ الحدیث کاندھلویؒ ثم المہاجر المدنی نور اللہ مرقدہ سے تھا اسلئے حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت کے بعد بھی اپنے حضرت نور اللہ مرقدہ سے ہی تربیت کا تعلق رہا اور بحمد اللہ بالکل کبھی اجازت کا کوئی خیال بھی نہیں آتا تھا گو اہل اللہ کے ارشاد کی دل میں قدر تھی اور ہے"۔

اسی سال ۵؍ذی قعدہ کو حضرت شیخ محمد یونس علیہ الرحمہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کی مجلس میں حسب معمول حاضر تھے، حضرتؒ نے آپ کو اپنے قریب بلایا اور فرمایا کہ "میرا ارادہ تین چار سال سے تجھے اجازت دینے کا ہے لیکن تیرے اندر تکبر ہے"

حضرت والا فرماتے ہیں کہ میں خاموش رہا اور الحمدللہ حضرت کے کہنے پر طبیعت پر ذرہ برابر اثر نہیں ہوا، اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت والا کو حضرت ناظم صاحب کی اجازت کا علم ہوگیا ہوگا؟ فرمایا کہ "ہاں" میں نے عرض کیا کہ حضرت! میری سمجھ میں نہیں آیا کہ حضرت ناظم صاحب نے کیوں اجازت دی؟ حضرتؒ نے اس پر کیا ارشاد فرمایا یاد نہیں رہا پھر فرمایا کہ "تجھے میری طرف سے اجازت ہے" اس طرح حضرت شیخ مدظلہٗ نسبت تھانوی و رشیدی دونوں کے جامع ہوگئے۔

حضرت شیخ علیہ الرحمہ کی سعادت اور خوش نصیبی کی معراج یہ ہے کہ تقریباً پچاس سال سے حدیث نبوی کی خدمت کر رہے ہیں، اس طویل عرصہ میں فضلاء مظاہر کی وہ تعداد جنہوں نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ہے وہ ہزار ہا ہزار ہیں جن میں سے بعض تو مرکزی اداروں میں شیوخ حدیث اور بعض دیگر اعلیٰ مراتب پر فائز ہیں۔

حدیث کی خدمت اور احادیث کے سلسلہ میں آپ کی معلومات کا دائرہ بہت ہی وسیع ہے جس کا اندازہ صرف اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا بھی بعض علمی سوالات آپ سے کرتے تھے، حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ، حضرت مولانا عبیداللہ بلیاویؒ اور خدا جانے کتنے اعاظم رجال نے تحقیقی سلسلہ میں آپ سے رجوع کیا ہے گویا آپ

معرفت متون حدیث واسماء رجال کی شناخت بن چکے ہیں اور مظاہر کا وہ تفوق جو اس کو حدیث کے سلسلہ میں حاصل ہے، آپ نے اس کو تمام اقدار وروایات کے ساتھ برقرار رکھا ہوا ہے۔

ایک محدث کے لئے جو شرائط ہوسکتی ہیں حضرت والا کے اندر بحمد اللہ وہ تمام شرائط اور صفات ومیزات بدرجہ اتم موجود ہیں، احوال زمانہ پر اطلاع جو ایک عالم دین کیلئے انتہائی ضروری ہے ، حضرت شیخ کو وافر مقدار میں حاصل ہے ۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایک گوشہ نشین ، زاہد وقانع ، اور مستغنی شخص کتب حدیث وتفسیر اور اس کے متعلقہ علوم وفنون پر کامل دسترس کے علاوہ مختلف ملکوں کے حالات ، ماحول اور وہاں کی اقدار وروایات اور تحریکات تک سے واقف ہے، چنانچہ اس کی صرف دو مثالیں تحریر ہیں۔

’’سری لنکا‘‘ کے ایک شیخ الحدیث بغرض حصول اجازت حدیث حاضر خدمت ہوئے ، حضرت والا نے ایک حدیث کی تلاوت فرما کر اجازت عنایت فرمائی ، اس کے بعد سری لنکا کی شخصیات وحالات ، مزاج ، رہن سہن ، بود وباش پر بھی گفتگو فرمائی۔

’’ملیشیا‘‘ کے ایک محدث حاضر خدمت ہوئے ان کو اجازت حدیث عطا فرمائی پھر وہاں کی تحریکات ، مذاق ومعیار ، شخصیات ، جغرافیائی کیفیات اور حالات کا اس طرح تجزیہ کیا جیسے وہ نگاہ کے سامنے ہوں ، مجلس میں بیٹھنے والے متحیر تھے کہ ایک گوشہ نشیں پوری دنیا کے حالات پر کس طرح نظر رکھتا ہے‘‘ (الیواقیت ص:۱/ ۱۸)

تقویٰ اور پرہیزگاری میں بھی آپ مثالی شخصیت کے حامل ہیں ، مدرسہ کے خلفشار کے بعد سے آپ نے تنخواہ لینا ترک فرمادیا۔ آپ الحمد للہ ملک وبیرون ملک کے اسفار کے علاوہ حج وزیارت کی سعادت سے کم وبیش ہر سال مشرف ہوتے رہتے ہیں۔

ملی ہمدردی وخیر خواہی کے سلسلہ میں آپ کے بے شمار واقعات ہیں، چنانچہ دو سال پہلے مظفر نگر فسادات میں سیکڑوں مسلمان شہید اور ہزاروں افراد بے گھر ہوگئے تھے ، مدرسہ نے مصیبت زدگان کے لئے اہل خیر سے تعاون کی اپیل کی ، فساد زدہ لوگوں تک براہ راست امدادی سامان پہنچانے کا نظام بنایا گیا، سہارنپور کے غیور، باہمت وباحمیت مسلمان جو الحمد للہ مدرسہ کی ہر آواز پر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اس موقع پر بھی انہوں نے دامے ، درمے ، قدمے ، سخنے تعاون

کیا، مہمان خانے کے کشادہ ہال اور وسیع صحن ساز وسامان سے بھر گئے، کتنی ہی مرتبہ بڑے بڑے ٹرکوں کے ذریعہ مدرسہ کے عملہ کو وہاں بھیج کر سامان تقسیم کرایا گیا۔ جب یہ خبر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس علیہ الرحمہ تک کشاں کشاں پہنچی تو حضرت والا نے اپنا تمام نیا پرانا سامان یہاں بھجوانے کے علاوہ فسادزدگان کیلئے خطیر رقم بھی ارسال فرمائی، اسی طرح دوران سفر حضرت والا کو جو ہدایا اور تحائف ملتے ہیں وہ کتنے ہی اہمیت کے حامل کیوں نہ ہوں، مختلف مدارس میں تقسیم فرمانے کا معمول ہے جو خدادداد جود وسخا کا رہین منت ہے۔

ملک وبیرون ملک کے مختلف علماء کبار نے آپ سے وقتاً فوقتاً جو علمی سوالات کئے اور آپ نے ان کے محققانہ جوابات تحریر فرمائے وہ تمام جوابات کاپیوں کی شکل میں محفوظ تھے، اللہ تعالیٰ نے بعض اہل علم کو اس کی توفیق عطا فرمائی کہ انہوں نے ان علمی شہ پاروں کو یکجا مرتب ومدون کر کے شائع کر دیا ہے، چنانچہ جناب مولانا محمد ایوب سورتی کی کوششوں سے یہ بیش قیمت مجموعہ ''الیواقیت الغالیہ فی تخریج احادیث العالیہ'' کے نام سے کئی جلدوں میں شائع ہو چکا ہے اور بعض اہل علم کی کوششوں سے فن کے اعتبار سے الگ الگ اجزاء شائع ہو رہے ہیں اس سلسلہ میں ''نوادر الحدیث'' کے نام سے ایک جزء بھی شائع ہو چکا ہے۔

اس کے علاوہ کئی مفید تالیفات اور تقاریر شائع ہو چکی ہیں جن میں ''تخریج احادیث مجموعہ چہل حدیث''، ''فیوض سبحانی'' وغیرہ منظر عام پر آ چکی ہیں۔

بہت سے علمی شہ پارے ہنوز پردۂ خفا میں ہیں جن میں سے مقدمہ ہدایہ، سوانح حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، مقدمہ بخاری، الیواقیت واللآلی، جزء حیات الانبیاء، تخریج احادیث اصول الشاشی، مقدمہ مشکوٰۃ، مقدمہ ابوداؤد، جزء معراج، جزء المحراب، جزء رفع الیدین، جزء قراءت، ارشاد القاصد الی ما تکرر فی البخاری واسناد واحد، قابل ذکر ہیں۔

تعلیم وتعلم کے بابرکت سلسلہ کے علاوہ بیعت وارشاد کا مبارک سلسلہ بھی جاری ہے اور ملک وبیرون ملک کی بعض اہم مقتدر شخصیات آپ کے ذریعہ سلوک کی منزلیں طے کر رہی ہیں، خلفاء ومجازین کی بھی ایک بڑی تعداد ہے۔ **اللّٰھم زِد فزِدْ**

راقم الحروف کو بھی حضرت کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کا شرف حاصل رہا اور حضرت سے غیر معمولی استفادہ کا موقع ملا ہے، طبعی طور پر حضرت سے زمانہ طالب علمی سے ہی مناسبت رہی، احقر کو حدیث شریف سے شغف اور اس سے مناسبت درحقیقت فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسینؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اطہر حسینؒ کی توجہات سامیہ کے علاوہ حضرت شیخ کے تلمذ اور ان سے استفادہ کا ہی نتیجہ ہے، طبعی مناسبت اور قلبی انسیت کا ثمرہ ہے کہ ہفتہ عشرہ میں عموماً زیارت منامی حاصل ہوتی رہتی ہے، بعض منامات میں حضرت کے احوال رفیعہ سے آگاہی کا حصول بھی اسی مناسبت کا نتیجہ ہے، گذشتہ سالوں میں حضرت علالت کے دوران جب مدینہ منورہ زیر علاج تھے، لوگوں پر مایوسی طاری تھی اور حضرت کی مزید حیات کی بظاہر کوئی امید نہ تھی، اس وقت احقر کو دعا کی سعادت نصیب ہوتی رہی اور اسی ضمن میں منجانب اللہ یہ بشارت مل گئی کہ ابھی حضرت والا بقید حیات رہ کر مزید خدمت حدیث کا مبارک مشغلہ جاری رکھیں گے۔

افسوس کہ آسمان علم و ہدایت کا یہ نیر تاباں آج ۱۷؍شوال المکرّم ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱؍جولائی ۲۰۱۷ء بروز سہ شنبہ میڈی گرام ہسپتال سہارنپور میں ہمیشہ ہمیش کے لئے غروب ہوگیا۔

چراغ لاکھ ہیں لیکن کسی کے بجھتے ہی
برائے نام بھی محفل میں روشنی نہ رہی

☆☆☆

سلطنتِ علم وفضل کا حکمراں جاتا رہا

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی ☆

گذشتہ ماہِ شوال ۱۴۳۸ھ کی ۱۶/تاریخ کو دستِ قدرت نے ہماری بداعمالیوں کے سبب ایک ایسی شخصیت ہم سے چھین لی جن کے انفاس کی گرمی سے کاروانِ علم وفضل کو حرارت میسر آتی تھی، یقین ومعرفت کی یہ ایسی روشن شمع تھی جہاں تعلیم وتزکیہ کے پروانے دیوانہ وار جمع رہتے تھے، یہ رئیس المحدثین استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد یونس جون پوری قدس سرہ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی ذات والا صفات تھی جنہیں بلا خوف تردید اس زمانہ کا امیر المؤمنین فی الحدیث کہا جاسکتا ہے، قسام ازل نے انہیں ممتاز صفات کا حامل بنایا تھا، وہ بچپن ہی سے نیک طبیعت، پاکیزہ دل، زیرک وفطین اور قوی الحفظ واقع ہوئے تھے، اوصاف وکمالات کے انہیں خطوط پر آپ کی شخصیت پروان چڑھی، پھر علم وعمل کی جامع شخصیات نے انہیں اپنی زلفوں کا اسیر بنا کر چھوڑا اور وہ اہل نظر بزرگوں کی زود اثر صحبت وتاثیر سے باکمال فرد ٹھہرے۔

یادش بخیر! اس خاکسار نے استاذ العلماء حضرت مولانا قاری شریف احمد گنگوہی علیہ الرحمہ کے گھر پر ساٹھ کی دہائی میں آنکھیں کھولیں پھر جب ہوش وتیقظ کی دہلیز پر قدم رکھا تو اپنے پورے گھر کو علماء وصلحاء کا قدردان پایا، والد گرامی مرتبت حضرت قاری صاحب قدس سرہ کو اسلاف واکابر سے چونکہ قلبی لگاؤ تھا جس کا اثر یہ دیکھا کہ دیوبند وسہارنپور کے کبار علماء ومحدثین بکثرت گھر پر تشریف لاتے اور دعاؤں سے نوازتے، ان اعلامِ امت میں ریحانۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے تو حضرت والد بزرگوار ٹوٹ کر محبت فرماتے تھے، خود حضرت شیخ الحدیث مہاجر مدنی اس تعلق کے زندگی بھر قدردان رہے، کبھی گنگوہ تشریف لاتے تو

☆ محدث ومدیر جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ۔

قیام وطعام کے زیادہ تر مراحل یہیں گھر پر طے ہوتے جس کا تذکرہ حضرت شیخ قدس سرہ نے اپنی دلچسپ تصنیف ''آپ بیتی'' میں بھی کیا ہے، بہرکیف حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ سے مقصود یہ بتانا ہے کہ ان کے نام اور کام سے گھر کا ہر فرد مانوس تھا اور جب وہ گھر تشریف لاتے تو ہمارے یہاں عید کا سا منظر ہوتا جو بس دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا، اب یہ فطری امر تھا کہ شیخ کے تذکروں سے گھر کی مجلس گرم ہوتی تو آپ کے ارشد تلامذہ اور خلفاء کا بھی ذکر خیر چل نکلتا، یاد آتا ہے کہ انہیں گھریلو مجالس کی برکت سے حضرت مولانا محمد یونس جون پوریؒ کی علمی شخصیت سے کان آشنا ہوئے جو بلاشبہ علم وعمل سے بے رغبتی کے اس دور میں قطب زماں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا علیہ الرحمہ کے سچے جانشین اور ان کی عالی روحانی نسبتوں کے امین تھے، مظاہر علوم کے اکابر علماء بالخصوص فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسین اجراڑوی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے فیضانِ تعلیم وتربیت نے حضرت مولانا محمد یونس جون پوریؒ کی شخصیت میں جامعیت کی شان پیدا کردی تھی اور وہ سلف صالحین کا نمونہ نظر آتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں درس حدیث کا ایسا ملکہ دیا تھا کہ اس باب میں وہ اپنے اقران پر فائق وممتاز تھے، ان کی ساری زندگی علوم اسلامیہ اور احادیث نبویہ کی اشاعت وحفاظت میں گذری، بالخصوص احادیث کے ذخیرہ پر جو اطلاع تام آپ کو حاصل تھی اس میں کوئی دوسری شخصیت آپ کے ہم پلہ نظر نہیں آتی اس حوالہ سے بھی وہ بلند مقام پر فائز تھے، یہ بھی حسن اتفاق ہی کہا جائے گا کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کی طرح آپ کو بھی درس حدیث کا ایک طویل زمانی رقبہ یعنی نصف صدی سے زائد مدت تک وقیع خدمت کا موقعہ ملا، علم حدیث سے اس قدر گہری وابستگی اور عشق کی حد تک لگاؤ کہ تجرد کی حالت میں ہی ساری زندگی گذار دی۔

ظاہری علوم وفنون کی تحصیل کے ساتھ ہی حضرت مولانا محمد یونسؒ نے باطنی احوال کو بھی خوب نکھارا تھا اسی لئے انہوں نے اپنے پیش رو اساتذہ ومحدثین کی طرح تصوف وسلوک کے مدارج بھی طے کئے، انجذاب الی اللہ اور معرفت ربانی کی سوزش نے انہیں اس وقت تک بے چین کئے رکھا جب تک وہ سلوک واحسان کی حامل خدا رسیدہ ہستیوں سے وابستہ ہو کر مسائل

تصرف کے راز دار نہیں ہو گئے اور شریعت وطریقت کی مطلوبہ صفات نے ان کی سردانگیٹھی کو گرما نہیں دیا، اس طریق میں حضرت شیخ مہاجر مدنی اور حضرت شاہ مولانا محمد اسعد اللہ صاحب رامپوری رحمہم اللہ نے آپ کی دستگیری فرمائی اور روحانی نسبتیں ان کے اندر منتقل فرمادیں، چنانچہ ان بزرگ شخصیات کی صحبت وتاثیر نے انہیں اہل معرفت کی صف میں بھی کھڑا کر دیا تھا اور وہ تشنہ کامانِ علم ومعرفت کو فیض یاب فرماتے تھے، واقف کار جانتے ہیں کہ حضرت مولانا مرحوم اور ادووظائف کی بھرپور پابندی کے ساتھ ذکر جہری کے خوگر تھے، فجر کے بعد ذکر وتسبیحات کا آپ کا یہ مبارک عمل زندگی کے آخری سانس تک جاری رہا مگر تأسف کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ آج ہماری دینی درس گاہوں میں باطنی اسباق کی وہ تابندہ روایتیں ماند پڑ رہی ہیں جن کی تحصیل نے انہیں مدرسوں کی چہار دیواری سے شبلی وجنید جیسے اہل قلوب امت کو دئے تھے جنہوں نے قریب کے زمانہ میں بھی ملت کی دینی وفکری قیادت فرمائی اور مردوں کی مسیحائی اس انداز سے کی کہ خیر القرون کی یادیں تازہ ہوگئیں

جنہیں فضول سمجھ کر بجھا دیا تم نے
وہی چراغ جلاؤ تو روشنی ہوگی

لہذا ہمیں اپنے ان کابر کی مثالی زندگی سے سبق لینے اور ان کے صالح طرز عمل کو حرز جاں بنانے کی ضرورت ہے کہ اسی سے تعمیر حیات، تہذیب نفس اور کردار وعمل کی ترقی وتاثیر مشروط ہے، حضرت شیخ مولانا محمد یونسؒ کی زندگی بھی علم وعمل کا حسین مجموعہ تھی، درسِ حدیث کی طرح ان کی مجالس بھی علم وتحقیق سے سجی رہتی، اگر طبعیت منشرح ہوتی اور سائل کوئی معقول بات دریافت کر لیتا تو علم کے اس بحر بے کنار میں تموج پیدا ہو جاتا اور شاعر کی زبانی میں یہ منظر ہوتا کہ

وہ کہیں اور سنا کرے کوئی

متقدمین ومتأخرین علماء ومحدثین کے اقوال وآراء پر حضرت مرحوم کی ثاقب نظری نے ان میں اجتہادی شان پیدا کر دی تھی، بایں سبب آپ پر محدثانہ رنگ غالب تھا لیکن اس کے باوصف تمام اعلام امت، اعیان وافاضل اور فقہاء ومتکلمین کا غایت درجے احترام ملحوظ خاطر رکھتے

تھے، بعض چیزوں میں مستقل رائے رکھنے کے باوجود ان پر اصرار تھا نہ اشتہار، جس سے حضرت کی متصلب فی الدین طبعیت کا عرفان ہوتا ہے۔

آپ کی بافیض شخصیت کے کتنے ہی تابندہ عناوین ہیں جن پر ارباب قلم شرح وبسط سے طبع آزمائی کریں گے یہ کوتاہ قلم تو اپنی ان بے ربط سطور سے حضرت کے عرفانی وروحانی ذوق کا مکرر تذکرہ کرتے ہوئے عرض رساں ہے کہ ہمیں اپنے ان کابر کی طرح حال وقال ہر دو پر متوجہ ہونے کی ضرورت ہے اسی سے نفع رسانی کی راہیں بھی آسان ہوتی ہیں، اس پس منظر میں مرشدی وسندی رئیس العارفین حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتا پگڈھی ؒ کا ایک شعر ہمارے حضرت مولانا محمد یونس صاحب ؒ غالباً اسی جذبہ کے تحت پڑھا کرتے تھے ؎

جو دستارِ محبت گم ہو دستارِ فضیلت میں
نہ جانے کیا سے کیا ہو جائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا

بندہ راقم الحروف اُس دعاء وتمنا کے ساتھ رخصت ہوتا ہے، آپ بھی اس دُعاء پر آمین کہیں ؎

بخش دے مولیٰ ہمارے شیخ کی ہر چوک کو
جو ذکر میں زندہ رہا اور ذکر میں جاتا رہا

میرے مشفق شیخ

حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ

حضرت مولانا مفتی محمد سلمان گنگوہی☆

مؤرخہ ۱۶؍شوال المکرّم ۱۴۳۸ھ/ ۱۱؍جولائی ۲۰۱۷ء بروز سہ شنبہ کو صدیق محترم جناب مولانا محمد ساجد کھجناوری زید احترامہ نے کمرہ میں آکر اطلاع دی کہ آج حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس جانکاہ خبر سے ایک کمزور وناتواں کو جتنا صدمہ اور غم ہوا، اس کا وہی شخص اندازہ کرسکتا ہے جس پر کسی مشفق شیخ واستاذِ روحانی کی عرصہ دراز تک شفقتیں پڑ چکی ہوں، اس سیہ کار نے ۱۳۹۷ھ میں حضرتؒ سے صحیحین اور مؤطا امام محمد مکمل پڑھی ہیں، دورانِ درس جو عنایتیں اور شفقتیں ومہربانیاں اور الطاف کریمانہ ومشفقانہ احقر کے ساتھ رہیں اور جو واقعات پورے سال احقر نے دیکھے اور سنے ان کو ضبط تحریر میں لانا محال ونہایت دشوار ہیں بلکہ حضرت کے وصال پر وہ عنایتیں اور واقعات ایسا معلوم ہوتا ہے کہ احقر ان کو اپنی نظروں سے فی الحال دیکھ رہا ہے، یہ تحریر لکھنے کے وقت احقر سوچ میں پڑ گیا کہ کونسا واقعہ پہلے لکھوں اور کونسا بعد میں، بہرحال اللہ کا نام لیکر مضمون شروع کردیا، واضح رہے کہ احقر کوئی مضمون نگار نہیں ہے بلکہ مولانا مفتی محمد ساجد کھجناوری کے حکم پر یہ بے ربط تحریر یہ سوچ کر لکھ رہا ہوں کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو جب مصر کے بازار میں فروخت کیا جارہا تھا تو لوگ چھکڑوں میں بھر بھر ہیرے وجواہرات لیجارہے تھے، ایک بڑھیا سوت کی ایک انٹی لیکر جارہی تھی کسی نے پوچھا کہاں جارہی ہو؟ اس نے بتلایا یوسف کو خریدنے جارہی ہوں، سائل نے کہا کہ کیا تو اس سوت کی انٹی سے حضرت یوسف علیہ السلام کو خرید

☆ استاذ حدیث جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

لے گی؟ وہاں تو نوٹوں کے نیز ہیرے وجواہرات کے ڈھیر کے ڈھیر لیکر لوگ جا رہے ہیں ،تو اس بڑھیا نے جواب دیا کہ یہ مجھے معلوم ہے کہ میں خرید تو نہیں سکتی لیکن یہ سوچ کر جا رہی ہوں کہ کل قیامت میں اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے دریافت کرلیا کہ میرے پیارے اور لاڈلے یوسف کو خریدنے کے لئے مصر کے بازار میں کون کون آیا تھا تو اس فہرست میں میرا بھی نام آجائے گا،تو یہ سیہ کار بھی صرف اس لئے یہ چند سطریں لکھ رہا ہے کہ کل قیامت میں اگر اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا کہ ایک عاشق رسول، متبع سنت،فنافی الحدیث،شیخ کامل، ماحی بدعت پر کس کس نے مضمون لکھا تھا تو اس ناکارہ آوارہ کا اس میں نام آجائے گا ان شاء اللہ۔ **احب الصالحین ولست منهم لعل اللّٰه یرزقنی صلاحاً۔**

بہر حال احقر راقم السطور رسماً صرف ایک تعلیمی سال یعنی شوال ۱۳۹۶ھ سے شعبان ۱۳۹۷ھ تک حضرت کے درس میں شریک رہا اس کے بعد سے جب بھی احقر گنگوہ سے سہارنپور حاضر ہوتا تو حضرت کے کمرے پر حاضر ہوتا، اگر ملاقات کا وقت ہوا تو بصد احترام وآداب حاضر خدمت ہوکر مصافحہ بھی کرلیتا نہیں تو سلام کرکے کچھ دیر مجلس میں بیٹھا اور ناصحانہ کلمات سن کر واپس آگیا، اگر خدام نے بتلایا کہ ملاقات کا وقت تو نہیں ہے لیکن آپ تنہا چلے جائیں ملاقات ہوجائے گی تب بھی یہ سیہ کار کمرہ کے اندر داخل ہونے کی ہمت نہیں کرتا تھا، کیونکہ بے وقت ملاقات کرکے حضرت کو اذیت دینا احقر مناسب نہیں سمجھتا تھا۔

ایک بات یہ بھی عرض کردوں کہ حضرت نے بارہا اپنے عنفوان شباب میں فرمایا کہ میں اسی کو ڈانٹتا ہوں جس سے مجھ کو محبت ہوتی ہے جس سے تعلق اور محبت نہیں ہوتی میں اس کو نہیں ڈانٹتا، اس کی جزئیات کے لئے مستقل ایک دفتر درکار ہے، بہر حال راقم السطور نے جب جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور کمرہ کا انتخاب ہوا تو حضرت شیخ کا کمرہ دار قدیم میں کمرہ نمبر ۱۰ رہوا کرتا تھا اور اس ناکارہ کا کمرہ نمبر ۱۳ تھا، احقر نے وقت کو غنیمت سمجھ کر ارادہ کیا، برائے استفادہ حضرت کی خدمت میں حاضری کا اہتمام کیا جائے مگر چوں کہ ہفتہ کے درمیان احقر کو مطالعہ کی وجہ سے وقت نہیں ملتا تھا کہ احقر نے اپنا معمول یہ بنا رکھا تھا کہ بعد مغرب تا عشاء اور بعد عشاء دس بجے تک ہر حال میں حدیث کی کتابوں

خصوصاً ابوداؤد شریف اور بخاری شریف کا مطالعہ کرنا ہی ہے اس لئے درمیان ہفتہ میں تو نہیں البتہ شب جمعہ میں تعطیل رہنے کی وجہ سے ان شاءاللہ پابندی سے حضرت کی خدمت میں جایا کروں گا، ایک مرتبہ گیا تو حضرت نے احقر کو ڈانٹا لیکن بعد میں آپ نے اجازت دیدی پھر تو ہر ہفتہ احقر حاضر خدمت ہونے لگا جس سے روز بروز حضرت کی مہربانیاں اس قدر بڑھیں کہ ان کو یاد کرکے یہ سیہ کار سوائے گریہ کے کوئی چارہ نہیں سمجھتا لیکن آہ! اب تو حاضری و دیدار سے بھی محرومی ہوگئی۔

حضرت مولانا محمد یونسؒ کے اندر اپنے اساتذہ اور شیوخ کا ادب اور اہتمام اور ان کے علوم پر اعتماد بے انتہا تھا، چنانچہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ ثم المدنی کا جس وقت ہندوستان سے مدینہ پاک جانے کا نظام ہوتا تو حضرت کی طبیعت چونکہ خراب رہتی تھی اس لئے صرف حاضر ہونے والے حضرات کو زیارت ہوا کرتی تھی، اور اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ حضرت مولانا محمد زکریاؒ کچے گھر میں چارپائی پر لیٹے رہتے تھے جنوباً وشمالاً شمال کی طرف پیر ہوتے تھے اور جنوب کی طرف سر ہوتا تھا، اور بائیں کروٹ پر ایسے طور پر تھے کہ کچے گھر کا جو داخلی دروازہ ہے اس پر کھڑے ہوکر سامنے سے حضرت کا چہرہ صاف نظر آتا تھا اور زائرین کی لائن لگتی تھی جو دور تک لگی رہتی، ہر زیارت کرنے والا دروازہ پر کھڑا رہکر زیارت کرکے واپس ہوجاتا تھا، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحبؒ اس دوران گرچہ جامعہ مظاہر علوم کے مدرس تھے لیکن زیارت کرنے کیلئے لائن میں لگ جاتے تھے اور اگر نماز کا وقت ہوجاتا تو لائن سے نکل کر نماز کو چلے جاتے اور نماز سے فارغ ہوکر واپس آتے اور جہاں تک لائن پہونچی ہوتی تھی وہیں پر لائن میں لگ کر اپنے نمبر پر زیارت کرکے قیام گاہ پر واپس جاتے تھے۔

حضرت الاستاذ کی تواضع وغیرہ کے قصے بے انتہاء ہیں آگے ایک قصہ اور لکھتا ہوں (حضرت مولانا) یوسف دارالعلوم ہولکمب بری برطانیہ کا تحریر کردہ قصہ پیش خدمت ہے:

تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دسترخوان پر جمعہ کی نماز کے بعد حضرت نے مجھے یاد فرمایا، اتفاق سے میں نے حضرت سے عرض کیا کہ مجھے جمعہ کی نماز کے بعد حضرت مولانا محمد یونس صاحب کے یہاں سنن ابی داؤد کے سبق کے لئے پہنچنا ہے نہ اور کسی ساتھی سے میں

نے عرض کیا: عصر کی نماز کے کے وقت جب میں پہونچا تو حضرت نے فرمایا اب تو جمعہ کے بعد کہاں چلا گیا تھا؟ کھانے پر نہیں آیا، میں نے عرض کیا کہ ہمارا سنن ابوداؤد کا سبق تھا، جس طرح والدین کو اپنے بیٹے کے بارے میں فکر ہوتا ہے کہ میرے بیٹے نے آج کھانا کیوں نہیں کھایا۔ حضرت نے اسی وقت فرمایا کہ کاغذ قلم لو، حضرت نے ایک پرچہ پر لکھوایا کہ ”جب تمہیں معلوم تھا کہ میں نے صبح سے لے کر ساڑھے گیارہ بجے تک انہیں رگڑا ہے (یعنی بخاری شریف کا سبق پڑھایا ہے) پھر تم جمعہ کی نماز کے بعد ان کو لے کر بیٹھ گئے؟۔

حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ نے وہ پرچہ شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب کو بھجوایا، غالباً میرے ذریعہ ہی بھیجا، حضرت کی یہ خفگی کے کلمات پڑھ کر فوراً حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ ”مجھ سے غلطی ہوگئی توبہ کرتا ہوں انشاءاللہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا“۔

یہ کلمات حضرت شیخ قدس سرہ کو اس قدر پسند آئے کہ حضرت نے یہ مختصر جواب پڑھتے ہی گرامی نامہ تحریر فرمایا جو کہ عظیم پیشینگوئی پر مشتمل ہے، یعنی تم سینتالیس سال سے زیادہ بخاری شریف پڑھاؤ گے جس کا بعینہ پورا متن مولانا محمد ساجد صاحب کھجناوری کے مضمون میں حرف بحرف موجود ہے، نیز موثق ذرائع سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ جب کچے گھر میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوتے تو بعض مرتبہ دیر تک مجلس میں بیٹھنا ہوتا تھا لیکن کبھی بھی قضائے حاجت کے لئے حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے بیت الخلاء میں ادباً نہیں جاتے تھے، اگر کسی کو محسوس ہوجاتا کہ تقاضہ ہے اور عرض بھی کرتا کہ یہاں فارغ ہوجائیں تب بھی انکار فرمادیتے کہ یہاں نہیں میں دوسری جگہ فارغ ہوں گا۔

موثق ذرائع سے یہ بات پہونچی کہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی محدث کبیر کو ابتداء میں حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث پہچانتے نہیں تھے، ایک مرتبہ وہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کے یہاں کچے گھر میں تشریف لائے ہوئے تھے کھانا بھی حضرت شیخؒ ہی کے یہاں کچے گھر میں تھا یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت مولانا زکریا

صاحب علیہ الرحمہ بغیر سہارے کے خود چلتے تھے، چنانچہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب محدث اعظمی حضرت مولانا محمد یونس صاحب مرحوم علیہ الرحمہ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے، چونکہ محدث اعظمی صاحب بہت سادے لباس میں رہتے تھے ملاقات کے وقت حضرت مولانا محمد یونس صاحب دارقدیم کے کمرہ نمبر ۱۰؍ میں اپنی چارپائی پر تشریف فرما تھے محدث کبیر صاحب چارپائی سے نیچے بیٹھ کر ہی علمی سوالات کرتے رہے حضرت مولانا مرحوم جواب دیتے رہے اسی میں کچھ دیر ہوگئی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب علیہ الرحمہ نے کئی مرتبہ بلانے کے لئے آدمی بھیجا محدث کبیر صاحب نے جواب دیا کہ حضرت شیخ سے کہہ دینا کہ میں ابھی آرہا ہوں اور پھر محو گفتگو ہو جاتے، کچھ دیر گزرنے کے بعد حضرت شیخ خود ہی تشریف لے آئے اور یہ دیکھ کر کہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب چارپائی پر ہیں اور محدث کبیر نیچے بیٹھے ہوئے ہیں حضرت مولانا محمد زکریا صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا مولانا یونس صاحب تم جانتے نہیں یہ کون ہیں؟ یہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی ہیں اتنا سنتے ہی حضرت مولانا محمد یونس صاحب نے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سے معانقہ کیا اور کہا کہ میں نے پہچانا نہیں تھا اس کے بعد حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی نے فرمایا کہ اگر حضرت مولانا زکریا صاحب تھوڑی دیر اور نہ آتے تو میرے تمام مسائل حل ہو جاتے۔

آپ کے بااختصاص شاگرد اور جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے شیخ الحدیث استاذی حضرت مولانا وسیم احمد سنسارپوری دامت برکاتہم نے فرمایا کہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مقیم پاکستان علیہ الرحمہ جو کہ بہت جید عالم و شیخ زماں تھے انہوں نے اپنی کتاب ’’کشف الباری‘‘ شرح بخاری میں ایک جگہ لکھا ہے کہ میں نے حضرت مولانا محمد یونس صاحب کی بخاری شریف کی کاپی سے استفادہ کیا ہے، اس کاپی میں اکثر جگہ پر تو مضامین کے حوالے بھی درج تھے اگر کسی جگہ کسی مضمون کا حوالہ درج نہ ہوتا تو صرف یہ کہکر مضمون نقل کر دیتے کہ حضرت مولانا محمد یونس کا نقل کرنا کافی ہے حوالہ کی ضرورت نہیں۔ ایک مرتبہ حضرتؒ نے بخاری شریف کے سبق کے درمیان میں فرمایا بچوں! آج کے درس کی ایک حدیث کی سند میں مجھے چار نام تلاش کرنے تھے اس میں میرے دو گھنٹہ لگے ہیں اور میں نے آدھے منٹ میں

تمہارے سامنے ان کو بیان کر دیا، تمہیں پتہ بھی نہ چلا، نیز ایک مرتبہ فرمایا کہ بچو تم لوگ میرے سبق میں صحاح ستہ لیکر بیٹھا کرو کیونکہ ہمارے اساتذہ کا یہ طریقہ تھا کہ وہ اگر حدیث کی کسی کتاب کا حوالہ دیا کرتے تھے تو اس کتاب کو کھول کر بھی دکھایا کرتے تھے میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ جس کتاب کی حدیث کا حوالہ دوں اس کتاب کو کھول کر دکھاؤں، الحمد للہ ہمارے اساتذہ نے سبق میں جہاں جہاں کتاب کھول کر دکھائی وہ مقامات مجھے ابتک یاد ہے، نیز ایک مرتبہ سبق میں ارشاد فرمایا الحمد للہ میرے ہر کتاب میں اعلیٰ نمبر آتے تھے میں نے جب صحاح ستہ کا امتحان دیا اور اس میں میرے اعلیٰ نمبر آئے تو مظاہر علوم کا چونکہ ضابطہ رہا ہے کہ جس کتاب میں کسی کے اعلیٰ نمبر آتے ہیں تو انعام میں وہی کتاب اس کو ملتی ہے تو الحمد للہ مجھے بھی صحاح ستہ انعام میں ملی تھیں جس وقت میں انعام لینے کے لئے گیا تو حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث علیہ الرحمہ وہاں پر تشریف فرما تھے، حضرت شیخ نے فرمایا کہ **الھدایا مشترکة** میں اپنی کتابیں لیکر چل دیا اور میں نے چلتے ہوئے کہا کہ یہ حدیث تو ضعیف ہے۔ یہ ناکارہ آوارہ ایک مرتبہ رات میں ایک بجے کے بعد کسی کام کے لئے جب مسجد میں گیا تو حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ کو دیکھا کہ سجدے میں ہیں اور بلبلا کر رو رہے ہیں **اللھم ارزقنا اتباعه**۔

حضرت اقدس مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا معمول درس بخاری شریف میں تھا کہ جمعہ کے روز بخاری شریف کا درس پڑھاتے تھے اس میں کبھی ۳۵/صفحات بخاری شریف کے پڑھاتے تھے کبھی اس سے زائد، صلوۃ فجر کے کچھ دیر بعد ہی بیٹھ جاتے اور گیارہ بجے تک تقریباً درس پڑھاتے تھے، ایک مرتبہ دورانِ درس ارشاد فرمایا کہ الحمد للہ تمہیں پڑھانے کے واسطے میرا مطالعہ ہر وقت رہتا ہے، میں جو رات میں یا دن میں مطالعہ کرتا ہوں وہ میں اپنے لئے کرتا ہوں۔ نیز درس میں اگر کسی طالب علم کو دیکھ لیتے تھے کہ کتاب پر بجائے انگلی کے قلم سے اشارہ کر رہا ہے جیسا کہ بعض طلبہ کی عامةً عادت ہوتی ہے تو اس پر انتہائی برہم ہوتے تھے اور سختی سے اس کو منع فرماتے تھے، اسی طرح اگر کوئی طالب علم گرمی کے زمانہ میں اس کاپی کو جس پر درسی تقریر لکھتا تھا اس کو دستی پنکھے کی جگہ استعمال کر لیتا تو اس کی بھی خیر نہیں تھی اس کی بھی زبانی طور پر خوب خبر لیتے تھے، نیز بعض طلبہ عبارت پڑھنے والے اگلی صف

میں بیٹھ کر عبارت پڑھنے میں آواز حد سے زیادہ بلند کرتے تھے اس کو فرماتے کہ تو مجھ سے لڑ رہا ہے؟ کیونکہ حضرت کو عبارت پڑھنے میں متوسط انداز میں عبارت پڑھنا پسند تھی بلکہ اگر قاری عبارت میں اعرابی غلطی کرتا تھا تو عبارت پڑھنے سے منع فرما کر دوسرے طالب علم کو عبارت پڑھنے کے لئے فرماتے تھے، نیز بعض طلبہ کی عادت ہوتی ہے کہ وہ مسلسل استاذ صاحب کو دیکھتے رہتے ہیں، اگر کوئی ایسی حرکت کرتا تو اس کو فرماتے کہ تو مجھ کو مسلسل دیکھ رہا ہے ایسا مت کر واس سے مجھے پریشانی ہوتی ہے، غرض کہ طلبہ کی ہر نقل وحرکت پر پوری توجہ پورے سبق میں رکھتے تھے اور مناسب گرفت فرماتے تھے، شام کے آخری گھنٹہ میں سبق پڑھاتے وقت درس کے آخر میں دارالحدیث میں لگے ہوئے دیواری گھنٹہ پر نظر رکھتے تھے اور صلوۃ عصر سے تین یا چار منٹ قبل سبق چھوڑتے تھے اور فوراً مسجد کلثومیہ پہونچ جاتے تھے (کیونکہ ۱۳۹۷ھ میں حضرت کا درس حدیث دارقدیم کی فوقانی دارالحدیث میں ہوا کرتا تھا) تاہم مسجد پہونچتے ہی اگر دیکھتے کہ ابھی جماعت میں دو منٹ باقی ہیں تو فوراً مختصر قرأت کے ساتھ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لیتے تھے اور یہ طرز حضرت کو اپنے اساتذہ کی جانب سے ملا تھا اس لئے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب علیہ الرحمہ کے استاذ محترم حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب علیہ الرحمہ سابق ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور خلیفہ حضرت تھانوی علیہ الرحمہ اپنی مجلس میں فرماتے تھے کہ بچو اپنے وقت کی قدر کرو اگر مسجد میں جماعت سے دو منٹ قبل تم لوگ پہونچو اور نوافل کا وقت ہو تو دو رکعت مختصر تحیۃ المسجد پڑھ لو، نیز مدرسہ میں اگر کوئی کام مسلسل خلاف سنت چند مرتبہ دیکھ لیا تو نماز کے بعد طلبہ کو روک کر اس پر تنبیہ فرماتے، چنانچہ ۱۳۹۷ھ میں ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ کئی نمازوں میں مسلسل اذان تو مسجد کے مؤذن ہاشم بھائی پڑھ رہے تھے، لیکن اقامۃ کوئی طالب علم پڑھ دیتا تھا تو حضرت نے طلبہ کو نماز کے بعد رکنے کے لئے ارشاد فرمایا اور عجیب انداز میں غصہ کی حالت میں فرمایا کہ ہمارے یہاں مسجد میں مسلسل خلاف سنت کام ہو رہا ہے، دراصل حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب معذوری کی وجہ سے کمرہ میں نماز پڑھ رہے ہیں پہلے جب حضرت نماز کے لئے مسجد تشریف لاتے تھے تو کسی کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ مؤذن کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اقامت کہدے، کیونکہ سنت یہی

ہے کہ جواذان دے وہی اقامت کہے، اس لئے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: **من اذن فھو یقیم رواہ ابو داؤد** یعنی جواذان کہے وہی تکبیر کہے گرچہ کسی عارض کی وجہ سے بعض مرتبہ حضرت بلالؓ نے اذان دی اور عبداللہ بن زید بن عبدربہؓ سے آپ نے تکبیر کہلوائی، لیکن اصل سنت وہی ہے جو پہلے عرض کیا اور میں (حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب) دیکھ رہا ہوں کہ یہاں کئی نمازوں سے مسلسل خلاف سنت کام ہو رہا ہے کہ اذان کوئی پڑھتا ہے اور اقامت اس کے علاوہ دوسرا کہتا ہے، اس کا آئندہ خیال رکھا جائے، درس میں جو طلبہ پابندی کرتے تھے غیر حاضری نہیں کرتے تھے ان کی طرف حضرت شیخ علیہ الرحمہ کی خاص توجہ رہتی تھی اس کے بھی بہت سے جزئیات احقر کے ذہن میں ہیں، مثال کے طور پر صرف ایک واقعہ پر اکتفاء کرتا ہوں کہ ایک طالب علم درس میں حاضر باش حضرت کی تقریر لکھنے والا ایک مرتبہ بیمار ہو گیا تو حضرت اس کی عیادت کے لئے کمرہ میں تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ میں بھی ایک مرتبہ بیمار ہو گیا تھا تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب علیہ الرحمہ میری عیادت کے لئے کمرہ میں تشریف لائے تھے۔

حضرت شیخ کو تین اعمال پر بہت پابندی سے کاربند پایا:

(۱) احقر نے مستقل دیکھا کہ باوجود اسباق ومطالعہ کی انتہائی مشغولی کے صلوۃ فجر سے پہلے اپنے کمرہ میں ذکر بالجہر کیا کرتے تھے (۲) بعد ظہر مسجد سے کمرہ میں تشریف لا کر تلاوت قرآن پاک کیا کرتے تھے (۳) بعد صلوٰۃ عصر حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب علیہ الرحمہ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے، اگر حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا قیام سہارنپور ہی ہوتا تو حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث کی مجلس میں حاضر ہوتے، ایک مرتبہ بخاری شریف کے سبق میں ارشاد فرمایا کہ جب میں ہدایہ ثالث پڑھاتا تھا تو ایک سبق کا میں نے کئی مرتبہ مطالعہ کیا لیکن سبق میری سمجھ میں نہیں آیا میں نے ارادہ کرلیا کہ طلبہ سے کہہ دونگا کہ سبق میری سمجھ میں نہیں آیا بعد میں مطالعہ کرکے سمجھا دونگا، لیکن جب طلبہ نے عبارت پڑھی تو فوراً پورا سبق سمجھ میں آگیا اور الحمدللہ میں نے سبق پڑھا دیا۔

ایک مرتبہ حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی علیہ الرحمہ کے پاس شہر کانپور کے قاضی اور مدرسہ جامع العلوم پٹکا پور کانپور کے صدر مفتی ورکنِ شوریٰ دار العلوم دیوبند حضرت مفتی منظور احمد صاحب کانپوری کی جانب سے ایک استفتاء آیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی صاحبزادی کے نکاح کے موقعہ پر حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دعوت کی یا نہیں ؟ اس وقت حضرت فقیہ الامت ؒ کا مستقل قیام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں تھا اس استفتاء کو لیکر حضرت فقیہ الامت ؒ جامعہ ہذا کے کتب خانہ میں تشریف لے گئے یہ سیہ کار ساتھ تھا ، حضرت فقیہ الامت ؒ نے جامعہ کے ناظم کتب خانہ سے مصنف عبد الرزاق ومصنف ابن ابی شیبہ نکلوائیں اور اس میں حضرت فاطمہ ؓ کے نکاح سے متعلق روایت احقر سے نقل کروائی کہ اس موقع پر صحابہ جوق در جوق تشریف لا رہے تھے اور کھانا کھا کر جا رہے تھے جس سے ثابت ہوا کہ لڑکی کی شادی ونکاح کے موقعہ پر لڑکی کے والد کو احباب کی دعوت کرنے کا حق ہے، یہ جواب حضرت نے لکھوا کر حضرت مولانا مفتی منظور احمد صاحب کانپوری ؒ کے پاس بھیج دیا تھا، لیکن بعد میں احقر کو معلوم ہوا کہ حضرت فقیہ الامت ؒ نے اس سے رجوع فرمالیا اور وہ رجوع نامہ گورینی جونپور سے شائع ہونے والے رسالہ ریاض الجنہ میں چھپا ہوا ہے، احقر نے جب اس کی تحقیق ان حضرات مفتیان کرام سے کی جو حضرت فقیہ الامت ؒ کے پاس پابندی کے ساتھ ہر ہفتہ حاضر ہوتے تھے کہ اس فتوے سے رجوع حضرت فقیہ الامت ؒ نے کیوں کیا؟ تو معلوم ہوا کہ اس فتوے کا علم جب حضرت اقدس مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث کو ہوا تو حضرت فقیہ الامت ؒ سے عرض کیا کہ حضرت آپ اس فتوے سے رجوع فرمالیں اس لئے کہ آپ نے جس روایت سے استدلال کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی متہم ہے اور اس پر حضرات محدثین نے سخت کلام کیا ہے، حضرت کے فرمانے سے حضرت فقیہ الامت ؒ نے اس سے رجوع فرمالیا اور اس کا اعلان متعدد رسالوں میں شائع کیا ان رسالوں میں ایک رسالہ ریاض الجنہ ہے، حضرت فقیہ الامت ؒ کے پاس رمضان وغیر رمضان میں حضرت شیخ الحدیث صاحب ؒ وقتاً فوقتاً حاضر ہوتے رہتے تھے، ایک مرتبہ حضرت فقیہ الامت ؒ سے فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب آپ ہمارے لئے بھی دعا کرتے ہیں یا نہیں ؟ حضرت نے معاً فرمایا کہ میں آپ کیلئے بین الخطبتین دعا کرتا ہوں، اسی طرح ماہِ مبارک میں ایک مرتبہ جب معتکفین کو دیکھا کہ علماء کا

مجمع ہے جورات بھر شب بیداری کر رہا ہے اور تلاوت نوافل واوراد میں مشغول ہیں تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب کے یہاں ماشاءاللہ مکھن ہی مکھن جمع ہے۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب علیہ الرحمہ نے مولانا مسعود صاحب بن مولانا عبدالرشید صاحب زید مجدہم سے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ تم میری طرف سے اخبار میں ایک مضمون شائع کرادو کہ میری (یعنی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب علیہ الرحمہ) کی طرف سے اگر کسی کو کوئی تکلیف پہونچی ہو تو اللہ کیلئے مجھے معاف کر دیں، ایک مرتبہ راقم الحروف کو حضرت والا نے ایک سو روپئے عنایت فرمائے کہ میری جانب سے ان کو صدقہ کر دینا احقر نے عرض کیا کہ حضرت میں آپ کی طرف سے انشاءاللہ صدقہ کر دوں گا یہ آپ ہی رکھ لیں ارشاد فرمایا کہ تم کو کرنا ہو کر دینا لیکن ان کو بھی رکھ لو۔ حضرت کے بعض خدام نے بتلایا کہ بعض مرتبہ بعض بڑی کتابیں حضرت نے ہم کو ہدیہ کیں، ایک مرتبہ حضرت انگلینڈ کا ویزہ لینے کیلئے تشریف لے گئے لائن میں لگے ہوئے تھے تو آفیسر حضرت کے پاس کرسی لیکر حاضر ہوا کہ آپ اس پر تشریف رکھیں حضرت اس پر بیٹھے، پھر حضرت سے اس آفیسر نے سوال کیا کہ آپ کو انگلینڈ کتنے دن رکنا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ تین دن اس کے بعد اس نے معلوم کیا کہ آپ کا خرچ کون برداشت کرے گا ارشاد فرمایا کہ جو بلا رہا ہے وہ برداشت کرے گا اس کے بعد ایک دو سوال اور کئے اور پاسپورٹ لیکر ویزہ لگا کر دیدیا۔

ایک مرتبہ احقر سفر حج پر جانے والا تھا تو احقر حضرت کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت حج کا ارادہ ہے کچھ نصیحت فرمادیجئے، ارشاد فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ تجھ سے معانقہ کروں لیکن اٹھنے کی ہمت نہیں اس لئے نہیں کرتا اس کے بعد اسی سال حضرت سے باب الفتح کے سامنے جب حرم شریف کے قریب ملاقات ہوئی تو حضرت نے سب سے پہلے معانقہ فرمایا **فللہ الحمد**، بہرحال احقر کی درخواست پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ سلمان تو حج کے لئے جا رہا ہے وہاں پر کسی پر اعتراض نہ کرنا، بعض لوگ ڈاڑھی منڈوں پر اعتراض کرتے ہیں میں نے بعض ڈاڑھی منڈوں کو روضۃ من ریاض الجنۃ میں دعا کرتے وقت اس طرح روتے اور گڑگڑاتے دیکھا ہے کہ مجھے ان پر رشک آ رہا تھا۔

جس وقت جامعہ مظاہر علوم میں اختلاف ہوا تو حضرت فقیہ الامت علیہ الرحمہ سے معلوم کیا گیا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ کبھی ماہر ڈرائیوروں سے ایکسیڈنٹ ہو جاتا ہے، بس یہ وہی ہے، حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب سے معلوم کیا گیا کہ مظاہر علوم میں اختلاف ہو رہا ہے آپ کس طرف ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ خدا نخواستہ اگر کسی کے ماں باپ میں اختلاف ہو جائے اور کوئی معلوم کرے کہ تم کس طرف ہو تو وہ کیا کہے گا ظاہر ہے کہ وہ یہی جواب دیگا کہ ایک طرف میرے والد محترم ہیں دوسری طرف والدہ صاحبہ ہیں میں تو دونوں ہی کی طرف ہوں، بہر حال اس موقع پر حضرت کا طرز کیا تھا؟ اس سلسلہ میں ایک مرتبہ احقر جب ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا کہ سلمان تو یہاں میرے پاس ملاقات کے لئے آتا ہے لیکن حضرت مفتی مظفر حسین صاحب کے پاس جانا نہ چھوڑنا ان کے مجھ پر بہت احسانات ہیں، فرمایا کہ ایک مرتبہ میں سخت بیمار تھا دوائی کے پیسے بھی میرے پاس نہیں تھے حضرت مفتی مظفر حسین صاحب عیادت کے لئے تشریف لائے اور مجھ کو چودہ روپئے عنایت فرمائے مجھے حضرت کی اس عنایت پر رونا آ گیا کیونکہ اس وقت چودہ روپئے بہت اہمیت رکھتے تھے، اس پر احقر نے عرض کیا کہ حضرت! میرا طریقہ تو یہ ہے کہ جب بھی میرا سہارنپور آنا ہوتا ہے تو دونوں طرف کے اساتذہ کرام سے ملاقات کی کوشش کرتا ہوں اور حتی المقدور ملاقات کے بعد ہی واپس گنگوہ جاتا ہوں۔

ہوسکتا ہے کہ کسی کو یہ اعتراض ہو کہ مضمون کے ابتداء میں تو کہا تھا کہ حضرت والا کی عنایتیں و مہربانیاں والطاف کریمانہ احقر کے ساتھ دوران درس بے انتہا رہیں، لیکن ابتک پورے مضمون میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں آیا، اس لئے ان میں سے بعض باتیں اس مجبوری کے تحت لکھنا ضروری سمجھتا ہوں، ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ جو احقر کا دورۂ حدیث شریف کا سال ہے بفضلہٖ تعالیٰ و بتوفیقہ یہ سیہ کار پابندی سے درس میں شریک رہا الا ان یمنع مانع، مذکورہ بالا تاریخ میں جب جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں عیدالاضحیٰ کی تعطیل ہوئی اور اس کا اعلان بھی ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم کی جانب سے آ گیا تو احقر نے تعطیل اپنے وطن گنگوہ گذارنے کے واسطے جانے کا ارادہ کیا تو بعد عصر حضرت شیخ الحدیثؒ سے ملاقات کے لئے

حاضر ہوا تا کہ حضرت سے رخصتی مصافحہ کروں اور دعائیں لیکر گھر جاؤں جوں ہی احقر نے عرض کیا تو حضرت نے معاً ارشاد فرمایا کہ تو گھر جا رہا ہے اگر میں سبق پڑھاؤں تو کیا ہوگا؟ احقر نے عرض کیا کہ حضرت میں رک جاؤں گا اور سبق پڑھ کر جاؤں گا، حضرت کچھ دیر خاموش رہے، احقر نے کچھ توقف کے بعد معلوم کیا کہ حضرت! کیا آپ سبق پڑھائیں گے؟ حضرت نے فرمایا نہیں تم اطمینان سے گھر جاؤ اس کے بعد احقر گنگوہ آیا۔

درمیان سال آم کے موسم میں حضرت بعد عشاء کمرہ میں آم کٹوایا کرتے تھے اور چمچ کے ذریعہ کمرہ میں حاضر باش طلبہ کو اپنے دست مبارک سے کھلاتے تھے، احقر کو بھی اللہ تعالیٰ نے متعدد بار یہ شرف بخشا کہ حضرت کے دست مبارک سے کٹے ہوئے آم کھائے، بعض مرتبہ اسی درمیان میں طلبہ سے مذاق بھی فرماتے تھے، مثلاً دیکھو بھائی اس نے کتنا بڑا منھ کھولا ہے، چونکہ احقر کا کمرہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے کمرہ کے متصل تھا ایک روز رات میں ڈیڑھ بجے کے قریب حضرت کمرہ سے نکلے اور ارشاد فرمایا کہ ارے یہاں قریب میں کوئی طالب علم ہے؟ احقر کی آنکھ کھل گئی، احقر دوڑ کر حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا کہ میرے پیروں میں جلن ہو رہی ہے کمرہ میں فلاں جگہ شیشی میں تیل رکھا ہوا ہے اس کو اٹھا، احقر نے اس کو اٹھایا حضرت نے فرمایا کہ میرے پیروں پر اس کو لگا، چنانچہ احقر نے پیروں پر لگایا اس کے کچھ دیر بعد پھر کمرہ کے سامنے چھوٹی مشین کا نل لگا ہوا تھا اس کے قریب تشریف لے گئے اور فرمایا کہ نل چلا میں نے نل چلایا اور حضرت کچھ دیر پیر دھوتے رہے، اس کے بعد حضرت آرام گاہ پر لیٹ گئے، احقر سے فرمایا کہ بس تو جا کر لیٹ جا۔

کبھی کبھی حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ اپنا ایک آدھ کپڑا ابھی دھونے کے لئے احقر کو دیدیتے تھے، احقر اس کو دھو کر سکھا کر پیش کر دیتا، کیونکہ اصل کپڑے تو حضرت والا کے دھوبی کے یہاں دھلتے تھے، احقر رات میں اپنے کمرہ کے سامنے دار قدیم کے صحن میں رات کو سویا کرتا تھا ایک مرتبہ احقر کو سخت بخار سردی سے آیا اور بعد ظہر حضرت کے گھنٹہ میں چادر اوڑھ کر حاضر ہوا لیکن اوپر پنکھے چل رہے تھے اس لئے بیٹھنے کا تحمل نہ ہوا درمیان درس ہی پرچی لکھ کر چھٹی کے لئے حضرت کو دی کہ بیٹھنا دشوار ہو رہا ہے، اس لئے رخصت

عنایت فرمادیں، حضرت نے احقر کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ یہ رات کے وقت باہر صحن میں لیٹنے کا نتیجہ ہے۔

امتحان میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کا ضابطہ تھا کہ تین سوالات کئے جاتے تھے اور تینوں مطلوب ہوتے تھے، سبق تو مسلم شریف کا حضرت کے پاس ہوتا تھا لیکن سالانہ امتحان معلوم نہیں کن کے پاس تھا، احقر ہر امتحان میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی دارالحدیث میں بیٹھتا تھا اور حضرت شیخؒ کی ڈیوٹی بھی دارالحدیث میں ہوتی تھی، یعنی حضرت امتحان گاہ میں نگراں رہتے تھے، تو آخری پرچہ امتحان کے موقعہ پر یعنی مسلم شریف کے پرچہ میں تین سوالات آئے احقر نے دوسوال کا جواب تو لکھ دیا لیکن تیسرے سوال کے بارے میں جواب احقر کے ذہن میں نہیں آیا، احقر قلم بند کر کے بیٹھ کر سوچنے لگا حضرت شیخؒ کو محسوس ہوا تو نگرانی کرتے ہوئے احقر کے قریب آ کر کھڑے ہوگئے، اسی دوران کوئی طالب علم حضرت سے کچھ بات کرنے کیلئے آیا، حضرت نے ایک جملہ ارشاد فرمایا مجھے یہ معلوم نہ ہوا کہ طالب علم نے کیا سوال کیا اور حضرت نے کیا جواب دیا لیکن حضرت کی توجہ وبرکت سے بفضلہٖ تعالیٰ ذہن میں انشراح پیدا ہوگیا اور اس ناکارہ آوارہ نے بحمدہ تعالیٰ تیسرے سوال کا جواب بھی مکمل لکھدیا، درمیان سال میں حضرت کے کمرہ کی صفائی ہوتی تھی اور سب کتابوں کو باہر نکال کر صاف کیا جاتا تھا اللہ تعالیٰ کا کرم واحسان ہے کہ دیگر طلبہ کے ساتھ احقر کو بھی اللہ پاک نے اس خدمت کا موقع عطا فرمایا، سالانہ امتحان سے فارغ ہو کر احقر اپنے تمام اساتذۂ کرام سے ملاقات کرنے کیلئے گیا حضرت اقدس مفتی مظفر حسین صاحب ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور جن سے ترمذی شریف اور شمائل مکمل پڑھی، حضرت مولانا محمد عاقل صاحب صدرالمدرسین جامعہ ہذا جن سے ابوداؤد شریف مکمل پڑھنے کا شرف ہوا، حضرت مفتی محمد یحیٰ صاحبؒ جن سے طحاوی شریف پڑھی اور حضرت مفتی عبدالعزیز صاحب رائپوریؒ جن سے نسائی شریف وابن ماجہ شریف اور مؤطا امام لک پڑھی۔

سندالحدیث للشیخ یونس الجونفوریؒ (سندالبخاری)

قال حدثنا الشیخ زکریا الکاندھلوی ثم المھاجر المدنیؒ قال حدثنا ابی

الشيخ يحيىٰ الكاندهولى قال حدثنا ارشد العلماء الشيخ رشيد احمد الگنگوهى قال حدثنا الشيخ الشاه عبدالغنى قال حدثنا الشيخ الشاه ابو سعيد والشاه اسحق المحدث الدهلوى ....وقال الشيخ زكريا الكاندهلوى ايضاً حدثنا الشيخ خليل احمد المحدث سهارنفورى قال حدثنا الشيخ مظهر على النانوتوى قال حدثنا الشيخ مملوک العلى قال حدثنا الشيخ رشيد الدين خان (قالوا الى الشيخ الشاه ابو سعيد والشاه اسحق والشيخ رشيدالدين)حدچنا الشيخ الشاه عبدالعزيز ثنا الشيخ مسند الهند محمد احمد ابن عبدالرحيم الفلتى ثم الدهلوى حدثنا الشيخ ابو طاهر محمد بن ابراهيم الكردى حدثنا ابى الشيخ ابراهيم الكردى حدثنا الشيخ احمد القشاشى حدثنا الشيخ ابو المواهب احمد بن عبدالقدوس الشناوى حدثنا شمس الدين محمد بن احمد ابن محمد الرملى حدثنا شيخ الاسلام يحيىٰ احمد زكريا بن على بن حجرالكتانى العسقلانى حدثنا الشيخ زين الدين ابراهيم بن احمد الشوفى حدثنا ابوالعباس احمد بن ابى طالب الحجار حدثنا سراج الدين حسين بن المبارک الحنبلى الزبيدى اليمنى حدثنا ابوالوقت عبدالاول بن عيسىٰ بن شعيب السجزى الهروى حدثنا ابوالحسن عبدالرحمن بن مظفر بن محمد داؤد الداؤدى حدثنا ابو محمد عبدالله ابن احمد السرخسى حدثنا ابو عبدالله محمد بن يوسف بن مطر بن صالح بن بشر الفربرى حدثنا ابو عبدالله محمد بن اسماعيل بن ابراهيم بن المغيره بن برذية الجعفى اليمانى البخارى رحمهم الله البارى۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کے پاس جب کوئی طالب علم ملاقات کیلئے جاتا تو آپ دریافت فرماتے کہ تم حافظ ہو یا نہیں اگر وہ طالب علم عرض کرتا کہ الحمدللہ میں حافظ ہوں تو ارشادفرماتے کہ یومیہ ایک پارہ سنن ونوافل میں پڑھا کراور مجھے دعامیں یادرکھنا، اور اگروہ غیرحافظ ہوتا تو یومیہ ایک پارہ کی تلاوت کرنے کیلئے فرماتے، بفضلہٖ تعالیٰ راقم الحروف کا حضرت کی نصیحت کی وجہ اس پرعمل ہے، اللهم تقبل منا وعن سائر المسلمين وارزقنا اتباع الشيخ. آمين يارب العلمين.

حضرت شیخ محمد یونسؒ کی علمی خدمات ہزاروں سال یادرہیں گی

حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی ☆

محدثِ کبیر حضرت مولانا شیخ محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور کا شمار ان اجلہ اور نابغۂ روزگار شخصیات میں ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف قبولیت عطا فرمائی بلکہ محبوبیت سے بھی نوازا۔ غالباً ۱۹۶۸ء مطابق ۱۳۸۸ھ کی بات ہے جب امام الشریعت والطریقت حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث مظاہر علوم نے درسِ حدیث کو شیخ محمد یونس صاحبؒ کی جانب منتقل کر دیا تھا۔ یہ وہ مقام تھا جس پر شیخ کے ہزاروں تلامذہ رشک کرتے تھے کہ مظاہر علوم سہارنپور جیسی عظیم درسگاہ کا درسِ بخاری شیخ یونسؒ کو عطا کیا گیا۔

یہ صرف اس لئے نہیں تھا کہ حضرت شیخ محمد زکریا صاحبؒ نے آپؒ پر نظر التفات ڈالی اور محض اسی لئے دارالحدیث آپ کے سپرد کر دی گئی بلکہ اصل وجہ یہ تھی کہ حضرت مولانا محمد یونسؒ صاحب کو حدیث اور فن حدیث پر عبور حاصل تھا، اور شیخ کی نظروں نے دیکھ لیا تھا کہ میرے بعد یہی میری نیابت کے اصل حقدار ہیں۔ اسی لئے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نہایت سکون واطمینان کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے۔ ع

عطا مومن کو پھر دربارِ حق سے ہونے والا ہے

شکوہِ ترکمانی، ذہنِ ہندی، نطقِ اعرابی، درسِ بخاری عجیب شان سے دیا کرتے تھے، اور مستند حوالوں کے ساتھ طلباء کو سیراب فرما دیا کرتے، یہ آپؒ ہی کی شان تھی کہ جب محدثین کرام کے اقوال بیان فرماتے فرماتے آخر مقام تک پہنچتے تو ارشاد فرماتے: امامِ ربانی حضرت گنگوہیؒ کا قول یہ ہے اور میرے شیخ (شیخ زکریا) کا قول یہ ہے اور میرا قول یہ ہے۔ سبحان اللہ!

☆ بانی ومہتمم دارالعلوم محمدیہ بنگلور کرناٹک۔

پورے پچاس سال تک آپؒ نے درسِ بخاری سے مظاہر علوم سہارنپور کے دارالحدیث کو زینت بخشی اور کبھی آپ کی مقبولیت میں کمی نہ آئی، بلکہ آپ کے روحانی بطن سے ہزاروں محدث پیدا ہوگئے جو آج مختلف خطوں میں حدیث کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ نہ صرف عالمِ دین تھے بلکہ صاحبِ تقویٰ و ورع تھے، بڑے بڑے اساطین علوم ومعرفت نے آپ کے فیضانِ خاص سے اپنی تشنگی بجھائی، اور فن حدیث میں خصوصی مقام حاصل کیا۔

حضرت شیخ محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا وہ آخری دور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دو دو ڈھائی ڈھائی ہزار طالبین آپ سے صرف ملاقات (مصافحہ) کرنے کے لئے لائن میں لگے رہتے۔ اس ناکارہ نے کسی شیخ کی ایسی عظیم الشان مقبولیت نہیں دیکھی۔ بلاشبہ آپ ''شیخ العجم والعرب'' تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو مزید بلند فرمائے اور آپ کے فیوض وبرکات کو تاقیامت جاری رکھے، آمین ثم آمین!

ڈھونڈتی ہیں جس کو آنکھیں وہ تماشا چاہئے
چشمِ باطن جس سے کھل جائے وہ جلوہ چاہئے

شیخ محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی روحانی اولاد اور آپ کے روحانی جانشین تھے، چالیس سال قبل میں نے آپ کو دیکھا تھا آپ مزاج کے اعتبار سے نہایت نظافت اور نزاکت رکھتے تھے، ہر کسی سے مصافحہ نہیں فرماتے، میلے کچیلے کپڑوں یا گرد آلود ہاتھوں کے ساتھ یا بے ڈھنگے طریقہ سے کوئی آپ کے پاس آتا تو اپنی نظافت کی وجہ سے مصافحہ نہ فرماتے۔ لیکن ایسا بھی دور آیا کہ وہ تمام نظافتیں رخصت ہوگئیں اور ہر کسی کو مصافحہ اور دعاؤں سے نوازتے، فطرت میں گوشہ نشینی تھی، آپ نے شادی نہیں کی، ہمیشہ اپنے شاگردوں سے فرماتے: ''مجھے کوئی اولاد نہیں، آپ ہی میری اولاد ہیں، اس لئے ایصالِ ثواب کرنا نہ بھولنا، جب بھی یاد آجاؤں اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔'' یہ ایسی کسرِ نفسی تھی کہ خال خال ہی دیکھنے کو ملتی ہے۔

بہار کے ایک عالم دین نے مجھے پندرہ سال قبل ایک واقعہ سنایا کہ شیخ کو بہار میں کسی مدرسہ کی طرف سے دعوت دی گئی، آپؒ نے سفر فرمایا، لیکن درمیان میں ندی تھی اور اس پر پُل نہیں تھا، شیخ محمد یونس صاحبؒ کو لنگی پیش کی گئی، آپؒ نے زیب تن فرمائی اور دیگر لوگوں کے ساتھ بنفسِ نفیس ندی سے پار ہوگئے۔ بہار کے سفر میں کچی سڑکیں، دھول، غبار، بجلی کا ناقص انتظام، رہائش کے دیہاتی سیدھے سادے انتظام کے باوجود آپ کے پیشانی پر شکن نہیں آئی اور خوش اسلوبی کے ساتھ سفر پورا فرمایا۔ حالانکہ آپ کے طبع نازک کے برخلاف آپ نے خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی کا اعلیٰ مظاہرہ فرمایا۔ سچ ہے ؎

یہی مقصودِ فطرت ہے، یہی رمزِ مسلمانی
اُخوت کی جہاں گیری، محبت کی فراوانی

آپ جب فقہ حنفی پر کلام فرماتے تو ایسا لگتا کہ حنفیت سے بڑھ کر کوئی مسلک نہیں، لیکن آپ جب مسلکِ شوافع اور حنابلہ وغیرہ پر کلام فرماتے تو اس کا بھی پورا حق ادا فرماتے۔

آپؒ مسلکاً حنفی تھے لیکن اتحاد بین المسلمین کے لئے بھی آپؒ نے ہمیشہ سعی فرمائی اور اسی لئے گاہ گاہ انفرادی نماز میں رفع یدین بھی فرما لیتے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ رفع یدین بھی کرتے ہیں؟ تو فرمایا: ''یہ تمام طریقے آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں اور آپؐ کی ادائیں ہیں۔ میں اس لئے رفع یدین کرتا ہوں کہ کل قیامت کے دن میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر یہ پوچھ لیا کہ یونس! میری اس سنت کو تو نے کیوں چھوڑا تھا؟ کیا جواب دوں گا''۔ سبحان اللہ!

خردمندوں سے کیا پوچھوں کہ میری ابتدا کیا ہے
کہ میں اس فکر میں رہتا ہوں میری انتہا کیا ہے

آپؒ کے مزاجِ مبارک میں آقائے مدنی کی ادائیں رچی بسی تھیں، ہمیشہ ہر معاملہ میں سنن وواجبات کا خیال فرماتے اور یہ کوشش ہوتی کہ کوئی عمل سنت کے خلاف نہ ہوجائے۔ سفر وحضر میں سنتوں پر عمل کا حد درجہ اہتمام فرماتے۔ ایک محدث اور معلم اور جید

عالم دین کا یہی شیوہ ہونا چاہئے کیوں کہ ایسے حضرات دنیائے انسانیت کے لئے نمونۂ عمل ہوا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے جو ذمہ داری آپؒ کے سپرد کی تھی اس کو پورا پورا ادا فرمایا۔

یہ بات کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآں

آپ کی مقبولیت ہندو پاک اور بنگلہ دیش کے علماء میں ہی نہیں بلکہ عرب مصر و شام کے بڑے بڑے علماء آپ کی صلاحیت کے قائل ہیں اور آپؒ کو علمائے کرام کا پیشوا تسلیم کرتے ہیں۔

محدثِ کبیر شیخ صفوان عدنان الداوٗدی شامی ثم مدنی حفظہ اللہ جو مسجد قباء مدینہ منورہ کے قریب رہتے ہیں جن کا علمائے کبار میں شمار ہے، اس حقیر فقیر کو حضرت سے شرفِ نیاز حاصل ہے، جب بھی مدینہ شریف حاضری ہوتی ہے شیخ کی زیارت اور شیخ کی دعاؤں سے فیضیاب ہو کر ہندوستان لوٹتا ہوں۔ ایسے جلیل القدر اور نابغۂ روزگار محدث آپؒ سے محبت کا اظہار فرماتے ہیں اور نہایت اونچے اور پاکیزہ کلمات آپؒ کی شان میں بیان کرتے ہیں۔ یہ آپؒ کی رفعتِ شان کی ایک مثال ہے ورنہ ایسے ہزاروں واقعات اور ایسے ہزاروں علماء اور مشائخ ہیں جو شیخ محمد یونسؒ کو استاذ الاساتذہ تسلیم کرتے ہیں۔

آپ کی ذاتِ گرامی کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ نے ہمیشہ اختلافات سے گریز کیا اور گوشہ نشینی کے ساتھ اپنے کام میں لگے رہے۔ جلسہ جلوس، اسٹیج اور عمومی پروگراموں میں آپؒ کی شرکت نہ کے برابر ہوا کرتی تھی، کیوں کہ آپؒ کی ذاتِ گرامی اس سے کہیں زیادہ اعلیٰ وارفع تھی۔ آپؒ نے جس ذمہ داری کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا تھا وہ ان تمام کاموں اور مصروفیات سے ماوریٰ تھی۔

ترے مقام کو انجمن شناس کیا جانے   کہ خاکِ زندہ ہے تو طابعِ ستارہ نہیں

فقیہ الاسلام محدث کبیر شیخ المشائخ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی علمی اور عملی صلاحیت کے نہ صرف قدرداں تھے بلکہ آپ کے لئے نہایت قیمتی آراء رکھتے تھے اور نہایت پاکیزہ جملے استعمال فرماتے۔ زمانہ کے مشائخ اور علمائے حق آپؒ کے زہد وتقویٰ کے قائل ہوں بھلا اس سے بڑھ کر ان کے مقام کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے۔

مظاہر علوم سہارنپور کی مسند درسِ حدیث آپ کے حصہ میں آئی۔ اور کیوں نہ آتی؟ اس مقام پر آپؒ سے قبل ایسے ہی شیوخ اور معتبر علماء نے اس مسند کو زینت بخشی تھی۔

مجھ جیسے فقیر اور تہی دامن کی کیا بساط کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ لکھوں۔ بس اتنا ضرور عرض کروں گا کہ شیخ محمد یونسؒ صاحب اپنے وقت کے حسن بصری اور امام غزالی تھے۔ آپ کی وفات سے جو خلاء پیدا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اس خلاء کو پر فرمائے اور مظاہر علوم سہارنپور کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین!

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت مولانا مفتی محمد ساجد کھجناوری نے فون پر اطلاع دی کہ آپ بھی شیخ یونسؒ پر کچھ لکھ دیں۔ چنانچہ مفتی صاحب کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے یہ چند سطور سپردِ قلم کر دیں جو یقیناً سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہیں۔ دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت آپ کے درجات کو بلند فرمائے اور اپنی شایانِ شان اجر جزیل عطا فرمائے۔

کچھ لوگ دنیا میں آتے ہیں تو وہ اپنی خوبیوں کے باعث حسین تاریخ کا حصہ بن جاتے ہیں، اور کچھ ممتاز ہستیاں دنیا میں آتی ہیں وہ ایسی تاریخ رقم کر جاتی ہیں جن کو صدیوں نہیں بلکہ ہزاروں سال یاد کیا جاتا ہے۔ اللہ رب العزت حضرت والا کی تربت پر ہزاروں لاکھوں رحمتیں نازل فرمائے اور آپؒ کی تربت کو نور سے بھر دے، آمین ثم آمین!

میں متاعِ کارواں کے مدیر اعلیٰ مولانا محمد عثمان ندوی اور ان کے رفقاء کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ شیخ محمد یونسؒ پر ایک دستاویزی حیثیت کا خصوصی نمبر شائع فرما رہے ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین ثم آمین!

دفترِ یونسؒ اشاعت کے لئے تیار ہے   آفرینش! شیخِ حق کا دائمی دیدار ہے

”پندرہویں صدی ہجری کے عظیم محدث“

حضرت مولانا مفتی محمد اسلام قاسمی، ☆

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے اکابر محدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، محدث جلیل حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی علیہم الرحمہ کے جانشین اور پندرہویں صدی ہجری کے محدثِ اعظم حضرت مولانا محمد یونس مظاہری شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور کا ۱۱/ جولائی ۲۰۱۷ء کو انتقال ہوگیا، **رحمه الله و تغمده الله بغفرانه**

حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رحمہ اللہ کے انتقال سے سہارنپور کے علماء کی خدمات حدیث کے سلسلے کی ایک زرّیں کڑی کم ہوگئی، ایک علمی خلا پیدا ہوگیا، اللہ ربّ العزت اس کی تکمیل کا ذریعہ پیدا فرمائے۔ آمین

راقم الحروف کو پچاس سال پہلے مظاہر علوم سہارن پور کا وہ منظر یاد آنے لگا جب ہم طلبہ کو معلوم ہوا تھا کہ معروفِ زمانہ، عظیم تر شخصیت، محدثِ کبیر حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارن پور نے بخاری شریف کا کچھ حصہ تدریس کے لیے ایک نوجوان فاضل مولانا محمد یونس جونپوری کے حوالے کردیا ہے، پھر وہ منظر بھی کہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب اپنی روایتی نفاست و نزاکت اور علمی شان کے ساتھ دارالحدیث میں جلوہ افروز ہوئے۔ ایک محدث کے وقار اور عالمانہ صورت میں، سر پہ عمامہ اور اس میں ایک خوبصورت گلاب کا پھول، جس سے علمی شوکت اور خوبی کا اظہار، ہم طلبہ میں بیحد مسرت کا سماں، دارالحدیث کی عظمت کا عکس اور مظاہر علوم کی فضا میں اللہ کی رحمت اور ملائکہ کی تسبیح و تہلیل کا تصور، علوم دینیہ کا طالب علم اسی خیال سے سرشار۔

یہ ۱۹۶۷ء مطابق ۱۳۸۷ھ کی بات ہے، راقم الحروف مظاہر علوم سہارنپور میں شرح جامی کی جماعت میں داخل ہوا تھا، جب ناظم ادارہ ایک معروف علمی و روحانی ہستی حضرت

☆ استاذ حدیث وادب دارالعلوم وقف دیوبند

مولانا اسعد اللہؒ خلیفۂ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی صورت میں موجود تھی، ناظم صاحب بہت ضعیف ہو چکے تھے، مگر حدیث کی ایک کتاب ''طحاوی شریف'' زیر درس تھی جو مسجد قدیم میں جاری تھی اور مظاہر علوم کے اکابر محدثین کے جانشین اور علمی و عوامی حلقوں میں ''شیخ الحدیث'' کے لقب سے سے شناخت رکھنے والے حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی، تدریسی اور اصلاحی فیضان جاری تھا۔ باکمال و باصلاحیت اساتذہ کی ایک جماعت طلبہ کی تعلیم وتربیت میں مشغول تھی، فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہ نائب ناظم کی حیثیت سے تعلیمی و انتظامی امور کی نگرانی پر مامور تھے، ساتھ ہی بعد نماز مغرب ترمذی شریف کا درس دیتے، جو انھوں نے اخیر عمر تک جاری رکھا اور یہ درس ملک بھر کے علماء، طلبہ اور مدارس کے حلقوں میں بیحد معروف ومقبول تھا، اسی زمانے میں ''امام النحو'' کے لقب سے مشہور علامہ صدیق کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا شرح جامی بحث اسم کا درس بھی اپنی امتیازی شان کے ساتھ جاری تھا، راقم اسی جماعت میں شریک تھا، دیگر اساتذہ میں حضرت مفتی محمد یحییٰ، مفتی عبدالعزیز رائے پوری، مولانا وقار علی، مفتی عبدالقیوم رائے پوری اور مولانا محمد عاقل سہارن پوری (موجودہ شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور) قدیم اور نمایاں اساتذہ موجود تھے جو اپنے علمی فیضان سے طلبہ کو فیضیاب کررہے تھے۔

ان قدیم اساتذہ کی موجودگی میں حضرت مولانا محمد یونس جونپوری کا بخاری شریف کی تدریس کے لیے انتخاب ہم طلبہ اور عام لوگوں کی نظر میں حیران کن ضرور تھا، مگر ناظم صاحب اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی دوربیں نگاہوں نے مولانا یونس کی صلاحیتوں اور علم حدیث سے گہری وابستگی کو اچھی طرح پہچان لیا تھا، ابھی مولانا کی عمر بہ مشکل ۳۰ر سال رہی ہوگی، جوان العمر اور غیر شادی شدہ، نازک طبع، نفاست پسند اور یکسو رہنے والے۔ اللہ ربّ العزت نے اس عمر میں ہی اتنی اہم ترین کتاب کی تدریس کے لیے توفیق عطا کردی تھی، ابتدائی سالوں میں انھوں نے مظاہر علوم میں ابتدائی اور متوسط درجات کی کتابیں بھی پڑھائیں اور جس سال بخاری کے کچھ حصے ان سے متعلق ہوئے اس سال بھی حدیث کی کتاب ابوداؤد

اور نسائی شریف زیر درس تھی، پھر نصف صدی تک بخاری شریف کا درس اس طرح جاری رہا کہ برصغیر کے علاوہ اسلامی دنیا میں وہ محدثِ کبیر اور شیخ الحدیث کے نام سے امتیازی شناخت کے مالک بن گئے۔

اسی سال طلبہ کی جماعت میں چند ایسے افراد تھے جو بہت نمایاں تھے، ہم نے سنا کہ گذشتہ سال دورۂ حدیث میں دو طالب علم سب سے نمایاں نمبرات سے کامیاب ہوئے ہیں اور ابھی ''فنون'' کی جماعت میں داخل ہیں۔ (۱) مولانا محمد یعقوب سہارنپوری اور دوسرے مولانا محمد سلمان مظاہری۔ ہم متوسط جماعت کے طلبہ ان دونوں کو تحسین اور عقیدت کی نگاہوں سے دیکھتے اور رشک کرتے تھے، اب مولانا سلمان مظاہری مظاہر علوم جدید کے ناظم ہیں اور مولانا یعقوب مظاہر علوم وقف کے سینئر استاذ۔

اسی سال دو طلبہ مختصر المعانی کی جماعت میں تھے، ہمیں اچھی طرح یاد ہے جو اوقاتِ درس میں مظاہر علوم کی درس گاہوں میں آتے جاتے نظر آتے۔ زبیر الحسن اور محمد شاہد۔ معلوم ہوا کہ دونوں حضرت شیخ الحدیثؒ کے عزیز ہیں، یہی مولانا زبیر الحسن مرحوم ہیں جو امیر جماعت تبلیغ مولانا انعام الحسن کاندھلوی کے صاحبزادے تھے اور بعد میں امیر جماعت بنے اور ابھی چند سال قبل ان کا انتقال ہوا۔ دوسرے مولانا شاہد جو حضرت شیخ کے نواسے ہیں اور مظاہر علوم کے امین عام، اپنی علمی وتحریری صلاحیتوں سے ہندو بیرونِ ہند میں معروف ومقبول۔

پھر اسی سال مختصر المعانی کی جماعت میں دو باصلاحیت طالب علموں کے چرچے طلبہ میں ہوا کرتے تھے، ایک محمد وسیم سہارن پوری، جو اپنی جماعت کو مذاکرہ وتکرار کرایا کرتے اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے معتمد خاص تھے، اب ماشاءاللہ وہ عرصۂ دراز سے خود جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے شیخ الحدیث کی مسند کو زینت بخش رہے ہیں اور ضلع سہارنپور کے ممتاز علماء ومحدثین میں شمار کیے جاتے ہیں، ان سے احقر کی ملاقاتیں بھی رہی ہیں، اور دوسرے طالب علم تھے ثناء اللہ ہزاریباغی، نہایت علمی صلاحیت کے مالک، ذہین اور مستعد، راقم کے

وطن سے قریب کے رہنے والے، ساتھ ہی کھانا کھاتے، مجھے خود بھی اپنی قیمتی رائے سے نوازتے رہتے، علمی مشغلوں کی ترغیب دیتے، وہ حضرت مولانا محمد عاقل صاحب دامت برکاتہم کے معتمد خاص ہوا کرتے تھے، اب پچاس سال گذر رہے ہیں، پتہ نہیں مولانا ثناء اللہ مظاہری کہاں ہیں اور کیا مشغولیات ہیں؟

اس زمانے میں مظاہر علوم کی تمام درسگاہیں قدیم عمارت میں ہی تھیں، مگر حضرت ناظم صاحب اور شیخ الحدیث اپنے ضعف کی وجہ سے مسجد قدیم میں ہی درس دیتے، البتہ طلبہ کی رہائش کیلئے قدیم عمارتوں کے علاوہ کچھ فاصلے پر دارِ جدید کی عمارت بھی (تحتانی منزل) تیار تھی، میرا قیام وہیں پر کمرہ نمبر ۷ میں تھا، اسی کے قریب کمرہ نمبر ۹ (غالبًا) میں استاذ گرامی حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب کی رہائش تھی، دارِ جدید کی نگرانی حضرت مولانا مفتی عبدالعزیز رائے پوری فرماتے تھے، مگر میرے چند ہم وطن طلبہ کا قیام کمرہ نمبر ۹ قدیم میں تھا، جہاں ہم کھانا کھایا کرتے، یہ حجرہ مسجد قدیم سے متصل تھا اور اسی کے قریب وہ حجرہ تھا جس میں حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رہائش پذیر تھے، درس کے اوقات کے علاوہ دوپہر اور شام کو دارِ قدیم میں ضرور آنا ہوتا تو نظر حضرت مولانا کے کمرے پر پڑتی، یہ کمرہ بھی کیا تھا، ہر طرف کتابیں ہی کتابیں، آرام کے وقت تپائی کو ایک طرف کر کے حضرت سو جاتے، ورنہ باضابطہ علیحدہ بستر یا پلنگ جیسی کوئی چیز نہیں ہوتی، کبھی کبھی حضرت نے کسی کام کام کو کہہ دیا تو ایسی خوشی جس کا کوئی ٹھکانہ نہیں، ہم بچے تھے، ابتدائی جماعتوں کے طالب علم حضرت کی خدمت میں حاضری یا کسی علمی تحقیق کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اوقاتِ درس میں اگر ہمارا گھنٹہ خالی ہوتا تو ان کے درس میں شریک ہونے کی سعادت مل جاتی، البتہ بعد مغرب حضرت مفتی مظفر حسین صاحب کے درسِ ترمذی میں زیادہ بیٹھنے اور استفادے کا موقع ملتا۔

اگلے سال یعنی ۱۹۶۸ء میں راقم الحروف کی ہم جماعت بڑی تعداد میں طلبہ دیوبند

آ گئے، سہارن پور جانا ہوتا تو اساتذہ سے ملاقاتیں ہوتیں، حضرت مولانا سے ملاقات صرف زیارت کی حد تک، البتہ مفتی عبدالقیوم صاحب سے انسیت تھی، ان سے سوالات کرنا یا ان کی نشست میں زیادہ وقت گزارنا بہتر لگتا تھا۔

وقت گذرتا گیا، علامہ صدیق کشمیری کی وفات ہوگئی، جنازے میں بھی شرکت کی، پھر حضرت ناظم صاحب کی رحلت ہوئی، حضرت شیخ الحدیث مدینۃ الرسول ہجرت کر گئے اور علم حدیث کی خدمت مولانا یونس صاحب کے سپرد کر دی، حضرت مولانا محمد عاقل صاحب بھی تدریس کے ساتھ حدیث کی تشریح وتحشیہ میں مشغول رہے۔ حضرت مفتی مظفر حسین صاحب تدریس ترمذی کے علاوہ مظاہر علوم کے انتظامی امور کی نگرانی کرتے رہے۔

حضرت مولانا محمد یونس صاحب بخاری شریف کی تدریس اور علوم حدیث کے مطالعہ میں مزید منہمک ہوگئے، دور دور تک ان کے شاگرد بھی پہنچے اور فیضانِ علم کو عام کرتے رہے، حضرت مولانا مطالعہ، تحقیق اور تدریس سے ہی متعلق رہے۔ تحریر وتالیف سے لگن نہیں رکھی، اس لیے حدیث پر باضابطہ خود کوئی تصنیف نہیں فرمائی، مگر طلبہ میں چند ایسے بھی ہوئے جنھوں نے ان کے افادات کو قلمبند کیا اور ان کو شائع کیا جیسے ’’الیواقیت الغالیہ‘‘ یا سوالوں پر مشتمل کچھ علمی جوابات، حدیث کی تصحیح وتضعیف پر کلام اور بخاری شریف کی احادیث کی سند پر کچھ تحریریں۔ ابھی ضرورت ہے کہ ان قیمتی افادات اور تحقیق کو مرتب کر کے شائع کیا جائے اور ممکن ہو تو ان کے خصوصی مطالعہ کے حاصل مباحث یا کلام کو عربی زبان میں بھی منتقل کیا جائے تا کہ عرب علماء میں بھی ان کی علمی صلاحیتوں اور احادیث سے متعلق خدمات کا فیضان پہنچے اور عرب دنیا میں ہندوستانی محدثین کرام کی عظمتوں کا تعارف ہو اور تاریخ میں ثبت ہو جائے۔

یہاں یہ ذکر بیجا نہ ہوگا کہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب پچاس سالوں سے زائد علم حدیث کی تدریس میں مشغول رہے، اوقاتِ درس کے علاوہ ان کا شغف علوم الحدیث اور ان کی متعلقہ کتابوں کے مطالعے اور تحقیق سے تھا، انھوں نے متقدمین محدثین کی کتابیں بھی چھان

ڈالیں اور متأخرین اصحابِ حدیث کی تالیفات پر نظر ڈالی، اسماء الرجال کی کتابوں، الجرح والتعدیل کے ائمہ کی آراء اور ان کے کلام سے مکمل استفادہ کیا، اس لیے وہ صحاحِ ستہ میں مروی احادیث کی صحت اور ضعف پر اپنی ذاتی رائے دینے کا حق رکھتے تھے اور بہت سے مسائل میں انھوں نے منقول دلائل کی بنیاد پر اپنی رائے پیش کی اور ان پر عمل پیرا بھی رہے، اصلاً وہ حنفی المسلک تھے، مگر عام محدثین کے طریق پر بعض فقہی مسائل میں جداگانہ رائے کے قائل تھے، اور بعض عرب تلامذہ کے سامنے تو انھوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ میں ان مسائل میں کسی کی تقلید نہیں کرتا، اپنے اساتذہ اور شیوخ کی اور نہ کسی اور کی۔

راقم الحروف کی بعض اصحابِ علم سے ملاقاتوں پر یہ شکایت بھی سنی گئی کہ حضرت مولانا درس میں یا بیان میں فقہی مسائل کے سلسلے میں حنفی مسلک کے خلاف بھی بولتے ہیں اور دس پندرہ سال قبل چند علمائے دیوبند و مظاہر علوم اربابِ مظاہر کے پاس انفرادی اور اجتماعی طور پر یہی شکایت لے کر بھی گئے، انھوں نے تو یہ بھی کہا کہ مولانا شاید غیر مقلد ہو گئے ہیں۔ مگر ان حضرات کو شاید حضرت شیخ الحدیث کی علمی مہارت، علوم حدیث پر مکمل قدرت اور محدثین عظام کے طرزِ عمل کا پوری طرح علم ہی نہیں تھا۔

حقیقت میں حضرت شیخ یونس علیہ الرحمہ پندرھویں صدی ہجری کے عظیم محدث تھے اور علم حدیث کے بحر ذخار میں غوطہ زن، وہ فروعی مسائل میں متأخرین کی رائے یا مسلک کے پابند ہو بھی نہیں سکتے تھے، فقہی مسائل میں اپنی حتمی رائے کیلئے احادیث کے مجموعوں میں دلائل کا انبار تلاش کر لیتے، اور ان کی روشنی میں ہی فقہی رائے بھی رکھتے جو ان جیسے بحر العلوم کے لیے روا بھی تھا۔

☆☆☆

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جون پوریؒ

وہ کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

مفتی محمد ساجد کھجناوری☆

۱۶؍شوال المکرّم ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱؍جولائی ۲۰۱۷ء بروز سہ شنبہ کو تعلیم وتربیت کی شہرۂ آفاق مرکزی درسگاہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جون پوری رحمہ اللہ کے حادثۂ رحلت نے عالم اسلام کو عموماً اور برصغیر کے دینی وعلمی حلقوں کو خصوصاً جس طرح سوگوار چھوڑا ہے اس کی کسک دیر اور دور تک محسوس کی جاتی رہے گی، وجہ اس کی یہ ہے کہ اس دور قحط الرجال میں جب کہ علم وفضل کی سلطنتیں زوال پذیر ہیں اور قلم وکتاب کا بھرم جن بساغنیمت بافیض شخصیات کے وجود سے قائم ہے اس حال میں سوئے آخرت رواں دواں ہیں کہ ان کی جگہ لینے والا کوئی فردِ فرید دور دور تک نظر نہیں آتا، رواں سال کے ماہ وایام پر ہی نظر ڈال لیجئے کہ آسمانِ علم کے کیسے کیسے نجوم وکواکب ٹوٹ ٹوٹ کر گر گئے جبکہ یہ وہ آفتاب وماہتاب تھے جن کی ضوفشانی سے ایک جہان روشن تھا، انسانی عظمت وشرافت کے یہ وہ سنہرے کردار تھے، جو اگر چہ پس مرگ بھی درخشاں ہی رہیں گے مگر ان کے وجود باجود سے تو ہم سدا کیلئے محروم ہی ہوگئے ہیں۔ ان یارانِ فضل وکمال کی فہرست یوں تو خاصی طویل ہوگئی ہے لیکن اگر بہت اختصار سے کام لیں تو استاذ محترم حضرت مولانا عبدالحق اعظمیؒ، شارح بخاری حضرت مولانا سلیم اللہ خان، مرتب ایضاح البخاری حضرت مولانا ریاست علی بجنوری اور جامع منقول ومعقول حضرت مولانا نسیم احمد غازی کو سرفہرست ہی شمار کیا جائے گا۔

افسوس کہ شیخ مولانا محمد یونس کی وفات حسرت آیات نے تو محرومیوں کے اس سلسلہ کو دراز سے دراز تر کر دیا ہے، محدث باکمال حضرت مولانا محمد یونس جون پوریؒ ان زمانہ

☆استاذ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

ساز ہستیوں میں سے تھے جن کے دمِ فیض سے ایک جہان آباد رہتا ہے، خلقِ خدا ان سے استفادہ کرتی ہے تو بزمِ یقین ان کی حرارت ایمانی سے گرم رہتی ہے، مصدرِ فیاض نے مولانا مرحوم میں ایسے کمالات رکھ چھوڑے تھے کہ ان کی ساری زندگی میراثِ علم کی حفاظت و تقسیم کیلئے ہی وقف ہو کر رہ گئی تھی، انہوں نے اپنی حیات عزیز کی اسی سے زائد بہاریں دیکھیں مگر ان کی ہر صبح و شام علم حدیث کے حلقے سجانے میں صرف ہوئی ے

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی　　　میں اسی لئے مسلمان میں اسی لئے نمازی

ان کے حال وقال کو دیکھ کر لگتا تھا کہ انسانی انجمنوں کا یہ فرشتہ صفت آدمی صرف رب کائنات کی خوشنودی پانے کیلئے ہی اس قدر بے چین رہتا ہے، اللہ جل وعلا نے علم حدیث کے اس خادم کو اپنی خاص نعمتوں سے بہرہ ور کیا تھا، ان کے اندر کمالِ استغنا، زہد وقناعت، صبر واستقامت اور توکل وتبتل کی نرالی شان ہویدا تھی، مسند درسِ حدیث پر براجمان ہوتے تو عسقلانی، قسطلانی اور کرمانی کی یادیں تازہ کر دیتے، حفظ واتقان میں بھی اللہ نے انہیں طاق بنایا تھا، اسی لئے آپ کے مرشد وباکمال استاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کو جب اپنے بعض تصنیفی کاموں کیلئے ایک علمی مشیر اور رجل رشید کی ضرورت درپیش ہوئی تو آپ کے محسن ومربی اور شفیق استاذ فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسین علیہ الرحمہ سابق ناظم مظاہر علوم نے مولانا محمد یونسؒ کا نام نامی اس وقیع خدمت کیلئے موزوں قرار دیا، پھر دنیا نے دیکھا کہ مولانا مرحوم اس اہم کام کیلئے کس قدر مفید ثابت ہوئے کہ خود برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا قدس سرہ نے اپنی گراں بہا تصنیف میں نہ صرف ان پر اعتماد فرمایا ہے بلکہ ان کی آراء بھی نقل فرمائی ہیں، حضرت مولانا محمد یونسؒ کی یہ خوش بختی بھی قابل ذکر ہے کہ انہیں ایسے باکمال اور روشن ضمیر اساتذہ ملے جو علم وعمل اور شریعت وطریقت کے حسین سنگم تھے، چنانچہ آپ کے اساتذۂ ذی شان میں حضرت مولانا عبدالحلیم جون پوریؒ، حضرت مولانا ضیاء الحق، حضرت مولانا میر احمد کاندھلویؒ، حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ رامپوریؒ بطورِ خاص قابل ذکر ہیں، جبکہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اور فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسین اجراڑوی تو آپ کے صرف استاذ ہی نہیں بلکہ آپ کی علمی شخصیت کی تعمیر وتشکیل میں بنیادی کردار ادا کرنے والے تھے، اسی لئے اگر جامعہ مظاہر علوم میں برائے تدریس آپ کا تقرر حضرت مفتی صاحب مرحوم کا

دوررس فیصلہ تھا تو شیخ الحدیث جیسے باوقار منصب پر جلوہ افروزی حضرت شیخ محمد زکریا قدس سرہ کا حسن انتخاب تھا، موٴخر الذکر ان دونوں بزرگوں نے شیخ مولانا محمد یونسؒ کے ظاہر و باطن پر جو گہرے نقوش چھوڑے تھے ان کے اخلاص و برکت نے مولانا کے اندرون میں کمالات کے موتی ٹانک دئے تھے۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات والی کہاوت بھی آپ پر خوب صادق آتی ہے، چنانچہ ابتداء ہی حضرت شیخ زکریاؒ کو اپنے اس چہیتے شاگرد کے اندر آثارِ فیروزمندی نظر آنے لگے تھے، ان کا یہ وجدانِ قلبی تھا کہ شیخ مولانا یونسؒ کو قادر مطلق کی توفیق سے علم حدیث کی طویل زمانی خدمت کا موقع فراہم ہوگا اور وہ اپنے زمانہ کے امیر المؤمنین فی الحدیث کہلائیں گے، چنانچہ اپنے ایک تاریخی اور یادگار خط میں جو انہوں نے شیخ مولانا یونسؒ کے نام ۲۳/ رجب ۱۳۸۷ھ کو ارقام فرمایا ہے لکھتے ہیں:

’’ابھی تدریس دورہ کا پہلا سال ہے اور اس سیہ کار کو تدریس دورہ کا اکتالیس واں سال ہے اور تدریس حدیث کا سینتالیس واں سال ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے اور مبارک مشغلوں میں تادیر رکھے، جب سینتالیس پر پہنچ جاؤ گے تو ان شاء اللہ مجھ سے آگے ہوؤ گے (اس پرچے کو نہایت احتیاط سے کسی کتاب میں رکھیں اور چالیس سال بعد پڑھیں)‘‘۔

کسی نے سچ ہی کہا ہے قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید، شیخ نے از راہِ دُعا و تمنا مولانا محمد یونس صاحب کے آئندہ پچاس سالہ تدریسی سفر کا جو عندیہ دیا تھا وہ حرف بحرف ثابت ہوا، کوئی شبہ نہیں کہ حضرت مولانا محمد یونس جون پوریؒ نے اس شان سے درس حدیث دیا کہ بخارا و سمرقند کی یادیں تازہ ہوگئیں اور شمع حدیث کے پروانے دیوانہ وار آپ کے ارد گرد جمع رہتے، چنانچہ نہ صرف ہندو پاک بنگلا دیش کے طلبہ نے آپ سے اکتساب فیض کیا، بلکہ افریقہ امریکا اور یورپی ممالک کے علاوہ شام و مصر اور خلیجی ریاستوں کے بے شمار جویان علم نے آپ کے دامن فیض سے استفادہ کیا، بلاد عرب کے نام ور اساتذہ حدیث تو آپ کے سامنے زانوئے تلمذ کو سعادت سے تعبیر کرتے تھے، حضرت مرحوم جس حجرہ میں مقیم تھے وہ نہ صرف طالبین و سالکین کا مرکز تھا بلکہ علم کا ایسا سدا بہار چمنستان تھا جہاں کتابوں کی شکل میں انواع و اقسام کے پھول مسکراتے رہتے تھے، دار الحدیث کے علاوہ حضرت شیخ کا یہی

دار المطالعہ تھا اور یہیں قیام وقعود کا پاکیزہ عمل بھی، شیخ کی تمام تر دلچسپیوں کا واحد مرکز بس کتب بینی ہی رہا، کسی شاعر نے آپ کو دیکھ کر ہی کہا ہوگا ؎

ہمیں دنیا سے کیا مطلب مدرسہ ہے وطن اپنا
مریں گے ہم کتابوں پر ورق ہوگا کفن اپنا

اسی لئے چشم فلک نے بھی دیکھا کہ شیخ نے ہزاروں نادر و نایاب کتابوں سے پٹے اپنے اسی حجرہ میں بالآخر جان جانِ آفریں کے حوالہ کر دی۔

تغمده الله بغفرانه و ادخله فسيخ جناته

آخر کون جانتا تھا کہ شیراز ہند کہلانے والے جون پور یوپی کے کھیتا سرائے مضافات میں ۲۵؍رجب المرجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۲؍اکتوبر ۱۹۳۷ء کو ایک معمولی گھرانے میں جنم لینے والا یہ خوش نصیب بچہ آسمان علم پر آفتاب بن کے چمکے گا، جس کے فضل و کمال کا شہرہ دنیا بھر کے ملکوں میں پھیل جائے گا، بلکہ قلم و کتاب کے رسیا اور دھنی اسے سروں پر بٹھائیں گے، اس کے نخرے برداشت کریں گے، اللہ کے لئے اس سے محبت کا رشتہ قائم کریں گے جس کے جلو میں سکونِ قلب و نظر ہی میسر آئے گا، مگر وہ دنیا سے اس طرح گریزاں رہے گا کہ زمانہ میں اس کے استغنا و قلندری کی مثال دی جائے گی، آج اس کی رحلت پذیری پر ہر کوئی ماتم کناں ہے، مظاہر علوم کے دیوار و در، اس کے مکیں و مکاں کس کرب سے دوچار ہو رہے ہوں گے، اس کا ادراک تو ہر دانا و بینا کر ہی رہا ہوگا خود جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ بھی غم کی تصویر بن گیا جس کے ارباب تدریس و تنظیم سے حضرت شیخ کو بایں معنیٰ تعلق خاطر تھا کہ آپ کے ارشد تلامذہ بالخصوص شیخ الحدیث حضرت مولانا وسیم احمد سنسار پوری کے ذریعہ آپ ہی کی ودیعت کردہ امانت (علم حدیث) طلبۂ حدیث کے سینوں میں منتقل کرنے میں بفضل اللہ نہ صرف نیک نام ہیں بلکہ آپ کے خوابوں اور امیدوں کی تعبیر بھی فراہم کر رہے ہیں دراصل جملہ معترضہ کے طور پر ہی سہی عرض کر دینا مناسب ہوگا کہ شیخ یہاں کی تعلیم و تربیت اور حسنِ انتظام سے بڑے مطمئن رہا کرتے تھے، بعض مرتبہ اپنی مجالس میں فرماتے کہ دارالعلوم، مظاہر علوم کے بعد اگر دورۂ حدیث پڑھنا ہو تو گنگوہ اس کیلئے مناسب جگہ ہے، کبھی فرماتے بچوں! اگر درس حدیث پڑھنا ہو تو گنگوہ جا کر مولوی وسیم احمد سے پڑھ لینا۔

جیسا کہ ماقبل میں ذکر کیا کہ جامعہ میں آپ کا حادثۂ رحلت غیر معمولی شدت کے ساتھ محسوس کیا گیا، جامعہ کے روحِ رواں اور آپ کے عقیدت کیش حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی نے مشہور محدث حضرت امام شعبہؒ کے انتقال پر ان کے ایک معاصر کا یہ تاریخی تعزیتی جملہ **مات الحدیث بموت شعبة** مستعار لیتے ہوئے فرمایا کہ آج یہ جملہ حضرت مولانا محمد یونسؒ کی رحلت پر بار بار دل کو رلا رہا ہے، واقعی حضرت شیخ کے انتقال سے حدیث کے غلغلوں سے آباد و شاداب ایک بزم سونی ہوگئی ہے کہ اب کوئی دوسرا شیخ یونس آسانی سے پیدا نہ ہوگا، اللہ ان کی مغفرت کاملہ فرمائے آمین۔

حضرت مولانا کی کن کن خوبیوں کو قرطاس کے سینہ پر سجایا جائے ان کے چہرے بشرے پر انوارِ حدیث نمایاں نظر آتے تھے، عشق الٰہی اور محبت رسول سے وہ ہر آن مغلوب دکھائی پڑتے تھے، اسی لئے واردین وزائرین کو بطور نصیحت تلاوتِ قرآن کی کثرت اور درود شریف کی تسبیحات پر بہت ارتکاز فرماتے تھے، کوئی انہیں دیکھے تو اللہ یاد آتا آخرت کا استحضار بڑھ جاتا اور اپنے اندرون کو ٹٹولنے کی بھی ترغیب ملتی تھی، حضرت کی مجالس میں حاضری کے تو کئی مواقع ملے لیکن دو تین بار کی ملاقات ہمیشہ ذہن پر نقش رہے گی، ابھی دو سال قبل ۲۰۱۵ء دسمبر کے اوسط عشرہ میں ملک کی خفیہ ایجنسیوں کو اس ناچیز کی طرف سے گمراہ کیا گیا تو انجام کار بندہ کو ایک ہفتہ کیلئے باعزت تحویل و تفتیش کے مرحلہ سے گذرنا پڑا اور سن کا یہ سلسلہ دراز ہوسکتا تھا مگر نصرت الٰہی قدم بوس رہی اور سچائی کا ہی بول بالا ہوا کہ جلد ہی رہائی نصیب ہوگئی، بہر حال یہ تفصیلی داستان پھر کسی وقت قلم بند کرونگا

؎ کبھی فرصت سے سن لینا عجب ہے داستاں میری

خیر اس حادثۂ نامرضیہ کے بعد جب جامعہ مظاہر علوم کے سابق استاذ مولانا مفتی محمد رضوان میرٹھی کی تحریک و معیت میں شیخ کی عدالت میں پیشی ہوئی مفتی رضوان کی حضرت شیخ سے خاصی بے تکلفی وانسیت تھی تو اولاً ہی میرے بارے میں پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے مختصر تعارف کے ساتھ ہی مذکورہ واقعہ بھی ذکر کر دیا یہ سنتے ہی شیخ مکمل متوجہ ہوگئے تأسف بھرے لہجہ میں گویا ہوئے کہ انہوں نے کوئی تکلیف تو نہیں دی، پھر ساری تفصیل سن کر فرمایا ایسا لگتا ہے ہم لوگ ملکی دور سے گذر رہے ہیں، بچوں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ بعد ازاں شیخ نے اپنے

ذوق کے مطابق بعض کبار محدثین کا تذکرہ چھیڑ دیا اور خاص کیفیات کے ساتھ ان کے دلچسپ واقعات سنائے۔

ایک دوسری مجلس میں بندہ نے کویت میں مقیم ممتاز عالم دین شیخ بدرالحسن القاسمی سابق مدیر الداعی دارالعلوم دیوبند اور آپ کے قلم سے شیخ کی تحسین وتوصیف پر مبنی ایک تحریر کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ ہاں میری ان سے دید شنید ہے، لیکن انہوں نے میرے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ ان کا حسن ظن ہے اس کے بعد کہنے لگے کہ میں تو اللہ سے بس فضل کی دعا کرتا ہوں اب یہ یقین ہو چلا ہے کہ اسی سے بیڑہ پار ہوگا۔

ایک موقعہ پر جبکہ طبیعت میں کافی انشراح تھا فرمانے لگے بھائی ہم کسی زیادہ پڑھے لکھے گھر کے تو تھے نہیں اور کوئی نسبت بھی نہیں تھی جو کچھ کام آتی بس پڑھنے کیلئے آگئے تھے، اللہ غریق رحمت کرے حضرت مفتی مظفر حسین مرحوم کو وہ بڑے محسن تھے میرے، پھر اپنا ایک واقعہ سناتے ہوئے بولے کہ ایک بار گھر سے پندرہ یا بیس روپیہ کا منی آرڈر فارم آیا تو میں نے مفتی مظفر حسینؒ سے اس کا ذکر کر دیا انہوں نے فرمایا کہ ان پیسوں سے تو مشکوٰۃ خرید لے میں نے ایسا ہی کیا جب میں نے اس کا مطالعہ شروع کیا تو متفق علیہ وغیرہ اصطلاحات پر نظر پڑی میں سوچنے لگا کیا ہے اس کا مطلب؟ بچوں! اس طرح بہت سی باتیں سامنے آتیں تو میں جواب تلاش کرتا، اس طرح علم حدیث سے مناسبت ہونے لگی، پھر آپ پر گریہ طاری ہو گیا اور حضرت مفتی مظفر حسین علیہ الرحمہ کے تعلق سے اظہار ممنونیت فرمانے لگے، آہ! کیا پتہ تھا کہ حضرت شیخ سے یہ آخری ملاقات ہو رہی ہے اے کاش معلوم ہوتا تو کچھ اور لمحات اس بخاری زماں کی مجلس میں گذار دیتے ؎

بہت لگتا تھا دل صحبت میں ان کی
کہ اپنی ذات میں وہ ایک انجمن تھے

بارِالٰہ امام بخاری ومسلم کے اس سچے جانشین اور عاشق حدیث رسول ﷺ کی بال بال مغفرت فرما اور انہیں بہشت بریں کی غیر محدود نعمتوں سے مالا مال فرما آمین۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری

مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

حضرت مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی ☆

منگل کا دن تھا اور جولائی کی ۱۱ر تاریخ، دن کے کوئی ساڑھے دس بج رہے ہوں گے، یہ عاجز وفقیر اپنے مرشد گرامی حضرت مولانا محمد ولی رحمانی اطال اللہ بقاءہ کی خدمت میں حاضر ہوا، علیک سلیک کے بعد دفعتاً حضرت محترم نے یہ روح فرسا خبر سنائی کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری ابھی تھوڑی دیر پہلے انتقال کر گئے، بے اختیار زبان سے نکلا۔ **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون! اللھم ارحمہ و اغفر لہ و ادخلہ فسیح جنّاتک یا ارحم الراحمین** دل سے آواز آئی۔ آہ! کیسی بڑی علمی شخصیت اٹھ گئی، کتنا عظیم محدث رخصت ہوا، علم کا جویا، بحر تحقیق کا شناور، اور زہد وقناعت کا پیکر راہی ملک عدم ہوا۔

چراغ وہ بجھا جس کی لو قیامت تھی

دن بھر ان کی یاد آتی رہی، رہ رہ کر ان کا منور چہرہ نظروں کے سامنے آجاتا، دل خیالات کی آماجگاہ ہے طرح طرح کے خیالات آتے ہیں، گزر جاتے ہیں، کبھی سوچتا کہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ان کے ہزاروں شاگردوں اور مریدین پر کیا گزری ہوگی، ان کا عدیم المثال استاذ اور محبوب شیخ آج عالم آخرت کی طرف منتقل ہوا، مظاہر علوم کے درودیوار کس درجہ ماتم کناں ہوں گے، دار الحدیث کا ذرہ ذرہ مصروف گریہ وبکا ہوگا کہ نصف صدی تک ان کو اللہ اور اس کے پاک رسول ﷺ کے مبارک ناموں سے منور اور معطر کرنے والا آج ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا، حضرت مرحوم کے دیرینہ رفیق اور ان کے مخدوم زادے مولانا طلحہ صاحب دامت برکاتہم آج اپنے آپ کو کس قدر تنہا اور اکیلا محسوس کر رہے ہوں گے! شاید وہ ان گلیاریوں کو جہاں دونوں ساتھی اکٹھے چلتے پھرتے

☆ سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ۔

تھے، حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہے ہوں گے، اور شجیع کا یہ بلیغ شعر پڑھتے ہوں گے ع

شجیع آج تنہا چمن کو گئے تھے   بہت ان کے نقش قدم یاد آئے

پھر معاً یہ خیال آیا کہ آج حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ عالم برزخ میں کتنے خوش ہوں گے، ان کا مایہ ناز شاگرد رشید، ان کا بافیض مرید وخلیفہ، ان کی درسگاہ کا باکمال اور عدیم المثال فیض یافتہ، ان کے علوم ومعارف کا امین اور ان کی مسند تدریس کا سچا جانشین آج عالم دنیا سے عالم برزخ کی طرف آرہا ہے، اللہ اللہ استاذ وشاگرد دونوں بانصیب! استاذ مشفق وجانثار تو شاگرد بھی محبّ صادق اور عاشق زار، استاذ نے اپنی مسند تدریس شاگرد کی کم عمری کے باوجود اس کے سپرد کر کے اعتماد واعتبار اور شفقت اور قدر دانی کی مثال قائم کی تو شاگرد نے بھی مرتے دم تک مسند تدریس کا حق ادا کر کے تعمیل حکم اور وفا شعاری کا بیش بہا نمونہ پیش کیا، کون جانتا تھا جون پور کی خاک سے ایک ایسا بچہ اٹھے گا جو زوال علم وفن کے دور میں کمال علم وفن کی نظیر قائم کرے گا، عرب وعجم میں اپنے علم کا لوہا منوائے گا، اور جب دنیا سے رخصت ہوگا تو اپنے پیچھے علم ودانش کے مراکز کو اس طور پر سونا کر جائے گا کہ لوگ کہہ اٹھیں گے۔

اب نہ آئے گا نظر ایسا کمال علم وفن   گو دنیا میں آئیں گے بہت رجال علم وفن

یا اہل علم ونظر کی زبان میں ع

هيهات لا يا تى الزمان بمثله   فان الزمان بمثله لبخيل

یادش بخیر! آج سے ۲۱ سال پہلے کی بات ہے، میرے بچپن کی عمر تھی، والد ماجد حضرت مولانا محفوظ الرحمٰن قاسمی ؒ (سابق شیخ الحدیث وصدر المدرسین مدرسہ بیت العلوم مالیگاؤں) نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو مدرسہ بیت العلوم کی تقریب ختم بخاری شریف میں مدعو کیا، حضرت مرحوم سفر سے متوحش تھے، یکسو رہنے والے، تدریس میں ہمہ وقت مشغول، مطالعہ کے رسیا، پھر مدرسہ کا نام بھی نیا، داعی سے بھی کوئی تعارف نہیں، انہوں نے آنے سے معذرت کر لی، عارف باللہ حضرت قاری صدیق صاحب باندوی ؒ کو کسی ذریعے سے علم ہوا، انہوں نے سفارش فرمائی، اور یہ کہا کہ ”مولوی محفوظ مخلص اور متقی عالم ہیں، آپ کو ان کی دعوت قبول کر لینی چاہئے“۔ حضرت مرحوم نے حضرت قاری صاحب ؒ کی سفارش کے بعد منظوری دی، مالیگاؤں تشریف آوری ہوئی، یہ ۱۹۹۶ء

کی بات ہے، مدرسہ بیت العلوم میں زبردست تقریب ختم بخاری شریف منعقد ہوئی، والد ماجد علیہ الرحمۃ والرضوان کا معمول تھا کہ وہ تقریب ختم بخاری شریف میں تشریف لانے والے علماء اور اکابر کا تعارف اپنے منفرد اور عالمانہ انداز میں کرواتے تھے، ان کی پندرہ بیس منٹ کی تعارفی تقریر بہت ہی معلوماتی، عالمانہ اور ادبیت سے بھرپور ہوتی تھی، وہ بولتے کیا تھے موتی رولتے تھے، اس مختصر سی تقریر کے لئے پندرہ بیس دن پہلے سے تیاری کرتے، کتابیں کھنگالتے، جرائد ومجلّات کے مضامین پڑھتے، آنے والے مہمان کا شجرۂ نسب معلوم کرتے، ان کی خوبیوں اور امتیازات کی فہرست تیار کرتے، پھر معلومات کو بڑے سلیقہ سے مرتب فرماتے، اور تقریب والے دن ان کی گل افشانی گفتار دیدنی ہوتی، سامعین محظوظ ہوتے اور مہمان متحیر کہ اس بندۂ خدا کو اتنی ساری معلومات کہاں سے حاصل ہوئی؟ شیخ الحدیث مولانا یونس صاحبؒ کی تشریف آوری کے موقع پر انہوں نے کچھ زیادہ اہتمام سے تقریر مرتب کی، جب حضرت شیخ الحدیث رونق افزائے مجلس ہوئے تو والد صاحبؒ کی تعارفی تقریر شروع ہوئی، ابتداء کے سات آٹھ منٹ نام ونسب، مولد ومنشا، تعلیم کے احوال اور اس سے متعلق باتوں کے بیان میں صرف ہوئے، حضرت شیخ الحدیثؒ سنتے رہے، پھر جب ان کے فضائل ومناقب، اوصاف وصفات، امتیازات وخصائص اور کارہائے نمایاں کا ذکر شروع ہوا تو ان کی پیشانی پر شکن آگئی، اچانک بلند آواز سے ارشاد ہوا ''نہیں یہ سب مت بیان کیجئے!'' والد صاحبؒ ذرا رکے اور پھر سلسلہ کلام آگے بڑھایا، چند جملوں کے بعد پھر حضرت شیخؒ نے ٹوکا، والد صاحب رک گئے، پھر کچھ کہنے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ حضرت شیخؒ نے فرمایا: ''مولوی محفوظ! اب اگر کچھ کہو گے تو میں اٹھ کر چلا جاؤں گا!'' اللہ اللہ! فنائیت اور تواضع کا کیسا اونچا مقام حاصل تھا اور کیوں نہ حاصل ہوتا کہ یہ باکمال انسانوں کی پہچان ہے۔

فروتنی ست دلیل رسیدگان کمال
کہ چوں سوار بمنزل رسد پیادہ شود

حضرت شیخ الحدیثؒ کی پہلی اور آخری زیارت اسی موقع پر نصیب ہوئی، والد صاحبؒ کا معمول تھا کہ اکابر علماء کی آمد کے موقع پر اپنے بچوں کو ان کی خدمت میں پیش کر کے ان سے دعا کرواتے تھے، یاد پڑتا ہے کہ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری اور ان کی شفقت سے مالا

مال ہونے کا موقع ملا، اور اوپر جو واقعہ مذکور ہوا وہ تو کم عمری کے باوجود خوب یاد ہے، واقعہ کی تکمیل کے طور پر اتنا اور عرض کردوں کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیش بہا تقریر میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ”مولوی محفوظ نے میرے خاندان وطن اور حسب نسب کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کا کچھ حصہ میرے لیے بھی نیا ہے“ اور والد صاحبؒ تقریب کے ختم پر جب حضرت شیخ کی قیامگاہ پر تشریف فرما ہوئے تو باادب عرض کیا کہ ”حضرت! آپ کی تقریر کا غالب حصہ علماء کی سمجھ سے بھی بالاتر ہے“۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور کچھ نہ فرمایا۔

بات سے بات نکلتی ہے، والد صاحبؒ کا معمول نوجوانی سے بالوں والی اونچی کشمیری ٹوپی پہننے کا تھا، زلفی بال تھے، رعب دار چہرہ مہرہ، بالوں والی ٹوپی انہیں خوب جچتی تھی، جب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری ہوئی اور والد صاحبؒ نے ان کا استقبال فرمایا تو والد صاحب کی ٹوپی دیکھ کر حضرت شیخ منقبض ہوئے، ارشاد ہوا ”یہ کیا ٹوکری سر پر اٹھائے پھرتے ہو“۔ اللہ پاک حضرت والد صاحبؒ کے درجے بلند فرمائے، ان کے اندر بڑوں کا کیسا اکرام اور ان کے احکامات کی تعمیل کا کیسا جذبہ تھا، شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو قیام گاہ پہونچا کر گھر لوٹ کر آئے، بالوں والی ٹوپی اٹھا کر الماری میں رکھی، ایک گول ٹوپی (جو وہ حج کے سفر سے لائے تھے) پہن کر پھر حاضر خدمت ہوئے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو بہت خوش ہوئے، خوب دعا دی، حاضرین سے فرمایا ”مولوی صاحب میں انقیاد کا جذبہ ہے“۔ بات طویل ہوتی جارہی ہے، لیکن ایک واقعہ اور سن لیجئے مالیگاؤں کے قیام کے دنوں میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ مختلف مدارس میں بھی تشریف لے گئے، ایک مدرسہ کے دفتر میں تشریف فرما تھے! سامنے مہتمم صاحب بیٹھے ہوئے تھے، نشست کا انداز ذرا بے ہنگم سا تھا، شاید انہیں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج کا اندازہ نہیں تھا، دو تین منٹ تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے برداشت کیا، پھر یک بیک گویا ہوئے ”آپ کو بیٹھنے تک کا سلیقہ نہیں ہے، آپ مدرسہ کیسے چلاتے ہوں گے“ یہ جملہ ان کے مزاج کی نزاکت کا غماز ہے، مشہور ہے کہ حضرت شیخ کے مزاج میں جلال تھا، اور اس کی بعض ایسی درسگاہی روایتیں بھی مشہور ہیں جن پر یقین کرنا مشکل ہے، لیکن یہ بھی سچائی ہے کہ وہ اس

جلال کا استعمال منکرات پر نکیر اور آداب واخلاق کی تعلیم میں فرماتے تھے، اور اگر کہیں یہ محسوس ہوتا کہ کہنے سننے میں کچھ زیادتی ہوگئی ہے تو معافی مانگنے میں بھی انہیں حجاب نہیں ہوتا تھا، حضرت شیخ کے شاگرد رشید مولانا محمد حنیف لوہاروی کی روایت ہے کہ تقریباً پانچ سال پہلے سفر حج میں مشہور خطیب مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہ حضرت شیخ سے ملاقات کے لئے آئے، حضرت شیخ نے انہیں تنبیہ فرمائی ارشاد ہوا کہ ”تو بڑا خطیب بن گیا ہے، تیری بڑی شہرت ہے، تجھ میں کبر آ گیا ہے، اور کبر ہلاک کر دینے والا عمل ہے“۔ اسی ضمن میں چند سخت جملے بھی ارشاد فرمائے، مولانا طارق جمیل نے اپنی سعادت مندی سمجھ کر ڈانٹ سن لی، اس واقعہ کے کوئی تین سال بعد پھر ملاقات ہوئی تو حضرت شیخ نے ان سے معافی مانگی فرمایا: ”میں نے تجھ کو سخت سست کہہ دیا تھا، مجھ کو معاف کر دے، زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، اللہ کے یہاں جانا ہے، کسی پر زیادتی لے کر کیوں جاؤں“؟ مولانا محترم نے عرض کیا: آپ نے تو میری تربیت کے لیے کچھ باتیں کہی تھیں، ان پر معافی کا کیا سوال؟ بڑے ہی تو چھوٹوں کی اصلاح کرتے ہیں اور ان کے اعمال و اخلاق کی نگرانی فرماتے ہیں“۔ اس واقعہ سے جہاں ان کی تواضع اور فروتنی کا اظہار ہوتا ہے وہیں اس بات کا بھی کہ آخرت کی کیسی فکر اور عنداللہ جواب دہی کا کیسا احساس ان کے دل میں تھا، ان کے شاگردوں کا بیان ہے کہ ہر سال ختم بخاری شریف کے موقع پر جب نصیحت فرماتے تو اور باتوں کے علاوہ یہ بھی فرماتے ”میرے پیارو! میری کوئی صلبی اولاد تو ہے نہیں، جو میرے مرنے کے بعد مجھے ایصال ثواب کرے۔ تم لوگ ہی میری اولاد ہو، مر جاؤں تو یاد رکھنا اور ایصال ثواب کا اہتمام کرنا“ یہ کہتے کہتے آبدیدہ ہو جاتے تھے اور سننے والے طلباء بھی یہ درد بھرے الفاظ و کلمات سن کر اشکبار اور بے قرار ہو جاتے، اللہ اکبر! آنے والے وقت کی کیسی فکر تھی اور آخرت کے لیے زاد راہ کا کیسا اہتمام تھا!

حضرت شیخ الحدیثؒ کی امتیازی خوبی فن حدیث شریف میں ان کی مہارت تھی، اس فن سے انہیں کامل مناسبت عمر کے ابتدائی حصے سے تھی، اللہ پاک کی مہربانی کہ انہیں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ جیسا فنا فی الرسول استاذ ملا، جو حدیث شریف کے درس وتدریس میں

ایسے ممتاز اور فائق انسان تھے کہ ان کا نام ہی ’’حضرت شیخ الحدیث‘‘ پڑ گیا۔ اب برصغیر میں اگر صرف ’’حضرت شیخ الحدیث‘‘ کہا جائے تو ذہن انہیں کی طرف جاتا ہے، کامل استاذ سے باکمال اور ہونہار شاگرد نے بھرپور استفادہ کیا، اور استاذ کی زندگی ہی میں اس فن حدیث شریف میں ایسی مہارت بہم پہنچائی کہ بسا اوقات استاذ نے بھی اپنے باکمال شاگرد کی طرف رجوع فرمایا اور بعض احادیث کے سلسلے میں استفسار کیا، پھر مکمل اعتماد کرتے ہوئے مسند درس حدیث ان کے حوالے فرمادی۔ تدریس دورہ حدیث کا پہلا سال تھا، جب ان کے عظیم اور مشفق استاذ نے ان کو ایک خوبصورت خط لکھا، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ خط یہاں درج کردیا جائے۔

> ابھی کمسن ہیں وہ کیا عشق کی باتیں جانیں عرضِ حالِ دلِ بے تاب
> کو شکوہ سمجھیا بھی تدریس دورہ کا پہلا سال ہے اور اس سیاہ کار کو تدریس
> دورہ کا اکتالیسواں سال ہے اور تدریس حدیث کا سینتالیسواں سال ہے
> اللہ تعالی تمہاری عمر میں برکت دے اور مبارک مشغلوں میں تا دیر رکھے
> جب سینتالیس پر پہونچ جاؤ گے تو انشاء اللہ مجھ سے آگے ہوگے۔
>
> فقط: زکریا ۲۷ رجب ۱۳۸۷ھ
>
> اس پرچہ کو نہایت احتیاط سے کسی کتاب
> میں رکھیں اور چالیس سال کے بعد پڑھیں۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنی جوانی کے دور سے فن حدیث شریف میں ممتاز تھے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے یہاں جب مسلسلات کا درس ہوتا تھا تو اس دور کے بڑے بڑے علماء بھی تشریف فرما ہوتے، اور مسلسلات کی عبارت پڑھتے تھے، لیکن حضرت شیخ عبارت خوانی میں ان سب پر سبقت لے جاتے اور ان کا امتیاز وتفوق ظاہر ہوتا، پھر آہستہ آہستہ فن حدیث شریف میں ان کی امامت مسلم ہوتی گئی، اور اکابر اہل علم حدیث شریف سے متعلق تحقیق یا اشکال کے موقع پر ان کی طرف رجوع فرماتے، اور ان کا قول ’’قول فیصل‘‘ تسلیم کیا جاتا، اوپر گذر چکا کہ خود ان کے گرامی مرتبت استاد اور محبوب شیخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ بھی بسا

اوقات تحقیق حدیث شریف کے سلسلے میں ان کی طرف رجوع فرماتے تھے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے افادات پر مشتمل مجموعہ ’’نوادرالحدیث‘‘ میں اس طرح کے چند سوالات اوران کا جواب درج ہے، بطور نمونہ ایک سوال اور جواب کا ذکر کیا جاتا ہے کہ اس سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وسعت نظر کا اندازہ ہوگا۔

> عزیزم مولوی یونس صاحب! بعد سلام مسنون مجھے یوں یاد ہے کہ ابوحمید ساعدی کی کسی روایت میں رکوع کے بعد ’’حتی استقر کل عضو موضعه‘‘ کا لفظ ہے جو اس وقت نہیں مل رہا ہے، مجھے تو ابوداؤد کا یاد ہے اس میں تو یہ لفظ نہیں ملا اور طحاوی میں اور نسائی میں قومہ کے اندر اگر یہ لفظ ملے یا اس کے معنی تو ڈھونڈ کر لکھ دیں۔
>
> حضرت شیخ (بقلم سلمان)

> جواب: ابوحمید الساعدی کی حدیث طحاوی میں کئی جگہ ہے، اول (ص۱۱٦) ثانی (ص۱۳۱) ثالث (ص۱۴۵) رابع (ص ۱۵۲) (ص۱۵۳) اس میں تو یہ لفظ ملا نہیں البتہ نسائی (ص ۱۱۸) میں حضرت عقبہ بن عمرو کی روایت بایں لفظ ہے، **عن عقبة بن عمرو قال: ألاأصلى لكم كما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى، فقلنا بلى فقام فلما ركع وضع راحتيه على ركبتيه و جعل أصابعه من وراء ركبتيه وجافى اِبطيه حتى استقر كل شيء منه ثم رفع رأسهُ فَقَامَ حتى استقر كل شيء منه ثم سجدفجاء فى اِبطيه حتى استقر كل شيء منه ثم قعد حتى استوى كل شيء منه ثم سجد حتىٰ استقر كل شى منه، ثم**

صنع کذلک أربع رکعات ثم قال هکذا رأیت رسول اللہ ﷺ یصلی وھکذا کان یصلی بنا۔

اس کے بعد ابن ماجہ (ص ۷۵) میں ابوحمید الساعدی ہی کی حدیث میں مل گیا: **ولفظہ ثم یقول سمع اللہ لمن حمدہ ویرفع یدیہ حتیٰ یحاذی بھما منکبیہ حتیٰ یستقر کل عظم اِلیٰ موضعہ** اور بخاری شریف میں **واذا رکع أمکن یدیہ من رکبتہ ثم ھصر ظھرہ فاذا رفع رأسہ استویٰ حتی یعود کل فقا ر مکانہ** وارد ہے۔

سوال کے وقت یہ کتابیں نہیں دیکھیں اس لئے کہ حضرت اقدس نے نسائی وطحاوی کا ذکر کیا تھا، تو خیال یہ ہوا کہ حضرت نے بخاری شریف دیکھ لی ہوگی۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ، (بحوالہ: نوادر الفقہ ص نمبر ۳۹)

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی سند حدیث بھی عالی سند تھی، ایک سند تو ان کی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے استاذ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نوراللہ مرقدہٗ سے ہوتی ہوئی حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہٗ تک پہونچتی ہے اس سے اگلی سند مشہور ہے، دوسری سند حضرت مولانا فخر الدین احمد مرادآبادیؒ اوران کے استاد حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی نوراللہ مرقدہٗ کے واسطے سے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ سرہٗ تک پہونچتی ہے اور اس سے آگے پہلی سند اور یہ دوسری سند باہم مل جاتی ہے۔ تیسری سند حدیث جو واسطوں کی کمی (قلت وسائط) کی وجہ سے انتہائی عالی ہے، وہ یہ ہے حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہٗ حضرت مولانا شاہ فضل رحماں گنج مرادآبادی قدس اللہ سرہٗ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی برداللہ مضجعہ، مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ، اس سند میں

ان کے اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے درمیان صرف چار واسطے ہیں، سند حدیث پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو ماضی قریب کی تین عظیم اور بافیض شخصیات سے بیک واسطہ یا دو واسطوں کے ذریعے سند حدیث حاصل ہے، وہ تین شخصیات یہ ہیں (۱) حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ (۲) فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہٗ (۳) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اعلی اللہ مقامہ، جن حضرات کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی اسانید کی تفصیل دیکھنی ہو وہ ''نوادر الحدیث'' یا ''الیواقیت الغالیہ'' ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تدریس حدیث کا سلسلہ ۱۳۸۱ھ سے شروع ہوا اور تادم زیست جاری رہا، کل مدت تدریس ۵۷ سال ہے۔ یہ کیسی نصیبہ وری اور خوش بختی ہے کہ اتنی طویل مدت تک حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث شریف پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی اور وہ بھی اس شان کے ساتھ کہ پورے برصغیر میں اس فن شریف میں ان کی مہارت اور ان کی امتیازی شان مسلم تھی، حدیث شریف سے مکمل مناسبت اور طویل ترین مدت تدریس اور اس فن شریف کی غیر معمولی خدمت کی بناء پر وہ بجا طور پر یہ کہنے کے حقدار تھے کہ

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

فن حدیث کے سلسلہ میں ان کی مہارت، اسماء الرجال پر گہری نظر، احادیث شریفہ کی باریکیوں سے واقفیت کے بارے میں تو انہیں لکھنے کا حق حاصل ہے، جنہوں نے ان سے استفادہ کیا، اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ لیکن ہم جیسے دور افتادہ افراد کو بھی ان کی کتاب ''الیواقیت الغالیہ'' اور ''نوادر الحدیث'' پڑھ کر اندازہ ہو جاتا ہے کہ فن حدیث شریف میں ان کی نگاہ کتنی وسیع تھی، مولانا محمد ایوب سورتی حفظہ اللہ اور مولانا محمد زید مظاہری ندوی زیدت مکارمہ پوری علمی دنیا کی جانب سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ ان دونوں حضرات نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کو مرتب کر کے ایک علمی تحفے کی حیثیت سے پیش کیا، فجزاھما اللہ عن اہل العلم

خیرالجزاء۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حضرت شیخ کے علوم کو جس طرح مرتب کرنا چاہیئے تھا اوران کے معارف کو جس وسیع پیمانے پر عام کرنے کی ضرورت تھی وہ ان کی حیات میں نہیں ہوسکا، کاش کہ اب ان کے تلامذہ اس کی فکر کریں اوران کے غیر مطبوعہ رسائل اورشاگردوں کے پاس محفوظ علمی تقریروں اور درسی افادات کو مرتب کر کے شائع کریں کہ یہ ایک بڑا علمی قرض ہے، بحیثیت شاگردان کا فرض بھی اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو بہترین خراج تحسین بھی۔

نوادرالحدیث کے علاوہ خاص حدیث شریف سے متعلق ’’نبراس الساری الی ریاض البخاری‘‘ اورنعمت الباری بھی افادات کے مجموعے ہیں، اسی طرح مولانا محمد زید مظاہری ندوی زیدمجدہ کی ترتیب دادہ کتاب ’’نوادرالفقہ‘‘ بھی گراں قدر علمی تحفہ ہے، جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ فقہی علوم پر بھی بڑی گہری تھی، ’’نوادرالفقہ‘‘ میں مسائل کا بیان اس انداز پر نہیں جو کہ عموماً فقہ وفتویٰ کی کتابوں میں ہوتا ہے، بلکہ اس میں محدثانہ شان اور تحقیقی رنگ غالب ہے اور بعض مسائل کے ضمن میں احناف کے معمول بہٖ مسائل پر احادیث سے ایسے دلائل بیان ہوئے ہیں جن کے مطالعہ سے اس یقین میں اضافہ ہوتا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے کتاب وسنت کا عرق نکال کر فقہ حنفی کی شکل میں پیش کیا ہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے جب مرتب کتاب نے اس کتاب (نوادرالفقہ) پر مقدمہ تحریر فرمانے کی گذارش کی تو حضرت شیخ نے چند مختصر جملے لکھوائے، یہ جملے بھی کیسے سادہ ہیں، اور لفظ لفظ سے کیسی فروتنی اور عاجزی جھلک رہی ہے، آپ بھی پڑھ لیجئے۔

’’یہ چند علمی خطوط کے جوابات ہیں، ان کے لکھنے میں نہ تحریر الفاظ پیش نظر ہے، نہ خوشنمائی مقصود ہے، اور نہ یہ خوشنمائی کا ذریعہ ہیں، اس لئے شائع کئے جارہے ہیں کہ، شاید طلبہ کو نفع ہو جائے، اگر اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں، ان کا کرم ہے، علمائے کرام سے گذارش ہے کہ اس کو دیکھیں اگر کسی مقام پر سقم معلوم ہو تو مجھے اطلاع کردیں تاکہ بعد وضوح حق اس کی اصلاح کی جا سکے۔‘‘ (نوادرالفقہ صفحہ۲۶)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونسؒ پر اگرچہ کہ عالمانہ رنگ اور محدثانہ شان غالب تھی لیکن

انہوں نے تزکیہ قلب کی طرف بھی پوری توجہ دی اور تصوف وسلوک کی راہ طے کرنے کے لئے اپنے استاذ گرامی مرتبت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ ہی کا بحیثیت مرشد انتخاب فرمایا۔ بیعت کا واقعہ خود ان کے سادہ اور پرکار الفاظ میں یہ ہے۔

> ابتداءً بالکل بچپن میں تو طبیعت کا رجحان تھا لیکن بعد میں بعض وجوہات سے یہ خیال نکل گیا اور یہی نہیں بلکہ کچھ اس کی اہمیت ہی نہیں رہی، حضرت مولانا عبدالحلیمؒ نے بعض خطوط میں ناراضگی کا اظہار بھی کیا اور لکھا: ’’تزکیہ ضرورری ہے‘‘ لیکن اس وقت کتابوں کی طرف غیر معمولی رجحان تھا، ادھر بالکل التفات ہی نہیں، بلکہ ایک مرتبہ جب حضرت نوراللہ مرقدہ اپنے دارالتصنیف میں تشریف فرما تھے اور میں حسب معمول حاضر ہوا تھوڑی دیر کے بعد سوال کیا، کیا بیعت ہونا ضروری ہے؟ حضرت نوراللہ مرقدہ نے ارشاد فرمایا: ’’بالکل نہیں‘‘۔ پھر ایک زمانہ گزر گیا، بہت سے لوگ بیعت کی طرف توجہ دلاتے تھے، جیسے مولانا منور حسین صاحب، مولانا عبدالجبار صاحب اور بعض اصرار کرتے تھے، جیسے صوفی انعام اللہ صاحب، مگر کچھ التفات ہی نہ تھا۔ اچانک رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ کے عشرہ اخیر میں خیال پیدا ہوا اور بہت زور سے، حضرت نوراللہ مرقدہ سے عرض کیا، حضرت نے فرمایا: ’’بیعت میں انقیاد اور عدم تنقید ضروری ہے، استخارہ کرلے۔‘‘ میں نے عرض کیا: حضرت! میں نے دعا کی ہے، اس زمانہ میں اپنی دعا پر بڑا اعتماد تھا، مگر حضرت نے فرمایا کہ: ’’استخارہ کم از کم تین مرتبہ، اور رات گزرنا اور سونا ضروری نہیں ہے۔‘‘ تیسرے استخارہ میں خواب دیکھا، مولانا اکرام صاحب فرما رہے ہیں کہ

> ”مدرسہ قدیم آجاؤ آباد ہو جائے گا۔“ ہمارا قیام اس زمانہ میں دارالطلبہ قدیم میں ہو چکا تھا، حضرت نے سن کر فرمایا: ”یہ خواب امید افزا ہے۔“ ایک دن رمضان میں ظہر بعد اپنے خلوت خانہ میں طلب فرما کر بیعت فرمایا۔ میں نے اس سے پہلے عرض کیا تھا کہ حضرت! جب عمومی بیعت ہوتی ہے میں بھی سب کے ساتھ شامل ہو جاؤں گا، مگر حضرت نور اللہ مرقدہ نے انکار فرمایا۔ ایک بات یہ بھی لکھ دوں کہ اس وقت بعض ایسے مشائخ کبار باحیات تھے، جن سے بندے کو بہت عقیدت تھی، لیکن بیعت میں حضرت نور اللہ مرقدہ ہی کی طرف طبعی رجحان تھا اور عقلاً بھی رجحان تھا، نیز یہ بھی کہ حضرت استاد تھے اور پھر قریب بھی تھے۔
>
> (خودنوشت حالات زندگی)

بیعت کے بعد اذکار و اشغال میں لگے، ”اشتغال بالحدیث“ نے ویسے ہی دل کو چمکا دیا تھا، اب ایک شیخ کامل سے تعلق اور ان کی کڑی نگرانی نے سونے پر سہاگے کا کام کیا بہت جلد مراحل سلوک طے ہوئے اور حضرت شیخ الحدیثؒ نے انہیں اجازت وخلافت سے نوازا۔ خلافت کے وقت یہ قصہ بھی پیش آیا کہ مرشد کامل نے ارشاد فرمایا: ”میں تجھے تین چار سال سے اجازت دینا چاہتا تھا مگر تیرے اندر تکبر ہے“۔ شیخ پر خدا تعالیٰ کی رحمتیں ہوں، یہ سن کر اپنے دل کو ٹٹولا، کسی طرح کا کوئی تغیر نہ پایا، اور جب مرشد کے پاس سے واپس ہوئے تو خود ان کے بقول ”جب مدرسہ قدیم کے دروازے پر پہونچا تو ایسا معلوم ہوا جیسے سینے میں کوئی چیز داخل ہو گئی۔ اس کی تعبیر الفاظ میں نہیں ہو سکتی، اور اس کے بعد دل میں ذکر کا ایک شدید شوق پیدا ہو گیا“۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب (سابق ناظم مدرسہ مظاہر علوم) سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بڑی خوبیوں کے انسان تھے، ایک طرف جہاں ان کا علم وفضل

مسلم تھا وہیں ان کا زہد واستغنا اور ورع وتقوی بھی مثالی تھا۔

یہاں ان کے دو شاگردوں کے بیان کیے ہوئے دو واقعات درج کیے جاتے ہیں جن سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے زہد ورع احتیاط وتقویٰ اور سخاوت وانفاق فی سبیل اللہ کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(۱) مولانا یعقوب دہلوی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت شیخ حجاز تشریف لاتے تو بڑے بڑے علماء ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے استفادہ کرتے، ایک مرتبہ کے سفر حجاز میں حضرت شیخ کے حجازی تلامذہ نے اتنے ہدایا پیش کیے کہ ریال سے دو بڑی تھیلیاں بھر گئیں، جب مدینہ منورہ تشریف آوری ہوئی تو حضرت شیخ نے وہ ساری رقم مدینہ منورہ کے غرباء وفقراء پر تقسیم فرمادی، اپنی ضرورت کے لیے کچھ بھی بچا کر نہ رکھا، یہاں تک کہ واپسی کے وقت ایئر پورٹ پر مجھ سے فرمایا کہ مجھے ۱۰۰ ریال اس شرط پر قرض دے دو کہ مجھ سے واپس لے لو گے۔

دوسرے شاگردوں کا بھی بیان ہے کہ ہندوستان میں جو ہدایا حضرت شیخ کو پیش کیے جاتے اس کا بڑا حصہ مسجد نبوی میں قائم حفظ قرآن کے حلقوں پر صرف فرمادیتے۔

(۲) مولانا محمد حنیف لوہاروی مدظلہٗ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پچیس ہزار روپئے پیش کیے حضرت نے اپنے یہاں آنے والے مہمانوں کی ضیافت پر یہ رقم خرچ کردی، کچھ عرصہ کے بعد اس شخص نے بتایا کہ جو رقم میں نے آپ کو دی تھی وہ زکوٰۃ کی رقم تھی، اتنا سننا تھا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بے چین ہوگئے فرمایا ”آپ کو دیتے وقت صراحت کردینی تھی وہ رقم تو ہم نے مہمانوں پر خرچ کردی“ اس کے بعد مختلف اوقات میں تقریباً چھ لاکھ روپئے خود میرے ہاتھ سے مدرسے میں دلوائے اس کے بعد بھی فرماتے تھے کہ زکوٰۃ کی رقم استعمال ہوگئی، مجھے اب تک اطمینان نہیں ہوتا۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۳۵۵ھ (مطابق ۱۹۳۷ء) میں ہوئی، اور وفات ۱۴۳۸ھ (مطابق ۲۰۱۷ء) میں، قمری تقویم کے اعتبار سے ۸۳ سال عمر ہوئی، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے علوم دینیہ سے لبریز زندگی گزاری اور وقت مقررہ پر بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوگئے، وہ عوامی

عالم نہیں تھے، وعظ وتقریر سے بھی مناسبت نہیں تھی، شروع سے کم آمیز رہے، ان کی شہرت عوامی حلقوں میں کم اور خواص کے طبقے میں زیادہ تھی، لوگوں کا یہ اندازہ تھا کہ ان کے جنازے میں عوام کا رجوع کم ہوگا، لیکن اندازہ غلط ثابت ہوا، اوران کی رحلت کی خبر پاتے ہی انسانوں کا ایک سیلاب اُمڈ پڑا محتاط اندازے کے مطابق دو سے ڈھائی لاکھ افراد نے ان کے جنازے کی نماز پڑھی، اورایک مرتبہ پھر حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے تاریخی فقرے’’ **بیننا و بینکم الجنائز** ‘‘(ہماری مقبولیت کا اندازہ ہمارے جنازے سے ہوگا) کی یاد تازہ ہوگئی، فدوی عظیم آبادی کا برمحل شعر کیسے موقع سے یاد آ گیا ؎

چل ساتھ کہ حسرت دل محروم سے نکلے
عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

اہل علم وفضل اورارباب دین ودانش نے اشکبار آنکھوں کے ساتھ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو سپرد خاک کیا، کیا عجب کہ بوقت تدفین کسی سوختہ دل نے بزبان حال کہا ہو ؎

جان کر من جملہ خاصان میخانہ تجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

(جگر مرادآبادی)

اللہ تعالیٰ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے ان کے مراتب بلند فرمائے۔ ان کے تمام شاگردوں اور مریدوں کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین

محدث جلیل حضرت مولانا یونس صاحب جونپوریؒ:

کچھ یادیں کچھ باتیں

مولانا مفتی اشرف عباس قاسمی☆

شیخ الحدیث حضرت مولانا یونس صاحبؒ: ان نابغۂ روزگار شخصیات میں تھے جن سے خطۂ برصغیر میں علم حدیث کی آبرو قائم ہے، وہ ایک مایۂ ناز محدث اور بلا مبالغہ فن کے امام تھے، ان کی وفات علم وتحقیق اور فن حدیث ورجال کے حوالے سے ایک عہد کا خاتمہ ہے۔

۱۷؍شوال ۱۴۳۸ھ صبح تقریباً نو بجے ہمیں اس حادثہ کی اطلاع اس وقت ملی جب اساتذۂ دارالعلوم کے ہمراہ مہمان خانہ کی بالائی منزل پر امتحان داخلہ کے لیے آنے والے طلبہ کی کاپیاں جانچی جارہی تھیں، پچیس تیس ہزار سے کم کاپیاں نہیں ہوتیں، ایک ایک سطر کو پڑھنا اور ہر غلطی کو نشان زد کرنا، پھر ہر سوال کے الگ الگ نمبرات دینا ایک طویل، صبر آزما اور انتہائی نازک کام ہوتا ہے اور بڑے انہماک اور گردوپیش کے ماحول سے یکسو ہوکر انجام دینا پڑتا ہے، جانچ کا یہ عمل جاری تھا کہ اچانک دارالعلوم کے ہی ایک مؤقر استاذ حضرت مولانا خورشید انور صاحب گیاوی مدظلہ جانچ کمرے کے دروازے پر اچانک نمودار ہوئے اور انہوں نے غمزدہ آواز میں آکر بتلایا کہ بڑا اندوہناک حادثہ پیش آگیا ہے حضرت شیخ یونس صاحبؒ اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں۔ اس خبر کے سنتے ہی بے ساختہ زبان سے ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ نکلا، سب کے قلم رک گئے اور جانچ کا عمل جو پوری تندہی سے جاری تھا یکایک رک گیا، فوراً اجتماعی ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا اور حضرت مولانا ایوب صاحب مدظلہ نے دعاء کرائی۔ اگرچہ کام کا بوجھ بہت تھا لیکن اس خبر کے بعد کام میں جی نہیں لگا اور میں نے جناب مولانا عبداللہ خالد صاحب خیرآبادی سے رابطہ کرکے جنازے اور تدفین کا وقت معلوم کیا، ان کی فراہم کردہ تفصیل کے مطابق ظہر کے

☆استاذ دارالعلوم دیوبند

بعد درجنوں اساتذۂ دارالعلوم جنازے میں شرکت کے لئے سہارنپور روانہ ہوگئے، اور جنازے میں شرکت کے بعد دیر شام سہارنپور سے واپسی ہوئی۔

پہلے سے ہی حادثات ومصائب کے شکار اسلامیان ہند کے لیے شیخؒ کی وفات زبردست حادثہ ہے، ملت اسلامیہ ایسی موقر ومحبوب شخصیت کی جدائی پر اشکبار ہے، کیا عرب اور کیا عجم سب شیخؒ کی وفات پر آنسوں بہا رہے ہیں، آپ کے فیض یافتگان اور شاگردان رشید کے ساتھ ان تمام لوگوں کی آنکھیں نم ہیں جن کا کسی نہ کسی درجہ میں علم حدیث کے ساتھ اشتغال ہے۔ کیسی غیر معمولی محبت وعظمت عطا ہوئی تھی کہ ساری عمر اپنے مخصوص حالات کی وجہ سے تجرد کی زندگی گزاری: نہ کوئی صلبی اولاد چھوڑی اور نہ زمین وجائداد، تنہا سہارنپور آئے تھے اور تنہا ہی اٹھائے گئے لیکن اس شان کے ساتھ کہ جنازے میں خلق خدا کے ازدحام اور لوگوں کی وارفتگی سے ایسا اندازہ ہو رہا تھا کہ جیسے شہنشاہ ہفت اقلیم کا جنازہ ہو، شہنشاہ کو بھی ایسی محبوبیت کہاں نصیب ہوتی ہے؟ امام احمد بن حنبل نے فرمایا تھا: ”**قولوا لاهل البدع بيننا وبينكم يوم الجنائز**“ اہل بدعت سے بتادو! ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ نماز جنازہ سے ہوگا۔

عجیب بات یہ ہے کہ ایک ایسا جنازہ جس کو کنٹرول کرنے کے لئے انتظامیہ کو کافی مستعدی دکھانی پڑی، نو بجے کے بعد سے ہی ٹریفک کا رخ موڑ دیا گیا تھا، مقررہ وقت سے ایک گھنٹہ قبل ہی ڈی ایم کے حکم پر تمام اسکولوں میں چھٹی کردی گئی تھی، بلا مبالغہ لاکھوں کے مجمع نے چونٹی کی رفتار چل کر آخری آرام گاہ تک پہنچایا تھا؛ لیکن ہمارا ملکی میڈیا ایسی خبروں کو غیر اہم سمجھ کر تیزی سے ہضم کر جاتا ہے، البتہ سوشل میڈیا پر یہ خبریں اور جنازے کے مناظر خوب شیئر کئے گئے حتی کہ عرب ٹوئیٹر صارفین نے اس کو غیر معمولی اہمیت دی۔

تیسیر الروقی نے جنازے کے مناظر کے ساتھ لکھا: ”روئے زمین پر عوام اللہ کے گواہ ہیں اللہ ان پر رحم کرے“، لیالی نامی ٹوئیٹر ہینڈل سے لکھا گیا: ”علم عالم کو زندگی میں بھی رفعت عطا کرتا ہے اور مرنے کے بعد بھی“، وحید الودعانی نے عنوان لگایا: ”ایک بڑے عالم حدیث کے جنازے کے مناظر“، احمد المساح نے شاندار عربی میں ایک مؤثر مرثیہ ہی لکھ ڈالا ہے، ناصر

السلیطی نے لکھا: ''ہمارا میڈیا اس کو نظر انداز کر گیا اسے بلا وجہ کی چیزوں سے فرصت ہی کب ہے؟'' معالی الزبراری نے لکھا ہے: ''اگر یہ فلم یا گانے کی شخصیت ہوتے تو ہمارا عرب میڈیا دسیوں مرتبہ اسے دکھاتا''، الصقر الجارح نے لکھا ہے: ''سنت مطہرہ کے ایک شیر چل بسے''،

ان کے علاوہ درجنوں عرب علماء اور ٹوئیٹر صارفین نے جنازے کے مناظر کو شیئر کرنے کے ساتھ اپنے گہرے تأثرات کا اظہار کیا ہے۔

اپنی زندگی میں بھی اللہ پاک نے انہیں غیر معمولی عظمت اور محبت عطاء کی تھی زمانۂ طالب علمی سے ہی مؤقر اساتذۂ کرام کے منظور نظر رہے حتی کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ نے صرف تینتیس سال کی عمر میں ہی صحیح بخاری کی تدریس آپ کو تفویض کر دی تھی اس پیشین گوئی کے ساتھ: ابھی تو تدریس دورہ کا پہلا سال ہے، اور اس سیاہ کار کا تدریس دورہ کا اکتالیسواں سال ہے، اور تدریس حدیث کا سینتالیسواں سال ہے، اللہ تعالی تمہاری عمر میں برکت دے اور مبارک مشغلوں میں تا دیر رکھے، جب سینتالیس پر پہنچ جاؤ گے تو ان شاء اللہ مجھ سے آگے ہو گے۔'' حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مظاہر العلوم بھی آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے اور انہوں نے خلعت خلافت سے بھی نوازا۔ حالانکہ انتہائی نازک مزاج، کم گو اور کم آمیز واقع ہوئے تھے اس کے باوجود طلبہ میں آپ کے تئیں جو محبت و وارفتگی دیکھی گئی وہ کم اساتذہ کو نصیب ہوتی ہے، باوجودیکہ آپ خالص علمی و تدریسی شخصیت تھے عوامی آدمی نہیں تھے لیکن جب بھی آپ مظاہر العلوم کی چہار دیواری سے نکلے کسی شہر یا علاقہ میں پہنچے عوام کا جم غفیر آپ کی ایک جھلک پانے کے لئے اُمڈ پڑتا تھا، گجرات میں آپ کے دورے کے موقع پر جو غیر معمولی استقبال و اہتمام تھا وہ کسی اور بڑے عالم اور شخصیت کے لئے نہیں دیکھا گیا، عرب، یورپ اور افریقہ کے متعدد ملکوں میں آپ کے شاگرد پھیلے ہوئے ہیں، عرب ممالک کے متعدد اہل علم، رؤساء اور مشائخ آپ کے کفش برداروں میں شامل ہیں، اس طرح کیا عرب کیا عجم؟ ہر جگہ آپ کی محبت و عظمت کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے ''جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ'' اور اس کے بانی و مہتمم حضرت مفتی عبد اللہ صاحب مظاہری کا خاص تعلق رہا ہے، اس لئے ہانسوٹ میں طالب علمی کے

دوران متعدد بار آپ کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل رہا، لیکن ۱۹۹۸ء میں پہلی بار آپ سے باضابطہ استفادہ کا موقع اس وقت نصیب ہوا جب آپ ہماری مشکاۃ المصابیح کے آخری درس کے لئے تشریف لائے اس وقت ہم کل آٹھ ساتھی تھے۔ آپ نے سب سے پہلے حدیث مسلسل بالاولیہ پڑھی، اپنی سند سے اجازت مرحمت فرمائی اور سبق کی تقریر کی، اس کے اگلے سال جب میں دارالعلوم دیوبند کے دورۂ حدیث شریف میں داخل تھا تو سال کے اخیر ماہ رجب میں جمعہ کے دن حاضر ہوکر مسلسلات اور اس سے ملحق شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے دونوں رسائل پڑھنے کا موقع نصیب ہوا، کئی بسوں میں بھر کر دارالعلوم کے طلباء قبیل فجر ہی سہارنپور پہنچ گئے تھے فجر کے بعد جو درس شروع ہوا تو جمعہ سے قبل تک جاری رہا، شیخ کے بعض قریبی شاگردوں سے تعلق کی وجہ سے شیخ کے دائیں جانب پہلی تپائی پر جگہ مل گئی تھی، نہایت شستہ اور خالص علمی زبان میں آپ علم وفن کے دریائے آب دار لٹاتے رہے، طلبۂ مظاہرالعلوم کے علاوہ ہمارے بعض رفقاء مثلاً مفتی ارتقاء الحسن رتّی کاندھلوی (حال قاضی شریعت ریاست پنجاب) مفتی عفان صاحب منصور پوری (حال صدرالمدرسین ومحدث جامع مسجد امروہہ) نے بھی خوب عبارت پڑھی بلکہ شیخ کے انداز سے معلوم ہوگیا تھا کہ وہ مفتی عفان صاحب کی عبارت خوانی کو پسند فرمارہے ہیں تو سارے ہی احباب نے ان کے حق میں ایثار سے کام لیا اور اس طرح اس دن مسلسلات کی سب سے زیادہ عبارت خوانی انہیں کا مقدر بنی، جمعہ کے بعد مفتی عفان صاحب نے جب شیخ سے ملاقات کے دوران طلبۂ دارالعلوم کی طلب اور فجر سے قبل ہی حاضر ہوجانے کا تذکرہ کیا تو حضرت شیخ آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا کہ اگر تم نے پہلے اس کا تذکرہ کردیا ہوتا تو میں اور اہتمام سے پڑھاتا۔

مسلسلات کے علاوہ بھی مجھے کبھی کبھار آپ کے درس حدیث میں شرکت کا موقع ملا، روایت حدیث پر آپ کی شاندار علمی گفتگو سے محسوس ہوتا کہ آج مجھے ذہبی وعسقلانی کے درس میں شرکت کا موقع مل رہا ہے، آپ تدریس حدیث میں مجتہدانہ شان رکھتے تھے معانی حدیث بیان کرتے ہوئے اپنے خاص ذوق اور شان علمی کی وجہ سے بسااوقات احناف کے مخالف قول کو ترجیح دیتے۔ اور آپ کو اپنے علمی مقام، وسعت مطالعہ اور مسلسل تدبر کی وجہ سے اس کا حق تھا لیکن ہم کم علموں کے لئے اس کو ہضم کرنا بہت مشکل ہوتا، خیار والی روایت پر آپ کی تشریح کی

روشنی میں مجھے یاد ہے کہ ہمارا آپ کے شاگردوں کے ساتھ زوردار مباحثہ ہوا، کبھی کبھار ہم نے محسوس کیا کہ شیخ کا رجحان جب کسی مسئلہ میں کسی خاص امام کی طرف ہوتا تو وہ بھی ہم حنفیوں کی طرح اس کے مخالف حدیث کی کمزور تاویل کو بھی قبول کر لیتے، مس مراۃ والے مسئلہ میں محسوس ہوا کہ شیخ کا رجحان شوافع کی طرف ہے چنانچہ اس کے ناقض وضوء ہونے پر دلائل پیش کئے؛ لیکن جب اس کی مخالف حدیث کا نمبر آیا تو صرف حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ تاویل کہ ''ممکن ہے وہ حائل کے ساتھ ہو'' کو ذکر کر کے بلا تبصرہ آگے بڑھ گئے؛ ہم مسکرا کر رہ گئے کہ ایسی بعید تاویل اگر کسی حنفی عالم نے کر دی ہوتی تو شاید ہی شیخ اتنی آسانی سے اس کو بخش دیتے، بہ ہر حال شیخ جبل العلم تھے ان کے اشتغال، قوت حافظہ اور انقطاع الی العلم نے قرون اولی کے محدثین کی یاد تازہ کر دی تھی۔

۲۰۰۱ء میں جب دار العلوم سے فراغت کے بعد ہانسوٹ پہنچا تو تقریباً ہر مرتبہ گجرات تشریف آوری پر خدمت اقدس میں نیازمندانہ حاضری اور سلام کا موقع ملتا، اس کے بعد آپ کی خودنوشت تحریروں کو پڑھ کر بھی آپ کے علوم و معارف سے فیض یاب ہونے کا اللہ پاک نے موقع مرحمت فرما دیا؛ اس کی تقریب یہ ہوئی کہ شیخ نے اپنی علالت کی وجہ سے اپنا اچھا خاصا علمی سرمایہ جو بخاری کے حواشی اور مختلف اوراق میں منتشر تھا؛ اپنے قابل اعتماد شاگرد حضرت مولانا عبداللہ صاحب مظاہری کے سپرد کر دیا انہوں نے ان تمام اوراق اور بخاری شریف جس میں آپ پڑھاتے تھے سب کا نہایت سلیقہ اور احساس ذمہ داری کے ساتھ عکس لیا، اور جناب مولانا مشتاق صاحب بستوی کو مکلّف بنایا کہ وہ اسے ترتیب وار جمع کر لیں مولانا نے کافی محنت کر کے سب کو نقل کیا اور اصل سے مراجعت بھی کی، اس کے بعد تصحیح اور نظر ثانی کا مرحلہ تھا جس کے لیے حضرت مفتی صاحب نے تین افراد کی کمیٹی بنائی جس میں بندے کے علاوہ مولانا مفتی روح الامین صاحب اور مولانا عبدالرّب صاحب شامل تھے، ہم لوگ کئی مہینے مسلسل اس کام میں لگے رہے، اور اس طرح محنت شاقہ کے بعد بیش قیمت مباحث پر مشتمل کتاب العلم تک صحیح البخاری کی ایک بلند پایہ علمی شرح تیار ہو گئی۔

اس کو آخری شکل دے کر طباعت کی اجازت کے لئے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی

خدمت میں پیش کر دیا، حضرت مفتی صاحب کے ہمراہ میں بھی سہارنپور آیا لیکن شیخ نے اپنے بعض اعذار پیش کر دیئے اور طباعت کو مؤخر رکھنے کو کہا اور فرماتے رہے کہ بعض مسائل میں میری آراء بدلتی رہتی ہیں؛ اس لئے اس وقت اشاعت مناسب نہیں، اصرار کے باوجود آمادہ نہیں ہوئے۔ اس طرح یہ علمی سرمایہ اس وقت منظر عام پر نہ آسکا۔

اب جبکہ حضرت اس دنیا میں نہیں رہے، حضرت کے کسی معتمد شاگرد کی نظر ثانی کے بعد اس علمی خزانے کو اہل علم تک پہنچا دینا چاہیے۔ امید ہے کہ جامعہ ہانسوٹ کے ارباب انتظام جن کی تحویل میں یہ علمی سرمایہ ہے اس کی شایان شان اشاعت کا جلد انتظام کریں گے۔

ہانسوٹ کے قیام کے دوران آپ بہت منشرح رہتے، ایک بار ہانسوٹ کی مجلس میں علم وادب کے بھی خوب موتی لٹائے، علامہ اقبال کے کئے اشعار سنا کر فرمایا کہ اقبال موفق من اللہ تھے، کبھی کبھار جلال الدین رومی جیسے حضرات پر ان کے بعض اشعار وآراء کی وجہ سے سخت جارحانہ تبصرہ بھی فرما دیا کرتے تھے، اہل گجرات کو بھی خوب کوستے، سخت جملے کہہ ڈالتے۔ لیکن یہ سب کچھ خاص محبت اور اپنائیت کی وجہ سے تھا؛ کیونکہ دیگر حضرات کے مقابلے میں آپ کو انہیں سے تعلق خاطر زیادہ تھا اور انہوں نے بھی واقعۃً نیاز مندی کے ساتھ شیخ کی بڑی خدمت کی۔

فجزاھم اللہ خیر الجزاء۔

غرضیکہ ۱۷رشوال ۱۴۳۸ھ کو جب شیخ کے جسد خاکی کو کمال شاہ قبرستان میں شام کے وقت زمین کے سپرد کیا جا رہا تھا تو اس وقت نہ صرف یہ کہ آفتاب اپنی کرنیں سمیٹ کر غروب کے قریب تھا بلکہ درحقیقت علم وعمل کا یہ آفتاب بھی آٹھ دہائیوں تک اپنی روشنی بکھیر کر اس شان کے ساتھ غروب ہو رہا تھا کہ اس کے شفق کی سرخیوں سے بھی راہ نورگان دیر تک اپنی منزلیں پاتے رہیں گے۔

رحمہ اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ واسکنہ فیح جناتہ

آسمان حدیث کا نیر تاباں شیخ یونسؒ

غضب تو اب ہوا ہے کہ آفتاب ٹوٹا ہے

مولانا سید احمد ومیض ندوی☆

بخاری شریف کی ایک روایت میں قیامت کی منجملہ علامتوں میں ایک علامت یہ ذکر کی گئی ہے کہ قرب قیامت میں دین کا علم اٹھالیا جائے گا، علم شریعت کیسے اٹھالیا جائے گا؟ حدیث میں اس کی کفیت بھی بتائی گئی ہے، علم اچانک سینوں سے سلب نہیں کیا جائے گا، بلکہ رسوخ فی العلم رکھنے والے علماء ایک ایک کر کے اٹھا لیے جائیں گے، اس طرح دنیا سے علم ختم ہوتا جائے گا، قرب قیامت کی یہ علامت موجودہ دور میں پوری طرح جلوہ گر نظر آتی ہے، حامل علوم اسلامیہ راسخین فی العلم اور علماء ربانیین تسلسل کے ساتھ اٹھتے جارہے ہیں، ۲۰۱۷ء کو بعض اہل علم نے وفات العلماء کا سال قرار دیا تھا، فی الواقع یہ وفات العلماء کا سال ثابت ہورہا ہے، دارالعلوم دیوبند کے نامور استاذ حضرت مولانا عبد الرحیم بستوی، مولانا قربان اسعدی، شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان، صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان، مولانا عبدالرحیم کٹکی جلال آبادی، داماد حضرت اقدس مولانا مسیح اللہ خان علیہ الرحمہ اور حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی، خلیفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا شیخ زکریا علیہ الرحمہ سب اللہ کو پیارے ہوگئے، پھر دارالعلوم دیوبند کے محدث کبیر حضرت مولانا شیخ عبدالحق اعظمی کا سانحہ وفات پیش آیا، اس کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز استاذ مرتب ایضاح البخاری حضرت مولانا ریاست بجنوری سبھوں کو سوگوار چھوڑ کر راہی ملک عدم ہوگئے، مولانا ریاست علی بجنوری کے بعد رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند مولانا ازہر اور جامع الہدیٰ مرادآباد کے شیخ الحدیث حضرت مولانا نسیم احمد غازی نے داعی اجل کو لبیک کہا، آسمان علم کے یہ سب ستارے ایک ایک کر کے ٹوٹتے

☆ استاذ حدیث دارالعلوم حیدرآباد۔

گئے، لیکن غضب تب ہوا جب آسمان حدیث کا نیر تاباں نصف صدی سے زائد عرصہ تک علم کی روشنی بکھیر کر ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا، کسی نے سچ کہا۔

ستارے ٹوٹتے رہے ہیں شب و روز لیکن　　غضب تو اب ہوا ہے جو آفتاب ٹوٹا ہے

۱۱/ جولائی ۲۰۱۷ء کو جانشین شیخ الحدیث، رونق مسند حدیث، ریحانۃ الہند، استاذ المحدثین، شیخ العرب والعجم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب علیہ الرحمہ کے سانحہ ارتحال کی شکل میں جو عظیم حادثہ رونما ہوا اس نے ساری ملتِ اسلامیہ کے وجود کو ہلا کر رکھ دیا، سوشیل میڈیا پر انتقال کی خبر کیا نشر ہوئی برصغیر ہندو پاک کے علمی و دینی حلقوں میں غم و اندوہ کی لہر دوڑ گئی، اور سب کی زبان پر یہی تھا کہ حدیث کا یہ آخری چراغ بھی ہمیشہ کے لیے بجھ گیا، حدیث کی جس شمع پر طالبان علوم نبوت پروانوں کی طرح نچھاور رہتے تھے وہ شمع ہمیشہ کے لیے گل ہوگئی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب علیہ الرحمہ اللہ کے ان باتوفیق بندوں میں تھے جنھیں اللہ تعالیٰ مختلف زمانوں میں قرآن وسنت کی حفاظت کے لیے پردہ غیب سے ظاہر فرماتا ہے، ان کی شان عام علماء سے بہت بلند تھی، ان کے حالات زندگی اور روزمرہ کے معمولات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اسلاف کا سچا نمونہ تھے، سلف صالحین کی زندگی میں علم حدیث کی جستجو اور اس کے حصول کے لیے جن بے پناہ قربانیوں کا تذکرہ ملتا ہے موجودہ دور میں اگر کوئی اس کا نمونہ دیکھنا چاہے تو اس کے لیے شیخ الحدیث مولانا یونس کو دیکھنا کافی ہوگا، حضرت جس پایہ کے محدث تھے موجودہ دور میں شاذ و نادر ہی اس کی نظیر ملتی ہے، ان کی جلالت شان کا سکہ علماء، طلبہ اور عوام سب پر یکساں بیٹھا تھا، آج جب کہ وہ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں علم حدیث کی بزم سونی سونی نظر آتی ہے، ان کے انتقال سے گویا ایک عہد کا خاتمہ ہوا۔

سوانحی خاکہ

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ ۲۵/ رجب المرجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۲/ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو اپنے علاقہ کھیتا سرائے ضلع جونپور میں پیدا ہوئے، جونپور کا خطہ تاریخی ہونے کے

ساتھ روز اول سے مردم خیز رہا ہے جسے شیراز ہند کہا جاتا ہے جہاں سے کئی علمی شخصیتیں اٹھیں، شیخ ابھی پانچ سال دس ماہ کے تھے کہ والدہ ماجدہ کا سایہ اٹھ گیا، ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں حاصل کی، پھر تیرہ سال کی عمر میں مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں میں داخل ہوئے جہاں سے فارسی سے نور الانوار تک کی تعلیم حاصل کی، ۱۳۷۷ھ میں ہندوستان کی شہرۂ آفاق درسگاہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا، ۱۳۸۰ھ میں یہیں سے دورۂ حدیث مکمل کیا، دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد مظاہر علوم ہی میں بحیثیت معین مدرس تدریسی خدمات کا آغاز کیا، پھر ترقی کرتے کرتے ۱۳۸۸ھ میں شیخ الحدیث کے منصب جلیل پر فائز ہوئے، اور تادم اخیر اس منصب کو رونق بخشتے رہے۔

بچپن کے حالات والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد آپ اپنی نانی جان کے پاس رہنے لگے، ایک دفعہ حضرت شیخ الحدیث نے جن کی عمر پانچ سال تھی دیکھا کہ ان کی نانی اپنے بیٹے کی پڑھائی میں تساہل کی وجہ سے پٹائی کر رہی ہیں تو حضرت شیخ نانی جان سے کہنے لگے میں پڑھنے کے لیے جاؤں گا، بچے کی خواہش پر فوری عمل ہوا اور زاد راہ تیار کیا گیا، وطن سے قریب ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر مکتب میں پڑھنے کے لیے یہ ننھا سا طالب علم اپنے ماموں کے ساتھ روانہ ہوا، تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد جب تھک گئے تو ماموں نے انھیں اپنے کندھے پر اٹھا لیا، آخر کار مکتب پہونچ گئے، لیکن شاید اس مکتب میں پڑھائی مقدر نہ تھی پھر دوسرے مکتب کا رخ کیا، جہاں بغدادی قاعدہ پڑھا، پھر کچھ عرصہ کے بعد جب خود حضرت شیخ کے گاؤں میں ایک پرائمری اسکول قائم ہوا تو وہاں تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اور دوسری جماعت تک تعلیم حاصل کی، تیسری جماعت کے لیے مانی کلاں کے پرائمری اسکول میں داخل ہوئے، آپ کے والد ماجد دینی مزاج کے حامل اور مغربی تعلیم وتہذیب کے مضر اثرات سے خوب واقف تھے، انھوں نے مناسب نہ سمجھا کہ اپنے بچے کو مغربی تہذیب کے حوالہ کریں، ہندی میں چوں کہ شرکیہ اثرات پائے جاتے تھے، اس لیے اس کی تعلیم بھی مناسب نہ سمجھا، حضرت شیخ کے والد اپنے بیٹے کی دینی تربیت کا بڑا اہتمام فرماتے تھے، خود حضرت شیخ نے لکھا ہے کہ ایک دن میں ہندی کتاب پڑھ رہا تھا جس میں لکھا تھا طوطا رام رام کرتا ہے، والد ماجد نے یہ سن کر فرمایا بس بہت

پڑھ لیا کتاب رکھ دو، اس طرح آپ کی عصری تعلیم کا سلسلہ موقوف ہوگیا۔

دینی تعلیم کا آغاز اور تکمیل کے مراحل حضرت شیخ نے ابتدائی دینی تعلیم فارسی سے سکندر نامہ تک علاقہ کے مکاتب میں حاصل کی، پھر عالیت میں نور الانوار تک مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں جونپور میں زیر تعلیم رہے، اس دوران بیشتر کتابیں مولانا ضیاء الحقؒ اور مولانا نور محمدؒ سے پڑھیں، البتہ شرح جامی شیخ طریقت حضرت مولانا عبد الحلیم جونپوری علیہ الرحمہ سے پڑھی، اس دور میں تعلیم وتربیت، تقویٰ وللّٰہیت اور اسلاف کی سادگی میں مظاہر علوم سہارنپور کا بڑا شہرہ تھا، اس کے علاوہ خود حضرت شیخ کے استاذ مولانا عبد الحلیمؒ جونپوری بھی مظاہر کے فارغ تھے، اس لیے شیخ نے ۵/مئی ۱۹۵۸ء کو مظاہر علوم میں داخلہ لیا، آپ کا داخلہ امتحان فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ صاحب نے لیا، مظاہر کے پہلے سال آپ نے جلالین، ہدایہ، میبذی اور سراجی پڑھی، جب کہ دوسرے سال بیضاوی، ہدایہ ثالث، مشکوٰۃ، شرح نخبہ اور سلم وغیرہ کی تکمیل کی، ۱۳۸۰ھ آپ کا دورۂ حدیث کا سال تھا جس میں صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث کی تکمیل فرمائی، بخاری شریف شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب سے، مسلم شریف مولانا منظور احمد صاحب، ابوداؤد شریف مولانا محمد اسعد اللہ صاحب اور ترمذی ونسائی مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی سے پڑھا، دورۂ حدیث میں آپ نے امتیازی کامیابی حاصل کی، آپ کے رفقاء درس میں مولانا سید محمد عاقل صاحب، مولانا شجاع الدین حیدر آبادی اور مولانا اجتباء الحسن کاندھلوی قابل ذکر ہیں۔

تدریسی خدمات:

زمانۂ طالب علمی ہی سے حضرت شیخ کو حضرت مفتی مظفر حسین علیہ الرحمہ کی شفقتیں حاصل تھیں، حضرت مفتی صاحب نے ۱۳۸۱ھ میں ۷/روپئے ماہانہ مشاہرہ پر شیخ یونس کا بحیثیت معین مدرس تقرر فرمایا، پھر یکم ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ کو مکمل بحالی ہوئی، اُدھر حضرت شیخ کے تدریسی جوہر دن بدن نکھرتے جارہے تھے اور اِدھر اکابر اساتذہ کے انتقال اور پیرانہ سالی کے سبب جگہ خالی ہوتی جارہی تھی، اس طرح حضرت شیخ کیلئے اونچی کتب حدیث کی تدریس کے مواقع جلد فراہم ہوتے گئے، جن چار اساتذہ سے آپ نے دورۂ حدیث کی

کتابیں پڑھی تھیں اگلے چار برسوں میں ان میں سے دو اللہ کو پیارے ہو گئے اور دو (حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ صاحب اور ناظم اعلیٰ مظاہر علوم مولانا اسعد اللہؒ صاحب) نے ترک تدریس کا فیصلہ کیا، مؤخر الذکر دونوں اکابر فکرمند تھے کہ بزرگوں کا لگایا ہوا یہ پودا کہیں کمزور نہ ہو جائے، چنانچہ مظاہر علوم کے اہتمام اور منصب شیخ الحدیث کیلئے ان دونوں بزرگوں نے موزوں شخصیات کا انتخاب کیا، اہتمام کیلئے مفتی مظفر حسینؒ صاحب کا انتخاب عمل میں آیا، اور حضرت شیخ یونس کو شیخ الحدیث کے منصب پر فائز کیا گیا، ۱۳۸۴ھ میں جب حضرت شیخ کے استاذ مولانا امیر احمد کاندھلویؒ انتقال فرما گئے تو حضرت شیخ کے پاس مشکوٰۃ شریف آئی، اگلے سال مختصر المعانی، میر قطبی، شرح نخبۃ الفکر اور مشکوٰۃ شریف مکمل پڑھائی، اس کے بعد ابوداؤد شریف، نسائی شریف اور نور الانوار شیخ کے زیر درس رہیں، ۱۳۸۷ھ میں مسلم شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ اور موطین زیر درس رہیں، یہاں تک کہ ۱۳۸۸ھ میں بخاری شریف پڑھانے کا شرف حاصل ہوا، حضرت کا درس بخاری بہت جلد عوام وخواص میں مقبول ہو گیا، ختم بخاری شریف میں عوام وخواص کا ایک جم غفیر آیا کرتا تھا۔

حضرت شیخ الحدیث کے شاگرد کے مطابق ان کا درس بخاری نہایت بصیرت افروز اور جداگانہ انداز کا تھا، وہ حدیث پر ماہرانہ کلام اور محققانہ گفتگو فرماتے تھے، فقہی مباحث پر اکتفاء کرنے کے بجائے رواۃ پر کلام اور سند حدیث پر سیر حاصل بحث فرماتے تھے، جرح وتعدیل اور فن اسماء الرجال پر انھیں غیر معمولی دسترس حاصل تھی، حضرت شیخ یونس کی درسی خصوصیات پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کے شاگرد رشید احمد ''الیواقیت الغالیہ'' کے مرتب مولانا محمد ایوب سورتی رقم طراز ہیں: ''ہمارے حضرت کا درس کیا ہوتا ہے ایک بحر ناپید کنار، محدثین و متکلمین، مفسرین وشراح کرام اور ائمہ جرح وتعدیل کے ناموں کی ایک فہرست ذہن نارسا پر نقش ہو جاتی ہے، رواۃ پر سیر حاصل کلام اور کوئی قول بغیر حوالے کے نہیں، بلکہ اصل تک پہنچنے کی کوشش ہوتی ہے، شرح حدیث، اقوال ائمہ، دلائل طرفین اور ان میں موازنہ وجہ ترجیح وغیرہ سب کچھ ہی بیان ہوتا، گویا فتح الباری وعینی، قسطلانی وکرمانی سبھی کا خلاصہ اور لب لباب ہمارے سامنے ہوتا، اس طرز

تدریس کا فائدہ یہ ہوا کہ پڑھنے والوں میں ذوق تحقیق پیدا ہوا، لکھنے پڑھنے کا ایک ڈھنگ آ گیا“ (الیواقت الغالیہ ۱۸/۱)

حضرت کے ایک اور مستفید حضرت کے درس کا تذکرہ یوں کرتے ہیں: ”دوران درس حضرت شیخ نے شاہ ولی اللہ کی کتاب ”الفضل المبین“ کے رجال پر تفصیل سے کلام کیا کہ گویا امام ذہبی یا ابن حجر کتب ستہ کے رجال پر کلام کررہے ہوں، اس عمر میں حضرت کی یادداشت نے بہت متاثر کیا“۔

علم حدیث میں مقام:

حضرت کے علمی مقام کا اندازہ کرنے کیلئے بس یہی بات کافی ہے کہ آپ کے شیخ اور استاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نہ صرف آپ کی علمی قابلیت کے معترف تھے بلکہ آپ پر حد درجہ اعتماد فرماتے تھے اور مستقبل میں فن حدیث میں جو اونچا مقام آپ کو حاصل ہونے والا تھا، اس کی پیشین گوئی بھی فرمائی تھی، چنانچہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نے ۲۳/رجب ۱۳۸۷ھ کو شیخ یونس کے نام لکھے گئے اپنے خط میں یوں تحریر فرمایا: ”ابھی تو تدریس دورہ کا پہلا سال ہے اور اس سیاہ کار کو تدریس دورہ کا اکتالیسواں سال ہے، اور تدریس حدیث کا سینتالیسواں سال ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے، اور مبارک مشغلوں میں تا دیر رکھے، جب سینتالیس پر پہونچ جاؤ گے تو ان شاء اللہ مجھ سے آگے ہوگے“ خط کے اخیر میں حضرت نے یہ نوٹ لکھا کہ اس پرچہ کو نہایت احتیاط سے کسی کتاب میں رکھیں اور چالیس سال بعد پڑھیں، اتنا ہی نہیں بلکہ شیخ الحدیث مولانا زکریا نے اپنی کتاب ”الابواب والتراجم“ میں کئی مقامات پر شیخ یونس کا نام لیکران کی رائے نقل فرمائی ہے، حضرت کے شاگرد رشید مولانا محمد ایوب سورتی آپ کے علمی کمال پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: ”بارہویں صدی ہجری میں جس طرح قرآنی علوم اللہ تعالیٰ نے حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کو عطا فرمائے تھے، جس کو انھوں نے بہت سے مقامات پر بطور تحدیث نعمت کے بیان بھی فرمایا ہے،

اس زمانہ میں حدیث کا علم حق تعالیٰ شانہ نے اسی طرح آپ کو عطا فرمایا ہے، جس کا ایک موقع پر آپ نے تحدیث بالنعمۃ کے طور پر اظہار بھی فرمایا ہے، پھر آپ کی تحقیقات روایت ودرایت پر نقد، وسعت مطالعہ اور متقدمین ومتاخرین کی کتابوں پر بھر پور نقد وتبصرہ اور علامہ ابن حجر عسقلانی جیسے جبل العلم فی الحدیث کے مسامحات کا تذکرہ یہ وہی شخص کر سکتا ہے جس نے پوری بصیرت، انہماک اور عشق کے سوز اور مجتہدانہ فراست کے ساتھ پورے ذخیرۂ احادیث کو کنگھال ڈالا ہو“ (الیواقیت الغالیہ: ۲۱)

حضرت شیخ یونس کے ایک دوسرے شاگرد مولانا ابن الحسن عباسی نے حضرت کی وفات پر لکھے گئے اپنے مختصر سے مضمون میں لکھا ہے: ”۱۲/ ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ کو جامعہ فاروقیہ کراچی کے شعبہ تصنیف میں میرا تقرر ہوا، شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ اپنے گھر کے مہمان خانہ میں دار التصنیف کی طرف میرے ساتھ ریک میں بڑی کاپیاں منتقل کرنے لگے، معلوم ہوا کہ یہ حضرت مولانا یونس صاحب مظاہری کی درس بخاری کی تقریر ہے جو کیسٹوں میں تھی، اور حضرت شیخ نے اپنی نگرانی میں اسے کاپیوں میں منتقل کیا، دوسری تقریر حضرت کی اپنی تھی، وہ فائلوں میں کیسٹوں سے منتقل کی گئی تھی، انہیں دونوں تقریروں کو بنیاد بنا کر کشف الباری کتاب المغازی کا آغاز کیا گیا، دوران مراجعت اندازہ ہوا کہ حضرت مولانا یونس صاحب انتہائی کثیر المطالعہ محدث ہیں، بعض اوقات وہ عام مراجع سے ہٹ کر کوئی بات کہہ دیتے ہیں وہ نہ ملتی تو میں کبھی کبھار وہ چھوڑ دیتا لیکن بعد میں وہ قول کہیں نہ کہیں مل جاتا، اس لیے پھر معمول یہ رہا کہ حضرت مولانا یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول اگر کہیں نہیں ملتا تو انہی کے حوالہ سے نقل کر کے لکھ دیتا:

ما وجدت فیما بین یدی من المصادر

حضرت کے علمی مقام کا اندازہ لگائیے کہ آپ سے اکابر علماء علمی استفسار فرماتے، حضرت مولانا علی میاںؒ ندوی، شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ اور مولانا عبید اللہ بلیاویؒ جیسے جبال علم کا بعض معاملات میں حضرت سے رجوع ہونا ثابت ہے۔

علمی انہماک اور کتابوں سے محبت:

حضرت شیخ یونس کے اس غیر معمولی تبحر علمی میں جہاں ان کے اساتذہ شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ اور مولانا اسعد اللہؒ صاحب کی دعاؤں کا دخل ہے وہیں روز اول سے ان کے علمی انہماک اور کتابوں سے بے پناہ لگاؤ کا بھی اہم کردار ہے، زمانہ طالب علمی ہی سے علم سے محبت اور اس راہ میں پیش آنے والی تکلیفوں کو بخوشی سہنا ان کی گھٹی میں پڑا تھا، دوران تعلیم سہارنپور میں بیمار ہوئے تو حضرت شیخ زکریاؒ اور دیگر اساتذہ نے انہیں گھر جانے کا مشورہ دیا مگر وہ نہ مانے، حضرت شیخ نے اپنے مخصوص لہجہ میں فرمایا: ''پھر پڑا رہ یہیں، شیخ یونس نے اپنے استاذ کی اس ہدایت پر ایسا عمل کیا کہ پوری زندگی اپنے شیخ کے در پر گزار دی، اور یہیں سے ان کا جنازہ اٹھا، آپ کے شاگرد رشید مولانا محمد ایوب سورتی آپ کے ذوق علم اور کتاب دوستی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''دراصل ابتداء ہی سے آپ نے علم حدیث کے ساتھ اشتغال رکھا، اور اسے اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا، آپ خود فرماتے ہیں: اگر مجھے کسی سے کچھ پیسہ میسر آجاتے تو ان سے حدیث کی کتابیں خرید لیتا، حضرت الاستاذ قطب العرب والعجم نے جب بھی ہدیۃً کچھ پیسے عنایت فرمائے تو میں نے ان کی کتابیں خرید لیں، آپ کی قیام گاہ پر اپنا ذاتی علم حدیث کا اتنا بڑا ذخیرہ ہے کہ برصغیر میں شاید ہی کسی کے پاس ہو، بلکہ بڑے بڑے کتب خانے بھی ان امہات کتب سے خالی ہیں، اس کے باوجود حج کے موقعہ پر کتب خانوں میں نئی نئی کتابیں تلاش کرنے کیلئے جاتے ہیں، حالانکہ وہاں کے نشیب وفراز والے راستوں سے گزرتے ہوئے آپ کا سانس پھولنے لگتا ہے، پیشانی عرق آلود ہو جاتی ہے، لیکن ان سب پریشانیوں کے باوجود آپ کے علمی مطالعہ اور ذوق کا اندازہ کچھ وہی حضرات لگا سکتے ہیں جو آپ سے کچھ آشنا ہیں'' (الیواقیت الغالیہ:۲۱)

تصانیف اور علمی سرمایہ:

حضرت شیخ یونس علیہ الرحمہ خالص علمی شخصیت تھے، تحقیق وتدقیق ہی ان کا محبوب

مشغلہ تھا، حضرت کے درس بخاری کے افادات ”نبراس الساری إلی ریاض البخاری“ کے نام سے زیور طبع سے آراستہ ہوکر اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں، درس بخاری شریف کے یہ افادات دراصل بخاری کی تمام شروح وحواشی کا نچوڑ ہے، اہل علم کے لیے یہ نادر تحفہ ہے، علاوہ ازیں مشاہیر اہل علم حضرت شیخ یونس سے علمی استفسار کیا کرتے تھے اور حضرت ان کے تحقیقی جوابات عنایت فرماتے تھے، اس قسم کے تحقیقی جوابات کا وافر ذخیرہ اکٹھا ہوگیا تھا، جسے حضرت کے شاگرد رشید مولانا ایوب سورتی نے ”الیواقیت الغالیہ فی تخریج احادیث العالیہ“ کے نام سے کئی جلدوں میں شائع کیا ہے، یہ علم وتحقیق کے بیش بہا موتی ہیں جن کی قدر وقیمت اصحاب تحقیق ہی جان سکتے ہیں، اسی طرح مظاہر علوم سہارنپور کے ایک فاضل حضرت مولانا مفتی محمد زید مظاہری ندوی نے حضرت شیخ کے تحقیقی شہ پاروں کو ”نوادر الحدیث“ اور ”نوادر الفقہ“ کے نام سے شائع کیا ہے، ان کے علاوہ حضرت کی کئی مفید تالیفات اور افادات شائع ہوئے جن میں ”تخریج احادیث مجموعہ چہل حدیث“ اور ”فیوض سبحانی“ قابل ذکر ہیں، حضرت مولانا محمد سعیدی کے مطابق حضرت کے بہت سے علمی شہ پارے ابھی پردۂ خفا میں ہیں جن کی تفصیل یوں ہے: مقدمہ ہدایہ، سوانح حضرت عبد اللہ بن زبیر، مقدمہ بخاری، الیواقیت واللآلی، جزء حیاۃ الانبیاء، تخریج احادیث اصول الشاشی، مقدمہ مشکوٰۃ، مقدمہ ابوداؤد، جزء المعراج، جزء المحراب، جزء رفع الیدین، ارشاد القاصد إلی ما تکرر فی البخاری واسناد واحد۔

اخلاق عالیہ وصفات حمیدہ:

اخلاق وصفات میں حضرت شیخ یونس نہایت اونچے مقام پر فائز تھے، اور کیوں نہ ہوتے جب کہ آپ کو مخلص اور تقویٰ شعار اساتذہ اور نمونۂ اسلاف مشائخ سے اکتساب فیض کا موقع ملا تھا، شیخ یونس کو حضرت شیخ زکریا اور مولانا اسعد اللہ رحمہم اللہ دونوں مشائخ سے خلافت واجازت حاصل تھی، شیخ یونس کے تقوے کا یہ عالم تھا کہ مدرسہ کے خلفشار کے بعد تنخواہ لینا ترک فرمادیا، مزاج میں بے پناہ استغناء تھا، حضرت شیخ کے ایک شاگرد شیخ یعقوب دہلوی نے بیان کیا کہ مدینہ منورہ تشریف لانے پر عرب علماء شیخ یونس کے جوتے سیدھے کرنا اپنا شرف سمجھتے تھے، ایک سفر میں ان

عرب شاگردوں نے اتنے ہدایا دئے کہ ریالوں سے دو تھیلے بھر گئے، مدینہ سے واپسی پر شیخ نے مجھے حکم دیا کہ سارے پیسے مدینہ منورہ ہی میں غرباء میں تقسیم کردوں، میں نے باصرار کہا کہ حضرت اپنی ضرورت کے بقدر رکھ لیں، لیکن وہ تیار نہیں ہوئے اور ایک ایک ریال صدقہ کروادیا، ایک عرب عالم دین نے شیخ یونس کے زہد وتقوے کا ذکر ان الفاظ میں کیا وھو آیۃ فی الزھد والورع

حضرت شیخ اتباع سنت کا حد درجہ اہتمام فرماتے تھے، ان کی مجلس نہایت باوقار اور سنجیدہ ہوتی تھی، ادب وتعظیم کا بڑا لحاظ فرماتے تھے، مشائخ حدیث اور علماء کی جانب سے جب کوئی قیمتی کتاب ہدیہ میں دی جاتی تو اسے سر پر رکھ لیتے، عرب عالم دین محمد زیاد بن عمر تکلہ- جنھوں نے ''الیواقیت الغالیہ'' کے تخریج شدہ ایڈیشن پر مقدمہ لکھا ہے- لکھتے ہیں: ''شیخ بن باز سے متعلق جب میری کتاب ہمارے دوست شیخ محمد الحریری نے شیخ یونس کی خدمت میں پیش کی تو شیخ نے اسے چوما اور اپنے سر پر رکھا اور شیخ بن باز کے حق میں تعریفی کلمات ارشاد فرمائے'' (مقدمہ الیواقیت الغالیہ)

حضرت شیخ بڑے رقیق القلب تھے، بہت جلد ان پر گریہ وزاری کی کیفیت طاری ہوتی تھی، شیخ میں تواضع وانکساری حد درجہ تھی، طلبہ کی بڑی حوصلہ افزائی فرماتے تھے، نیز منکرات پر نکیر کا بڑا اہتمام تھا، شیخ یونس ایک زاہد وقانع انسان تھے، لیکن احوال عالم سے بے خبر نہیں تھے، عالم اسلام اور مسلمانوں کے حالات سے باخبر رہتے تھے، ''الیواقیت الغالیہ'' کے جامع مولانا ایوب سورتی لکھتے ہیں: ''سری لنکا کے ایک شیخ الحدیث بغرض حصول اجازت حدیث حاضر خدمت ہوئے، حضرت والا نے ایک حدیث تلاوت فرما کر اجازت عنایت فرمائی، اس کے بعد سری لنکا کی شخصیات وحالات، مزاج ورہن وسہن اور بود وباش پر بھی گفتگو فرمائی، ملیشیا کے ایک محدث حاضر خدمت ہوئے ان کو اجازت حدیث عطا فرمائی، پھر وہاں کی تحریکات مذاق ومعیار، شخصیات اور حالات کا اس طرح تجزیہ کیا جیسے وہ نگاہ کے سامنے ہوں، ملی ہمدردی کا جذبہ بھی بے پناہ تھا، فسادات کے موقع پر خود بھی بڑھ چڑھ کر تعاون فرماتے اور اہل خیر سے تعاون کی اپیل فرماتے، مظفر نگر فسادات کے موقع پر اپنا پرانا سامان روانہ فرمایا، نیز فسادزدگان کے لیے خطیر رقم بھی ارسال فرمائی، دوران سفر جو ہدایا ملتے چاہے وہ کتنے ہی قیمتی ہوں مختلف مدارس میں تقسیم فرمانے کا معمول تھا، مادر علمی مظاہر

علوم سے بے پناہ محبت تھی، شہر میں موجود اپنے دو منزلہ مکان کو مظاہر علوم کو تحریری طور پر وقف فرمایا، اسی طرح لائق کاشت اراضی بھی مدرسہ کو وقف فرمادی، شیخ کے شاگرد مولانا سہیل مظاہری نے ایک تعزیتی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ ختم نبوت کے ایک جلسہ میں شیخ موجود تھے، منتظمین نے اظہار خیال کی درخواست کی، لیکن کسی وجہ سے شیخ نے معذرت کردی، بعد میں اکثر وہ اس پر قلق ظاہر کرتے تھے کہ کاش تحفظ ختم نبوت کے جلسہ میں میں نے بھی چند جملے کہہ دیا ہوتا تو اس تعلق سے سے کوشش کرنے والوں میں میرا بھی نام شامل ہوتا، شیخ کے ایک اور شاگرد مولانا غیاث الدین مظاہری نے بیان کیا کہ چند ماہ قبل آخری ملاقات کے دوران شیخ یونس نے برجستہ کہا ملاقات کرلو، دیکھ لو، آئندہ جب سہارنپور آؤ گے تو یونس سے ملاقات نہ ہوگی، یونس کی قبر پر حاضری دینا، ویسے ۲۰۱۷ء میں کئی علماء ومشائخ دار فانی سے کوچ کر گئے لیکن حضرت شیخ یونس کی وفات ایک ایسا سانحہ ہے جس نے امت کے ہر طبقہ کو ملول کردیا، کسی نے سچ کہا؎

ستارے ٹوٹتے رہے ہیں شب و روز لیکن
غضب تو اب ہوا ہے جو آفتاب ٹوٹا ہے

حضرت شیخ کچھ یادیں، کچھ باتیں

مولانا مرغوب الرحمن سہارنپوری

شوال ۱۴۳۸ھ کی ۱۶/ویں اور جولائی ۲۰۱۷ء کی ۱۱/ویں تاریخ تھی منگل کا دن تھا، گھڑی تقریباً صبح کے نو بجا رہی تھی، جب امیر المومنین فی الحدیث، فقیہ نبیل، عظیم محقق، بے مثال بزرگ، استاذ مکرم، مخدوم محترم حضرت مولانا محمد یونس جونپوری (شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور) نے آخری سانس لی، انا للہ وانا الیہ راجعون، ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیء باجل مسمیٰ۔ اپنے شاگردوں، مریدوں اور متوسلین ومنتسبین کو حالت یتیمی میں چھوڑ کر چلے گئے۔ فرحمۃ اللہ واسعۃ ؂

ایک آسرا تھا دید کا باقی سو مٹ گیا!
ہزاروں دلوں نے بے ساختہ کہا   ع
ہائے کیا ہوگا امیر کارواں! تیرے بغیر

حضرت شیخ اپنے علمی وفکری، تعلیمی وتربیتی انداز، وسیع معلومات، عمیق تحقیقات، کردار مومنانہ، جذبۂ قلندرانہ، ذوق خدائی ولذت آشنائی، عشق مصطفائی ومحبت مجتبائی میں یکتائے زمن تھے۔ آپ کی تعزیت کرنے والا، آپ پر لکھنے والا، آپ کی شخصیت پر بولنے والا، ششدر وحیران رہ جاتا ہے کہ آغاز کہاں سے کیا جائے، یہی حال میرا بھی ہے، متنوع کمالات میں سے ہر کمال، دل ودماغ اور قلم کو اپنی طرف کھینچتا ہے، لیکن ساتھ ہی یہ احساس بھی ستاتا ہے کہ کہاں میری آڑی ترچھی لکیریں، اور کہاں ہمارے حضرت کی شخصیت .... چہ نسبت خاک را با عالم پاک؟ ؂

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل

ایک وجہ یہ بھی ہے جس کو حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ (۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۲ء) نے تحریر فرمایا ''کسی ایسی شخصیت کے اوصاف وکمالات کے بارے میں قلم اٹھانا، جس کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ کا خاص اجتبائی معاملہ ہو، یوں بھی بہت ہی نازک اور کٹھن مرحلہ ہے کہ ناواقف قارئین کو مبالغہ آرائی کا گمان گزرتا ہے، اور اہل نظر کو سطحیت، کوتاہ بیانی اور مرتبہ ناشناسی کی شکایت رہتی ہے۔ (شخصیات وتاثرات، ۱۹۸/۱)

بس اپنے بڑوں کے حکم کی بجا آوری میں کچھ یادیں اور کچھ باتیں سپرد قرطاس کرنے لگا ہوں یہ سوچ کر کہ حقیر کی کوئی تحریر حضرتؒ کی شایان شان نہیں ہوسکتی اور نہ ہم اس کے مکلّف ہیں، بلکہ اس بات کے مکلّف ہیں کہ جیسے تیسے بن پڑے اپنے جذبات عقیدت و محبت کا اظہار کریں، اپنے الفاظ میں بیان کرنے سے پیش تر مناسب سمجھتا ہوں کہ بزرگوں کی زبان اقدس سے نکلے گہر یہاں بکھیر دوں، جن کا ایک ایک لفظ سند کا درجہ رکھتا ہے، اور ایک ایک تحریر مبالغہ آرائی سے پاک ہوتی ہے۔ حضرت لدھیانوی شہیدؒ ہی نے اپنے مخدوم مکرم اور مربی محترم حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ (۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء) کی صفات و کمالات کا جو اجمالی خاکہ پیش کیا تھا وہ پیش خدمت ہے: ''حق تعالیٰ شانہ نے حضرت شیخ قدس سرہ کو اس قدر ظاہری و باطنی کمالات سے نوازا اور اتنی خوبیوں سے آراستہ فرمایا تھا کہ نہ تو ان کا صحیح ادراک ہوسکتا ہے نہ ان کے لیے مناسب الفاظ وتعبیرات مل سکتی ہیں، عام لوگ انہیں اخباری اصطلاح میں بس ایک ''ممتاز عالم دین اور عظیم رہنمائے ملت'' کی حیثیت سے جانتے تھے، عرب دنیا ان کی عربیت، فصاحت وبلاغت اور وسعت معلومات کا لوہا مانتی تھی، اہل علم ان کے فضل وکمال ان کے زہد وتقویٰ ان کے اخلاص وعزیمت اور ان کی شہامت ونجابت کے معترف تھے.................اہل زیغ، ملاحدہ وزنادقہ ان کے ضرب ید اللہی سے لرزاں تھے، طلبہ ان کے حدیثی، تفسیری، فقہی وکلامی معارف وافادات پر سر دھنتے تھے، احباب ان کے حسن صورت، حسن سیرت، حسن مصاحبت، حسن معاشرت، حسن تکلم اور حسن تبسم پر گرویدہ تھے، مگر سچی بات یہ ہے کہ ؎

خوبی ہمیں کرشمہ وناز وخرام نیست
بسیار شیوہ ہاست بتان را کہ نام نیست

حضرت قدس سرہ کی ایک ایک ادا اپنے اندر ''بسیار شیوہ ہا'' رکھتی، ان کی ایک ایک جنبش لب بجلیاں گراتی تھی، ان کا ایک ایک نقش پا جادہ استقامت کی نشاندہی کرتا تھا۔

حضرت قدس سرہ علم کا خزانہ تھے، عمل کا نمونہ تھے، عاقل وفہیم تھے، ذکی ولبیب تھے، عابد وزاہد تھے، متقی و پرہیز گار تھے، جری و بہادر تھے، نڈر، حق گو، فیاض اور سخی تھے، انہیں جو کچھ ملا تھا موہبت خداوندی سے ملا تھا، اور ان کے تنہا وجود میں اس قدر فوق العادت اوصاف وکمالات قدرت نے جمع کر دیئے تھے کہ ایک بڑی جماعت پر تقسیم کر دیئے جائیں تو محاسن سے مالا مال ہو جائے۔ (ماہنامہ بینات کراچی بنوری نمبر، ۸-۸۰۷)

اسی کے ساتھ ساتھ احقر حضرت مولانا منظور نعمانیؒ (۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء) کے الفاظ مستعار لے کر کسی قدر تبدیلی کے ساتھ عرض کرتا ہے، مولانا تحریر فرماتے ہیں ''یوں تو اس وقت (حضرت شیخ کی مظاہر علوم کے زمانہ طالب علمی میں) مظاہر علوم کے سبھی بڑے اساتذہ باکمال، اپنے اپنے فن کے امام اور صلاح وتقویٰ اور تعلق باللہ میں بھی صاحب مقام تھے، لیکن ان میں اس وقت کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ (۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء) کا خاص الخاص مقام تھا، جنہوں نے نہیں دیکھا وہ غالبًا یہ تصور بھی نہیں کر سکیں گے کہ چودھویں صدی ہجری اور بیسویں صدی عیسوی میں اس شان کا بھی کوئی متبحر عالم ہو سکتا ہے۔ ان کی (حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ - ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۳ء) علمی جلالت کا کچھ اندازہ ان کے معاصر اور قرین حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی (۱۳۹۶ھ/ ۱۹۴۹ء) کی اس شہادت سے کیا جا سکتا ہے جو انہوں نے اپنی جلیل القدر تصنیف ''فتح الملہم شرح صحیح مسلم'' میں ایک جگہ ان الفاظ میں ادا کی ہے۔ (مندرجہ ذیل خوبیاں ہمیں اپنے حضرت شیخ میں بھی نظر آتی تھی، اس لیے یہ اقتباس پیش خدمت کر رہے ہیں، ایک اور اہم وجہ یہ بھی ہے کہ علامہ کشمیریؒ کے لائق شاگرد حضرت مولانا عبداللہ خاں صاحب بجنوری نے فرمایا حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کا علم مولانا یونس صاحب کی طرف منتقل ہوا ہے):

الشیخ التقی النقی الذی لم تر العیون مثله، ولم یرهو مثل نفسه ولو کان فی سالف الزمان، لکان له شان فی طبقة اهل العلم عظیم۔ (۱/۳۳۵)

”وہ صاحب تقویٰ اور پاک سیرت شیخ جس کی کوئی دوسری مثال لوگوں کی آنکھوں نے نہیں دیکھی اور خود اس نے بھی اپنی کوئی مثال نہیں دیکھی اور اگر وہ پچھلے دور میں ہوئے ہوتے تو طبقہ اہل علم میں ان کی بڑی عظیم شان ہوتی“۔

جن اصحاب نظر نے ممدوح کو کچھ مدت تک قریب سے دیکھا، ان سب کا احساس یہی ہوگا کہ وہ علوم دین کے بحر ذخار اور ورع وتقویٰ کے لحاظ سے ان خاصان خدا میں سے تھے، جن کی من جانب اللہ منکرات ومعصیات سے حفاظت فرمائی جاتی ہے............صورت بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی حسین وجمیل اور معصومانہ بنائی تھی کہ دیکھنے والے بے ساختہ کہہ اٹھیں ”ان ہذا الا ملک کریم“۔ (تحدیث نعمت: ص: ۳۳)

بہر حال حضرت میں بہت سی صفات ستودہ اور عادات محمودہ تھیں جن میں سے ایک اعلیٰ اور عمدہ صفت سادگی اور عاجزی وانکساری بھی تھی، آپ تصنع اور بناوٹ سے کوسوں دور تھے، اور آپ کے یہاں کرّ وفر نام کی کوئی چیز نہ تھی، اتنے اونچے درجہ اور مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود اپنی غربت وغیرہ کے واقعات برملا اور بلا جھجھک سنایا کرتے تھے، ایک مرتبہ دوران درس اپنی غربت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”بچو! کپڑے دھونے کو صابن کے لیے پیسے نہیں ہوتے تھے، جہاں طلبہ کپڑے دھوتے، تو اس سے آگے جا کر بیٹھ جاتا، ان کے کپڑوں سے صابن کا جو پانی آتا اس سے کپڑے دھوتا“۔

حضرت شیخ کی زندگی عبدیت وفنائیت اور بے نفسی وکسر نفسی کا مرقع تھی، اور ایک خاص عادت یہ تھی کہ اپنے متوسلین ومریدین اور متعلمین ومنتسبین سے معافی مانگتے، یہ صفت آج کے دور میں نظر نہیں آتی بلکہ عنقا ہوگئی، بعض مرتبہ اتنی عاجزی وانکساری سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتے کہ دیکھنے والوں کو یہ احساس ہوتا کہ معافی مانگنے والا مرید وشاگرد ہے حالانکہ ہوتا اس کے برعکس تھا، ذرا ذرا سی چھوٹی چھوٹی باتوں پر معافی مانگتے، ایک مرتبہ خود اپنے شاگرد وخادم کے بارے میں فرمایا کہ اس کی چپل پر میری چپل رکھی گئی تو میں نے اس کو بلا کر معافی مانگی، اس واقعہ سے جہاں آپ کی سادگی وانکساری کا پتہ چلتا ہے وہیں فکر آخرت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

ایک شاعر نے کہا ہے ؎ لکھنؤ میں نہیں نفاست اب

لیکن دوسری طرف حضرت شیخ نظافت ونفاست کا حسین مرقع تھے۔ لباس، خوراک اور طرز بود و باش کا سلیقہ وقرینہ اتنا متاثر کن ہوتا کہ آدمی اس کے سحر میں جکڑ جاتا، آپ کی ہر ہر ادا اور ہر ہر نقل وحرکت میں حسن و جمال کی چمک اور نفاست ونظافت کی جھلک تھی، گویا آپ ان کا حسین سنگم تھے، اور ’’ان اللہ جمیل یحب الجمال‘‘ (مسلم:۱۳۱) کا نمایاں مظہر تھے۔ کتابوں کی حفاظت اور استعمال کا اونچا ذوق تھا، سالوں آپ کے استعمال میں آنے والی کتاب ایسی صاف ستھری ہوتی گویا کہ نئی ہے، ابھی استعمال ہی نہیں ہوئی، نہ کتاب کھولنے کے نشان اور نہ انگلی لگنے کے۔

بعض حضرات کو سادگی اور نفاست میں تضاد لگتا ہے لیکن ایسا نہیں اس کے لیے حضرت تھانویؒ (۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کی تحریر پیش خدمت ہے، فرماتے ہیں کہ ’’بعض لوگ شاید بذاذت (حدیث میں ہے، البذاذۃ من الایمان) (ابوداؤد:۴۱۶۱) کے یہ معنی سمجھ جائیں کہ نہ صفائی ہو اور نہ نظافت ہو، بالکل میلی کچیلی حالت میں رہے، حالانکہ میلے پن سے بذاذت کا کوئی علاقہ نہیں۔ (خطبات حکیم الامت،۱۳/۴۳)

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسین الصوت اور جہیر الصوت بنایا تھا اور گفتگو کے سلیقہ سے بھی نوازا تھا آپ کی رس گھولتی آواز سے دارالحدیث گونج اٹھتا تھا، جب آپ کی طبیعت میں انبساط ونشاط ہوتا تو ایسا لگتا جیسے کوئی دریا بہہ رہا ہو، پس پردہ آپ کی کڑک آواز کو سننے والا یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ کوئی ضعیف العمر شخص گویا ہے۔

بعض مرتبہ حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے کہ نہ میرے رشتہ دار ہیں، نہ میرے شہر میں ایسے تعلقات ہیں (کیونکہ آپ عوام میں نسبتاً گم نام لیکن حقیقتاً انتہائی نیک نام اور نیک کام تھے) پھر فرماتے ’’میرے مرنے کے بعد میرے جنازہ میں کون آئے گا؟ لیکن جنازہ میں شرکت کرنے والوں نے دیکھا کہ ’’کون‘‘ نہیں بلکہ ’’کون، کون‘‘ آیا۔

خوبیاں رہتی ہیں زندہ، خوبیوں والا نہیں

ایک محتاط اندازہ کے مطابق جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد تین لاکھ بتائی

جاتی ہے، تا حدنگاہ لوگوں کے سر ہی سر نظر آ رہے تھے، سہارنپور کا تاریخی قبرستان حاجی شاہ کمال کا وسیع وعریض میدان اپنی تنگدامنی کا شکوہ کر رہا تھا، مجمع دیکھ کر مشہور حدیث ذہن میں گونج رہی تھی ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی سے (خاص) محبت فرماتے ہیں تو جبرئیل کو بلا کر فرماتے ہیں کہ میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تم بھی محبت کرو، چنانچہ جبرئیل ان سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر آسمان میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت کرتے ہیں تم بھی اس سے محبت کرو، تو اہل سماء بھی محبت کرنے لگتے ہیں (حتی کہ) پھر اس کے لیے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ (بخاری: ۳۲۰۹، مسلم: ۲۶۳۷)

موت اس کی ہے زمانہ کرے جس پر افسوس
ورنہ دنیا میں سبھی آتے ہیں مرنے کے لیے

اور آپ کی وفات کے روز شہر کے گلی، کوچوں، اور بازاروں کو دیکھ کر بے ساختہ یہ شعر ذہن میں آ رہا تھا ۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

ایک مرتبہ خاکسار بعد مغرب حاضر خدمت ہوا تو حضرت نے خدام سے پوچھا یہ کون ہے؟ کیوں آیا ہے؟ میں نے عرض کیا! ملاقات کے لیے، فرمایا! یہ ملاقات کا وقت نہیں، عصر کے بعد آنا، میں نے عرض کیا! عصر کے بعد موقع نہیں ملتا، شہری طالب علم ہوں، عصر کے بعد گھر چلا جاتا ہوں، اس پر حضرت خاموش رہے اور کچھ نصیحتیں فرمائی، حضرت شیخ یونسؒ ہی کے الفاظ مستعار لے کر عرض کناں ہوں کہ ”یہ حضرت شیخ کی ذرہ نوازی تھی“ ۔

بہت لگتا تھا دل محفل میں ان کی
وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے

باری تعالیٰ نے آپ کو فیاضی وسخاوت ایسی عطا فرمائی تھی کہ کم ہی لوگوں کے حصہ میں

آتی ہے، ایسے ہی دنیا سے بے رغبتی اور بے اعتنائی اس قدر عطا کی تھی کہ کم ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے، چنانچہ حضرت شیخ کے شاگرد و مرید مولانا یعقوب دہلوی (سابق امام مسجد قبا مدینہ منورہ) نے فرمایا، ایک مرتبہ حضرت شیخ کے عرب شاگردوں نے اتنے تحائف وہدایا دیئے کہ دو تھیلے ریالوں سے بھر گئے، مدینہ منورہ سے واپسی پر حضرت شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ سارے ریال مدینہ منورہ ہی میں غرباء پر تقسیم کردو، میں نے عرض کیا کہ حضرت بقدر ضرورت اپنے لیے رکھ لیں، لیکن حضرت آمادہ نہیں ہوئے، اور ایک ایک ریال صدقہ کروادیا، اور اپنا حال یہ تھا کہ واپسی پر مولانا سے فرمانے لگے کہ مجھے سو ریال اس شرط پر قرض دو کہ بعد میں مجھ سے واپس لوگے۔

ایسے ہی حضرت کے ایک شاگرد کو حضرت کے محبین نے ہزاروں ڈالر ہدیہ دیئے کہ حضرت تک پہنچادینا، جب ان کی حضرت سے مدینہ منورہ میں ملاقات ہوئی، اور وہ امانت حضرت کی خدمت میں پیش کی، تو فرمایا! میں کیا کروں گا، مسجد نبوی میں جو حفظ کی درسگاہیں لگتی ہیں ان کے طلبہ میں تقسیم کردو۔

اسی طرح وفات سے ایک دن قبل (پیر کو) ہدیہ کے لفافے کھلوائے تو کل رقم 11520 روپئے نکلے، تو دس ہزار مدرسہ میں پانچ سو بیس روپئے مکاتب کے لیے اور ایک ہزار روپئے اپنے خرچ کے لیے رکھ لئے۔

بلاشبہ آپ فرمانِ نبوی ''**لا حسد إلا فی اثنین رجل اٰتاه الله مالاً فسلطه علی هلکته فی الحق**''۔ (بخاری:۳:۷۳) ''دو آدمی قابل رشک ہیں، ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہو اور پھر اسے خیر کے کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق بھی دی ہو'' کے مصداق تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی عبقری الصفات شخصیت بنایا تھا کہ ایسے حضرات خال خال ہی پیدا ہوتے ہیں، آپ کو حافظہ وفہم اور ذکاوت وذہانت کی وہ دولت عطا کی تھی جو ہمارے کبار محدثین ومحققین اور علمائے مجتہدین کا طرۂ امتیاز تھا، خود ان کے ہمعصروں میں ان کی

نظیر شاید ہی کوئی نظر آئے؟ کئی، کئی صفحے کتابوں کے ایسے فر فر پڑھتے چلے جاتے کہ سننے والا عش عش کرتا رہ جاتا، بعض مرتبہ فرماتے یہ کتاب اتنے سال پہلے دیکھی تھی، بہت سے پیچیدہ اور گنجلک مسائل چٹکیوں میں حل فرما دیتے، زمانہ طالب علمی ہی سے حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو بلا کا حافظہ عطا فرمایا تھا جس کا ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

حضرت شیخ جب جلالین پڑھتے تھے تو فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین (۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء) نے طلبہ سے پوچھ لیا کہ فلاں دن جو میں نے تقریر کی تھی، وہ سناؤ، کیا تھی؟ سب طلبہ خاموش حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا، مولانا یونس صاحب نے من وعن وہ تقریر سنا دی۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ (۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء) کو حدیث کا حوالہ درکار تھا متعدد علمائے کرام سے دریافت کیا لیکن معلوم نہ ہوسکا تو شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کو لکھا تو بڑے حضرت شیخ نے شیخ یونس کو تلاش حدیث کے لیے کہا تو چند گھنٹے میں حوالہ تلاش کر دیا، تو بڑے حضرت شیخ نے حضرت مولانا علی میاںؒ کو لکھ کر بھیج دیا تو جب حضرت سہارنپور آئے، تو شیخ یونس صاحبؒ کی زیارت کے خواہش مند ہوئے، تو حضرت شیخ نے ان کو بلایا، اس وقت شیخ یونس ایک لنگی اور ایک پھٹے کرتے میں تھے، تو مولانا علی میاںؒ نے فرمایا: میں مولانا یونس کو دیکھنا چاہتا ہوں، حضرت شیخ نے فرمایا: ’’یہی تو مولانا یونس ہیں‘‘۔

حضرت شیخ یونسؒ کا معمول یہ تھا کہ اخیر سال میں بعد مغرب بھی درس دیا کرتے تھے، اعلان ہوا کہ آج حضرت شیخ بعد مغرب سبق پڑھائیں گے، احقر کو معلوم نہ تھا کہ مغرب کے متصلاً بعد پڑھائیں گے، احقر سنتوں کے بعد دو نفل کی نیت باندھ بیٹھا، ایک ساتھی نے بتایا کہ شیخ صاحب سبق پڑھا رہے ہیں، احقر پہنچا تو ایک حدیث کی تلاوت ہو چکی تھی، بعد میں حضرت شیخ کے حجرہ شریفہ میں کتاب لے کر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا! ایک حدیث کا سماع چھوٹ گیا، وہ پڑھنا چاہتا ہوں، حضرت نے فرمایا! میں بیمار رہتا تھا، ناغہ ہو جاتی، پورا سماع تو نہ ہوسکا، البتہ اجازت حاصل ہے، پھر فرمایا! کوئی اور حدیث نہیں چھٹی؟ عرض

کیا! نہیں بس یہی ایک حدیث چھٹی ہے، فرمایا! چل پڑھ، ایک جگہ غلطی آئی تو فرمایا! یہ حدیث اتنی مرتبہ آ چکی، پھر اس میں سے چند جگہوں کی نشاندہی فرمائی ۔

اب تو یہ دیوانگی جانے کہاں لے جائے گی
جب تیری یاد آئے گی ہم کو بہت تڑپائے گی

چند سال قبل ایک طالب علم نے عبارت پڑھتے ہوئے ''مروان'' کے ساتھ رضی اللہ عنہ پڑھ دیا تو فرمایا! بیس سال پہلے بھی ایک طالب علم نے یہ غلطی کی تھی۔

ہمارے حضرت شیخ کو مطالعہ اور کتب بینی کا عجیب اور عمدہ شوق تھا، ان کو مطالعہ اور تحقیق میں بے پناہ لذّت ملتی تھی اور بے تکان مطالعہ فرماتے، مطالعہ کے تعلق سے متقدمین کے متعلق جو کچھ سنا اور پڑھا، وہ حضرت شیخ میں خوب، خوب ظاہر تھا، اور غالبًا حضرت شیخ کے ذہن میں ان کے پیر و مرشد اور شیخ حضرت ناظم صاحبؒ (مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوری (۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء) کے یہ اشعار گونجتے رہتے ہوں ۔

انسان کو بناتا ہے اکمل مطالعہ
ہے چشم دل کے واسطے کامل مطالعہ
دنیا کے ہر ہنر سے ہے افضل مطالعہ
کرتا ہے آدمی کو مکمل مطالعہ

اتنے انہماک سے مطالعہ فرماتے کہ بعض مرتبہ مچھر وغیرہ کافی دیر بیٹھا رہتا اور کاٹتا لیکن آپ کے مطالعہ میں خلل نہ آتا، اسی طرح کوئی ملاقاتی آتا اور سلام وغیرہ نہ کرتا تو آپ کو پتہ ہی نہ چلتا، اور زبان حال سے فرماتے ع

فمحبوبی من الدنیا کتابی

بعض مرتبہ بیس بیس گھنٹے بے تکان مطالعہ فرماتے، تحقیق و جستجو کی لگن کا حال یہ تھا کہ ایک لفظ تلاش کرنے کے لیے مسند احمد کا چار مرتبہ مطالعہ فرمایا۔

عاشق مطالعہ کے مطالعہ کا سلسلہ لقائے الٰہی تک جاری رہا، آپ نے پیر کے روز بھی مطالعہ فرمایا اور حاشیہ چڑھایا، **فجزاهم الله احسن الجزاء**۔

ہمارے اسلاف و اکابر اور بزرگان دین میں حزم واحتیاط اور ورع وتقویٰ کا جو پہلو نظر آتا تھا وہ حضرت شیخ میں بھی خوب جھلکتا تھا، اس کے بے شمار واقعات ہیں، چند ایک واقعات سپرد قرطاس ہیں۔

خود فرماتے ہیں کہ ’’لوگ صدقہ کے پیسے دے جاتے ہیں کہ کسی کو دے دینا، بعض مرتبہ وہ ذاتی پیسوں میں مل جاتے ہیں تو میں سارے پیسے (اپنے بھی اور صدقہ کے بھی) صدقہ کر دیتا ہوں۔

حضرت شیخ کے لائق فائق شاگرد حضرت مولانا محمد حنیف صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ کھروڈ) فرماتے ہیں کہ کوئی صاحب حضرت کو پچیس ہزار روپے دے کر گئے، چار ماہ بعد بتایا کہ حضرت! وہ زکوٰۃ کی رقم تھی، حضرت نے فرمایا میں نے تو وہ رقم مہمانوں میں خرچ کر دی، پھر اس کے بعد رقم نکالنی شروع کی، خود میرے ہاتھ سے ڈھائی لاکھ روپے دلوا چکے اور کل تقریباً چھ لاکھ روپے دلوا چکے، لیکن پھر بھی فرماتے ہیں کہ ’’مجھے اطمینان نہیں ہو رہا‘‘۔

ایک مرتبہ کسی سرکاری افسر (غالباً ایم، پی) کی گاڑی میں بٹھا دیا گیا، حضرت کو پتہ نہ چلا کہ سرکاری گاڑی ہے، جب آگے چل کر ہارن بجا تو فوراً فرمایا! مجھے اس گاڑی سے اتارو، اتر کر پیچھے عام گاڑی میں جلوہ افروز ہوئے۔

ہمارے حضرت شیخ کا ایک نمایاں وصف یہ بھی تھا کہ اپنی مادر علمی، اساتذہ کرام اور محبین ومحسنین کے احسان شناس اور قدرداں رہے اور زندگی بھر ان کے احسان چکاتے رہے، اور ساتھ ہی معترف بھی رہے، اپنی مارد علمی مظاہر علوم کو برابر رقم اور قیمتی کتابوں کے ارمغان سے نوازتے رہے۔

حضرت نے اپنا مکان (واقع اسلام آباد) مادر علمی مظاہر علوم وقف کو وقف کر دیا، اسی طرح ایک بڑی زمین جو کہ بہٹ (سہارنپور کا ایک قصبہ) میں واقع ہے مدرسہ کو عنایت فرمادی، اور سرکاری کارروائی کے لیے خود بنفس نفیس بہٹ تحصیل تشریف لے گئے، اور

گھنٹوں وہاں موجود رہے، اور جبیں پر کوئی شکن نہیں بلکہ پوری بشاشت اور خندہ پیشانی کے ساتھ جلوہ افروز رہے۔

اسی طرح جب حضرت شیخ دارالطلبہ قدیم میں رہتے تھے تو ایک صاحب (غالبًا استاذ) نے ان کو بلا کر ایک امرود عنایت فرمایا، اس احسان کا بدلہ حضرت شیخ نے یہ دیا، خود فرماتے ہیں کہ میں ان کے لیے ہر جمعہ کو دو سو روپئے ایصال ثواب کرتا ہوں۔

ہم درد و غم گسار وہ مخلص بلا کا تھا
اک شخص میرے عہد میں پیغمبروں سا تھا

آپ میں قابل قدر اور قابل اتباع وعمل وصف یہ تھا کہ آپ کی اساتذہ کرام اور مادر علمی سے لازوال محبت وعقیدت اور وابستگی ووفاداری قابل دید بھی تھی اور قابل داد بھی، آپ نے اپنے اساتذہ عظام کی باتوں پر ایسا عمل کر کے دکھایا گویا کہ ''پتھر کی لکیر'' جس کا اندازہ نیچے کے واقعات سے ہی ہوسکتا ہے۔

ایک مرتبہ عصر کے بعد آپ اپنے ساتھی کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جا رہے تھے پیچھے سے آپ کے استاد حضرت مولانا ضیاء الحق صاحبؒ فیض آبادی تشریف لائے اور زور سے فرمایا، یہ کیا ہے؟ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے آج تک کسی کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر نہیں چلا۔

جب آپ بیمار ہوئے تو حضرت ناظم صاحبؒ اور حضرت شیخ کا گھر جانے کا مشورہ دینا اور پھر استاذ وشاگرد کے سوال وجواب اور اس پر قابل تعریف عمل کر کے دکھانے کا واقعہ تو مشہور ہے۔

دوران درس اور مجلس اپنے اساتذہ کرام خصوصاً مولانا ضیاء الحق صاحبؒ اور حضرت ناظم صاحبؒ کا نام نامی اور اسم گرامی عقیدت ومحبت کے سمندر میں غوطہ لگا کر لیتے تھے، بلکہ ایک مرتبہ حضرت ناظم صاحبؒ کے تعلق سے فرمایا! عالم اسباب میں اس مقام کی توفیق حضرت ناظم صاحب کی برکت ودعا سے ہوئی ہے، ایک مرتبہ فرمایا! شرح حدیث حضرت ناظم

صاحبؒ کی برکت سے ہی کھلی ہے۔

حضرت شیخ میں ایک وصف اور جوہر جو آپ کو اپنے ہمعصروں اور دیگر اکابرین سے ممتاز کرتا تھا وہ یہ کہ آپ جہاں اپنے چھوٹوں کے نورنظر اور حد درجہ معتمد علیہ تھے وہیں آپ اپنے ہمعصروں، اساتذہ کرام اور بزرگان عظام کے صرف منظورنظر ہی نہ تھے بلکہ وہ حضرات آپ پر بے پناہ اعتماد واعتبار کرتے تھے، شاید اس کی اہم وجہ تحقیق وجستجو، حقائق اشیاء تک پہنچنا، معاملہ کی تہہ تک رسائی، قوت استدلال، وسیع النظری اور دقیق العلمی آپ کی فطری جبلت اور عجیب وغریب خصوصیت وعادت تھی، جس کی وجہ سے وہ کسی کے خوف وخطر کو خاطر میں نہ لاتے، ذیل کے واقعات سے ہمارے قارئین کو ان باتوں کا اندازہ ہوگا۔

حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ جب ''کوکب الدری'' اور ''لامع الداری'' پر کام فرمارہے تھے تو حضرت مفتی مظفرحسین صاحبؒ سے فرمایا! کوئی آدمی دو، جو مجھے حوالے تلاش کرکے دے دیا کرے، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا: ''یونس کام کا آدمی ہے'' اور شیخ یونس سے فرمایا! حضرت شیخ کی عصر بعد کی مجلس میں جانا۔

یہ بات بھی مشہور ہے کہ شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے ایک تحریر میں یہ پیشین گوئی فرمائی تھی کہ جب سینتالیس پر پہنچ جاؤ گے تو مجھ سے آگے ہوگے (یہ پیشین گوئی حرف بحرف ثابت ہوئی) شیخ یونسؒ نے دوران درس فرمایا ''یہ حضرت شیخ کی ذرہ نوازی تھی''۔ شیخ زکریاؒ کا آپ سے علمی خطوط کے جوابات لکھوانا اور حضرات اکابر کا آپ سے علمی مراجعت فرمانا، اس پر شاہد عدل ہے۔

حضرت ناظم صاحبؒ نے ایک مرتبہ فرمایا ''ایک وقت آئے گا جب تمہاری بات اور تمہارا کلام حجت ہوگا'' دنیا جہاں والوں نے دیکھا کہ آپ کی یہ پیشین گوئی ہو بہو صادق آئی۔

تقریباً نصف صدی تک علم حدیث میں اشتغال رکھنے والے عظیم محدث حضرت مولانا سلیم اللہ خانصاحب جلال آبادی (۱۴۳۸ھ/ ۲۰۱۷ء) نے مختلف امور تحریر کرنے کے بعد فرمایا! (ان) امور میں عموماً شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد یونس صاحب دامت برکاتہم کا

اتباع کیا ہے۔ (کشف الباری، ۱/۵۸)

بدء الوحی کے ترجمۃ الباب میں حضرت کی رائے کو اہتمام سے بیان فرمایا۔ (دیکھئے کشف الباری، ۱/۲۱۹)

سر پرستی بھی اکابر کی تجھے حاصل رہی
شفقت احباب بھی تیری طرف مائل رہی

حضرت شیخ یونسؒ کو اللہ تعالیٰ نے متنوع خصوصیات و مزایا سے نوازا تھا، اکثر حضرات آپ کو صرف علم و تحقیق کے میدان کا شہسوار سمجھتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم کے ساتھ عمل سے بھی نوازا تھا، علم کے ساتھ ساتھ آپ کا بنیادی طور پر تصوف و سلوک اور احسان سے بھی گہرا اور اٹوٹ رشتہ تھا، قحط الرجال کے اس دور میں حضرت کا وجود اللہ تعالیٰ کی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں تھا۔

قحط الرجال کے اس دور میں تیرے بے آسرا سپوت کہاں جائیں

کبھی کبھی دوران درس وجد طاری ہوتا تو حق جل مجدہ کا نام نامی اسم گرامی اتنی عظمت وعقیدت اور محبت وحلاوت سے لیتے کہ سننے والوں پر بھی وجد اور سکینت طاری ہو جاتی اور مجمع پر سکتہ چھا جاتا۔

انتقال سے ایک روز قبل اپنے ایک مرید باصفا............ سے پوچھا کتنی دیر ذکر کرتے ہو؟ ان کے بتلانے پر فرمایا! ڈیڑھ گھنٹہ ذکر کرتا ہوں، حقیقی اور مخلصانہ عشق الٰہی کا ہی نتیجہ تھا کہ کئی مرتبہ خواب میں خالق حقیقی کی زیارت سے سرفراز ہوئے۔

اسی طرح خاتم النبیین، غرۃ المحجلین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ولگاؤ اور وارفتگی حد درجہ تھی، خود بھی خوب خوب سنت پر عمل کا اہتمام فرماتے اگر خادم، اول بائیں پاؤں میں چپل پہنانے کے لیے پیر میں ڈالتا تو پاؤں کھینچ لیتے اور دانٹتے، موقع پاتے تو چپت بھی رسید فرما دیتے، اور جا بجا طلبۂ عزیز اور متوسلین کو سنت رسول پر عمل کی تلقین اور تاکید کرتے اور زبان حال سے فرماتے۔

اسوہ خیر الوری اپنایئے
اس میں مضمر ہیں فضائل انگنت

دورانِ درس ومجلس آپؐ کا نام آتا تو نام نامی اسم گرامی کے ساتھ عقیدت ومحبت سے درود شریف کا خوب اہتمام فرماتے، اپنے اکابر کی طرح دینی غیرت وحمیت میں صلابت و استقامت کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے، کسی کو خلاف سنت عمل کرتے دیکھتے تو فوراً بلا جھجھک ٹوک دیتے ۔

قبروں میں نہیں ان کو کتابوں میں اتارو
یہ لوگ محبت کی کہانی میں مرے ہیں۔

اسی دینی غیرت وحمیت کے تحت سہارنپور میں ۲۸؍فروری ۲۰۰۶ء بروز منگل کو واقع ہونے والے تاریخی احتجاجی جلسہ میں شرکت فرمائی، حالانکہ آپ کا مزاج جلسے جلوس میں شرکت کا نہیں تھا، اور آپ نے عشق رسول میں ڈوبی ہوئی پر جوش، پرسوز، اور مدبرانہ تقریر فرما کر یہ بتلا دیا کہ ۔

گستاخ نبی کو بتلا دو کہ غیرت مسلم زندہ ہے

حضرت شیخ نے بخاری شریف کے کئی مسائل خواب مبارک میں خود معلم انسانیت شارح الحدیث حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حل فرمائے، ایسے ہی بہت سے مسائل آپ نے نجوم ہدایت، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے حل فرمائے۔

فجزاهم الله احسن الحزاء۔

آپ کے ساتھ ''امیر المومنین فی الحدیث'' کا جو لاحقہ لگا ہوا ہے یہ لقب کسی ایرے غیرے نتھو خیرے نے نہیں دیا بلکہ خود شارع علیہ السلام سید المحدثین حضرت محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا، واقعہ یہ ہوا کہ شیخ صفوان بن عدنان داودی (معلم حدیث شریف، مسجد نبوی) نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت فرمائی اور دریافت کیا! اس وقت حدیث کے باب میں امیر المومنین کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا! محمد یونس جونپوری، شیخ

صفوان اس سے قبل آپ کو جانتے نہ تھے، اس کے بعد آپ کو تلاش کرتے رہے، ایک مرتبہ معلوم ہوا، شیخ یونس جونپوری، مدینۃ النبی تشریف لائے ہوئے ہیں، ملاقات کے لیے حاضر خدمت ہوئے، اور اپنا خواب بیان فرمایا، حضرت شیخ خواب سن کر رو پڑے، اس کے بعد شیخ صفوان نے آپ سے بخاری ومسلم وغیرہ پڑھی۔

اخیر عمر میں آپ نے ایسا قیمتی کارنامہ انجام دیا جو آپ کی ساری مبارک ومتبرک خدمات کے لیے ''ختام مسک'' کے طور پر یاد رکھا جائے گا، یعنی ''نبراس الساری الی ریاض البخاری'' کی ترتیب وتالیف ؎

حشر تک نام تیرا یاد کرے گی دنیا
تیری خدمات پر تا حشر مرے گی دنیا

اس کے علاوہ بھی آپ کی دیگر مطبوعہ وغیرہ مطبوعہ تصانیف وتالیفات ہیں۔

الیواقیت الغالیہ فی تحقیق وتخریج الاحادیث العالیہ (۴ جلدیں) نوادر الحدیث، الفوائد فی عوالی الاسانید وغوالی الفوائد، مقدمہ بخاری، مقدمہ ابوداود، مقدمہ مشکوۃ، ارشاد القاصد الی ماتکرر فی البخاری باسناد واحد، جزء حیات الانبیاء، جزء المحراب، جزء معراج، جزء قرأت، جزء رفع الیدین، تخریج احادیث مجموعہ چہل حدیث، تخریج احادیث اصول الشاشی، نوادر الفقہ، مقدمہ ہدایہ، کتاب التوحید فی رد الجہمیہ، سوانح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

بہر حال آپ کی جامع کمالات شخصیت سے متعلق یادگاروں، باتوں اور واقعات کے علاوہ نجی یادیں بھی اتنی ہیں کہ ان سب کو قلم بند کردیا جائے تو نہ تو طبیعت ہی سیر ہوگی اور نہ ان کا حق ادا ہوگا، حقیقت یہ ہے ع

خوبیاں لاکھوں بھری ہیں آپ کی تصویر میں

حق تعالیٰ شانہ آپ کی قابل اتباع باتوں پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔

تھی جس کی فقیری میں بوئے اسد اللہی

مولانا مفتی محمد شاکر ایوبی ندوی☆

تقریباً دس بجے ایک صحافی دوست نے بھراتی ہوئی آواز میں یہ دل خراش خبر دی کہ حضرت العلام شیخ الحدیث مولانا محمد یونسؒ صاحب واصل بحق ہوگئے۔ انا لله وانا اليه راجعون۔

رنج والم کی یہ خبر ایسی محرومیوں کا عنوان تھا کہ علمی حلقوں میں ماتم مچ گیا، آن واحد میں ملک وبیرون ملک سے تعزیتی پیغامات بھی نشر ہونے لگے، آپ کی جدائی کا غم ہر شخص نے محسوس کیا، کیونکہ دنیا ایسے عظیم محدث سے محروم ہوگئی، جو امام بخاری، علامہ ابن تیمیہ، ذہبی، خلیل احمد سہارنپوری، زکریا کاندھلوی کی شکل میں ہمارے سامنے مجسم تھے۔

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لیکر　　　اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لیکر

اعتدال وتوازن کے ساتھ زندگی گزارنے والے، تقوی وطہارت، صبر وقناعت، توکل ورضا، خوف وخشیت اور انابت الی اللہ کی جامع تصویر، فہم قرآن وحدیث کی حامل شخصیت، بلکہ جو اپنی ذات میں ایک انجمن ہو اس کی کونسی خوبی کو بیان کیا جائے۔

سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

آپ کی کتاب حیات کا ایک روشن عنوان، تواضع وسادگی، اور زہد وقناعت بھی ہے، ایشیاء کی عظیم دینی درسگاہ مظاہر علوم سے وابستہ ہونے کے باوجود حضرت شیخ بہت زیادہ بے نفس اور سادہ تھے، موٹا جھوٹا لباس، معمولی غذا، زاہدانہ زندگی، خلوت نشینی، اور جلوت کی رعنائیوں سے پرہیز مگر اس کے باوجود ایک چھوٹے سے کمرے میں بیٹھ کر لاکھوں لوگوں کے قلوب پر حکمرانی کر گئے۔

یہ رتبہ بلند جس کو ملا مل گیا ☆☆☆ ہر مدعی کے واسطے دار و سن کہاں

آپ عقیدت مندوں کی توجہات کا فائدہ اٹھا کر دنیا کی رنگینوں کو جمع کر سکتے تھے، لیکن اسی سالہ طویل زندگی میں انہوں نے جس طرح دنیا کی رعنائیوں سے اپنا دامن بچایا، تاریخ میں ایسی مثالیں کمیاب ہیں، وہ ''**ازهد في الدنيا يحبك الله**'' پر عمل پیراں تھے، اور اس لئے

☆ مدرسہ دار السلام مظفر آباد، سہارنپور۔

بھی کہ ان کے اساتذۂ ذیشان ''**ان عباد اللہ لیسو بالمتنعمین** '' کا مکمل نمونہ تھے، آپ نے دل کی گہرائیوں سے یہ دعا کی تھی ''**اللھم احیینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین**''۔

المعہد الاسلامی مانک مئو کے ۶؍سالہ طالب علمانہ دور میں اکثر جمعہ کے روز آپ کی خدمت میں حاضری ہوتی رہی، اور یہ حاضری حضرت مولانا محمد انعام اللہ صاحب قاسمی خلیفہ حضرت شیخؒ کی نسبت پر شناسائی میں تبدیل ہوگئی تھی، آپ کی مبارک اور روحانی بزم سے درہائے نایاب بے شمار قیمتی موتی اخذ کرنے کا موقع ملا، اس لئے مضمون کی مناسبت سے چند ملفوظات سپرد قرطاس کرتا ہوں۔ چنانچہ ایک موقعہ پر حضرت مولانا حسین احمد پانڈولوی دامت برکاتہم نے عرض کیا کہ حضرت! علماء اور ائمہ بیرون ممالک کا رخ کررہے ہیں، امامت کے لئے مساجد خالی ہوگئیں، ارشاد فرمایا کہ میرے پاس بھی ایک خط آیا، اس میں تحریر تھا کہ میں ایک مسجد میں امام ہوں، لیکن امامت کے لئے قطر جانا چاہتا ہوں، میں نے لکھ دیا کہ اگر دنیا مقصود ہے تو چلے جاؤ، ورنہ اسی قلیل تنخواہ پر گذر بسر کرو، آپ نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی ''**وما الحیاۃ الدنیا الا متاع الغرور** '' دنیا تو دھوکہ ہے، بس تھوڑے ہی پر قناعت کرو، اللہ کو راضی کرنا اپنی زندگی کا مقصد بنالو، دنیا راضی ہو یا نہ ہو خدا راضی ہونا چاہئے۔

ایک مرتبہ جمعہ کے روز حضرت مولانا طلحہ صاحب دامت برکاتہم نماز ادا کرنے کے لئے اپنے معمول کے مطابق تشریف لائے، نماز کے بعد حضرت پیر صاحب نے شیخ سے فرمایا کہ میں گھر کی مرمت کرارہا ہوں، تو حضرت شیخ نے فرمایا، بس گھر مختصر ہی رکھنا، نام ونمود نہ ہو، فرمایا آب تو لوگ کاغذی گھر بنانے لگے۔

ندوۃ العلماء سے طلباء کا ایک وفد حضرت شیخؒ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا، علاقہ سے نسبت کی بنا پر انہوں نے راقم کو اپنا رہبر متعین کیا، ہم حضرت کے حجرہ میں داخل ہوئے، شیخ کے معلوم کرنے پر ہم نے اطلاع دی کہ لکھنؤ سے حاضری ہوئی ہے، آپ مطالعہ میں مشغول تھے، ارشاد فرمایا: سفیان بن عیینہ ان خوش قسمت لوگوں میں تھے، جن کے والدین زمانہ طالب علم میں زندہ تھے، اور مالی اعتبار سے مطمئن تھے، اس لئے ان کی باقاعدہ تعلیم ہوئی، فرمایا میری والدہ تو پانچ سال کی عمر میں اللہ کو پیاری ہوگئی تھیں۔

جب سفیان تھوڑے بڑے ہوئے اور پندرہ سال کی عمر کو پہنچے، والد صاحب نے ان کو احساس دلایا، اور کہا پیارے بیٹے بچپن کا زمانہ ختم ہوگیا، اب تم سن شعور کو پہنچے پورے طور سے اب تم علم دین حاصل کرنے میں لگ جاؤ، مگر اس راہ میں سب سے زیادہ ضروری چیز یہ ہے کہ اہل علم کی اطاعت اور خدمت کی جائے اگر تم اساتذہ کی خدمت کروگے تو علم وفضل کی دولت سے بہرہ مند ہوں گے، شیخ نے حاضرین کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا، یہ علم غربت سے آیا ہے اور غربت ہی سے آئے گا، دنیا کی لذتوں میں مشغول ہونے والوں کو اس کا ادنیٰ سا بھی فائدہ نہیں پہنچتا، ہمارے اسلاف تو نیت خالص کے ساتھ معمولی تنخواہ پر دین کی خدمت کر گئے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام نے کبھی اپنے پاس مال جمع نہیں کیا، فوراً صدقہ کردیا کرتے تھے، ہو بہو یہی حال حضرت شیخ کا تھا، مدینہ منورہ کی حاضری پر شیخ کو عرب علماء نے اتنے ہدایا دیئے کہ ریالوں سے دو تھیلے بھر گئے، مدینہ شریف سے واپسی پر شیخ نے جناب محمد یعقوب دہلویؒ کو حکم دیا کہ یہ سارے ریال مدینہ میں ہی غرباء میں تقسیم کردو، محمد یعقوب دہلویؒ نے بہ اصرار کہا کہ حضرت اپنی ضرورت کے بقدر رکھ لو، لیکن وہ تیار نہیں ہوئے، جب ائیر پورٹ پر پہنچے تو مجھ سے کہا کہ مجھے سو ریال قرض دو اس شرط پر کہ بعد میں واپس لو گے۔

جس کے یہاں دنیا کی یہ حیثیت ہو یقیناً ایسے ہی لوگوں کو اللہ پاک دلوں کی بادشاہت عطا فرماتے ہیں، جس کا مشاہدہ دنیا نے اپنی آنکھوں سے کیا، کہ آپ کے جنازہ میں لوگوں کو ٹھاٹھے مارتا سمندر تھا محتاط اندازے کے مطابق چار لاکھ لوگوں نے جنازہ میں شرکت کی ے

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت شیخ کی ممتاز شخصیت جن اوصاف سے آراستہ تھی، بلاشبہ وہ انہیں کا حصہ تھا، ان کی زندگی ہم سب کے لئے نمونہ ہے، اللہ پاک مظاہر علوم کو حضرت کا نعم البدل عطا فرمائے، ان کی تصانیف اور ہزاروں شاگردوں کی وہ جماعت جو دنیا کے مختلف ملکوں میں دین کی خدمات انجام دے رہی ہیں، یقیناً آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہے، اللہ رب العزت حضرت کی مغفرت فرمائے، اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین

محدث جلیل حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ ایک نظر میں

ترتیب: مولانا محمد فرمان ندوی☆

ولادت: ۲؍اکتوبر ۱۹۳۷ء مطابق ۲۵؍رجب ۱۳۵۵ھ

والد کا نام مولانا شبیر احمد۔ والدہ کا نام: عمدۃ النساء، وطن: جونپور

تعلیم: مکتب میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ ضیاء العلوم مائی کلاں میں شرح وقایہ تک تعلیم حاصل کی۔

۱۳۷۷ء میں مدرسہ مظاہر علوم اعلی تعلیم کے لئے آئے، اور وہاں حضرت مولانا اسعد اللہ ناظم مدرسہ اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی خصوصی توجہ حاصل کی۔

اساتذہ:

(۱) حضرت مولانا اسعد اللہ (سنن ابی داود)

(۲) حضرت مولانا منظور احمد خان (صحیح مسلم)

(۳) حضرت مولانا امیر احمد (سنن ترمذی، نسائی)

(۴) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا (صحیح بخاری)

تدریس:

شوال ۱۳۸۲ھ میں مظاہر علوم میں استاذ مقرر ہوئے اور ۱۳۸۸ھ سے ۱۴۳۸ھ تک شیخ الحدیث رہے، پچاس سال تک شیخ الحدیث رہے اور ہزاروں محدثین آپ سے کسب فیض کر کے نکلے۔ مولانا محمد شاہد صاحب سہارنپوری مدظلہ کی تحقیق کے مطابق ۱۳۸۸ھ میں صحیحین کی تدریس حوالہ کی گئی اور ۱۳۹۰ء میں باضابطہ شیخ الحدیث بنائے گئے (علماء مظاہر علوم وانجازاتھم العلمیۃ والتألیفیۃ: ۲۲۲)۔

☆ استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

تصنیفات:

(۱) الیواقیت الغالیۃ مرتبہ مولانا محمد ایوب سورتی
(۲) نوادر الحدیث مرتبہ مولانا مفتی محمد زید مظاہری
(۳) نوادر الفقہ مولانا مفتی محمد زید مظاھری
(۴) کتاب التوحید فی الرد علی الجھمیۃ
(۵) نبراس الساری الی ریاض البخاری۔ وغیرہ

مولانا محمد یونس مظاہری کی سند پر مولانا محمد اکرم ندوی نے الفرائد فی عوالی الأسانید وغوالی الفوائد کے نام سے ایک کتاب مرتب کی ہے، جو مکتبہ نظام یعقوبی بحرین سے شائع ہوئی ہے۔

بیعت وارادت:

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا سے بیعت وارادت کا تعلق رہا، اور ۴؍نومبر ۱۹۷۶ء میں اجازت مرحمت فرمائی، اس سے چند ماہ قبل حضرت مولانا اسعد اللہ نے جنوری ۱۹۷۶ء میں اجازت وخلافت عطا فرمائی تھی۔

وفات:

۱۱ جولائی ۲۰۱۷ء مطابق ۱۶؍شوال ۱۴۳۸ھ صبح نو بجے سہارنپور کے میڈی گرام اسپتال میں داخل کیا گیا، جہاں ساڑھے نو بجے صبح کو ان کی وفات ہوئی، نماز جنازہ حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی دامت برکاتہم نے پڑھائی۔ اور قبرستان حاجی شاہ کمال سہارنپور میں تدفین عمل میں آئی، محتاط اندازہ کے مطابق شرکاء کی تعداد دو لاکھ تھی۔

(رباعیات) آہ یونسِ ہر دل عزیز

بروفات حسرت آیات

ریحانۃ الہند، محدث العصر، حضرت مولانا محمد یونسؔ صاحب، جونپوری علیہ الرحمہ

مولانا ولی اللہ ولیؔ بستوی

خدمتِ دیں کر رہے تھے یونسِؔ ہر دلعزیز
پیکرِ علم و ہنر تھے صاحبِ عقل وتمیز
نسلِ نو کے ہے سروں پر ان کا احسانِ عظیم
مغفرت فرمائے ان کی مہرباں ربِّ عزیز

زینتِ باغِ مظاہؔر رونقِ درسِ حدیث
شیخ سے حاصل ہوا تھا منصبِ شیخ الحدیث
وہ کتابوں کے حوالے درس میں دیتے رہے
صاحبِ تحقیق تھے وہ ماہرِ فنِّ حدیث

عالمِ اسلام کے وہ تھے محدث نامور
علم وفن کی مملکت کے وہ رہے ہیں تاجور
ان کے جانے سے مظاہؔر کا چمن سونا ہوا
حشر تک روتے رہیں گے یاد کرکے بام ودر

تھے نفاست کے وہ طالب تھے نظافت میں وہ طاق
دل میں رہتا تھا حرم میں حاضری کا اشتیاق
ان کی فرقت سے ہوا ہے ہر کوئی تصویرِ غم
ہر کسی کو ہے ستاتا آہ احساسِ فراق

شیخ زکریؔا کے تھے مرحوم منظورِ نظر
اور اسعؔد رائے پوری کے رہے لختِ جگر
بھائی جیسا شیخ اطہؔر سے رہا ان کا سلوک
حضرتِ مفتی مظفؔر کے لئے مثلِ پسر

وہ رہے ہیں ایک اہلِ فنِّ اسماء الرجال
درس میں ہوتا رہا ہے خوب ان کے قیل وقال
جو درِ دولت پہ آتے تھے لئے سچی طلب
ان کے حق میں تھی زبانِ حق بیاں جامِ زُلال

وہ چمن زارِ مظاہؔر کی رہے ہیں آبرو
ان کے علم وفضل کی شہرت رہی ہے چارسو
کس قدر مقبول تھا درسِ بخاری، کیا کہیں؟
کاروانِ علم کرتا تھا انہی کی جستجو

تھیں کتب بینی میں ان کی کس قدر گہرائیاں
اور تھیں فکر و نظر میں کس قدر گیرائیاں
جو سبق میں آکے بیٹھا ہوکے گرویدہ رہا
ان کی مجلس میں ہوا کرتی تھیں نکتہ سنجیاں

تھے مظاہؔر کے اکابر کی سنہری یادگار
اور گلزارِ مظاہؔر کے رہے ہیں جاں نثار
ان کے چہرے سے رہی ہے پھوٹتی نورانیت
تھا سرِ نازاں پہ علم وفن کا تاجِ زر نگار

شیخ یونؔس کا زمانے میں بھلا ثانی کہاں
نازشِ ہندوستاں تھے اور تھے فخرِ زماں
شہ نشینی تھی انہیں حاصل مجالس میں مدام
اہلِ عرفان وبصیرت اور تھے پیرِ مغاں

کل تراسی سال پر تھی مشتمل ان کی حیات
ہیں بہت ان کی جہاں میں باقیاتِ صالحات
بارگاہِ کبریا میں ہے ولؔی کی یہ دعا
نیکیاں مقبول ہوں مٹ جائیں ساری سیّئات

سوزِ غم (بروفات حسرت آیات)

ریحانۃ الہند، محدث العصر، حضرت مولانا محمد یونس صاحب، جونپوری علیہ الرحمہ

مولانا ولی اللہ ولیؔ بستوی

شیخ یونسؔ چل بسے ہیں جانبِ پروردگار
رحمتوں کے زیرِ سایہ ہے بنا ان کا مزار
ان کی رحلت سے ہے سونی مجلسِ علم و ہنر
ان کی مرگِ ناگہانی پر جہاں ہے سوگوار
یہ خبر جس نے سنی کہ شیخ رخصت ہوگئے
وائے ناکامی زباں پر آگیا بے اختیار
اس خبر سے لوگ رنج و غم سے بے قابو ہوئے
چار جانب سے چلے آئے ہزاروں غمگسار
بستیاں کتنی خوشی کی ہو گئیں خانہ خراب
کتنے دل چھلنی ہوئے آنکھیں تھیں کتنی اشکبار
ذرہ ذرہ پر الم، غم سے ہوا بوجھل ہوئی
چہرۂ خورشید فق تھا، تھی فضا بھی سوگوار
جو جنازے میں تھے آئے ، تھے قریباً تین لاکھ
غمزدہ جو آ نہ پائے روتے تھے زار وقطار
سولہ شوال المکرّم چودہ سو اڑتس تھا سن
دو ہزار و سترہ جولائی گیارہ زیرِ بار
روز منگل دن میں تھے جب کہ قریباً دس بجے
کر گئی پرواز تن سے آہ روحِ مستعار
لائے جب نعشِ مبارک جانبِ دارِ جدید
لگ گئی دیدار کرنے والوں کی لمبی قطار
غسل دیکر اک نیا جوڑا تھے زیبِ تن کئے
چہرۂ مرحوم کو سب دیکھتے تھے بار بار
مقبرہ مشہور ہے حاجی کمالِؔ شاہ کا
ہو گئے مدفوں وہیں آخر یہ شیخِ باوقار
پیر طلحہؔ نے پڑھائی تھی جنازے کی نماز
مقتدی تعداد میں لگتے رہے ہیں بے شمار
قبلِ مغرب جب جنازے سے فراغت ہوگئی
تو لحد میں لے گئے احباب نعشِ تاجدار
جب انہیں دفنا چکے تو سب دعا کرنے لگے
کہ خطائیں بخش دے مرحوم کی اے کردگار
حضرتِ شیخ مکرّم تھے بڑے ہی باکمال
شیخ زکریّاؔ کے تھے وہ جانشین و یادگار
تھی چمن زارِ مظاہر کی انہیں سے آب وتاب
ان سے حاصل تھا ادارے کو بڑا ہی اعتبار
بذلہ سنجی تھی سبق میں اور تھی نکتہ رسی
مجلسوں میں تھے لٹاتے علم وفن کے برگ وبار
سب حوالوں سے مزیّن ہوتا تھا ان کا سبق
اور پڑھنے والوں پر ہوتے تھے ابرِ دُرفشار
بیٹھتا تھا جو بہت محظوظ وہ ہوتا رہا
ہو رہا تھا شیخ کا درسِ بخاری شاندار
تھیں حدیثیں یاد ان کو اور تھیں سندیں بھی یاد
راویوں پر بحث کرتے تھے بہت ہی جاندار
حافظہ ان کا قوی تھا اور تھی شستہ زباں
اور تھا تفہیم کا انداز ان کا پُر بہار
ہے ولیؔ کی یہ دعا روزِ جزا ہوں سرخرو
ہو سرِ یونسؔ پہ یا رب؟ عرش تیرا سایہ دار

مرثیہ بروفات

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد یونس صاحب جون پوریؒ

نتیجۂ فکر : محمد اعجاز، شمس پوری، سہارن پوری (متعلم دارالعلوم دیوبند)

اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم
کیسے سہیں گے تمہارے بنا سب اَلم یہ ہم

ساقی! تو کیا گیا ہے کہ میخانہ بھی گیا
شمع یہ کیا بجھی ہے کہ پروانہ بھی گیا
اَشکوں سے اپنی آنکھ بھگوئے ہوئے ہیں ہم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم

محفل میں آج تیری یہ مستانے ہیں تیرے
محفل میں آج خالی یہ پیمانے ہیں تیرے
دیوانے بن کے بیٹھے ہیں سب منتظر ہیں ہم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم

اے شیخ! انجمن کی ضیا بھی تم ہی سے تھی
اور یہاں کی خوشگوار فضا بھی تم ہی سے تھی
اُجڑا ہوا چمن ہے، اُداس بلبلیں ہیں ہم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم

عرب و عجم میں تمہاری نہ کوئی مثال تھی
تمہاری تمام صفات بڑی باکمال تھیں
اب ہاتھ مل رہے ہیں سبھی تمہیں کھو کے ہم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم

ہندو بیرونِ ہند میں تمہارا مقام تھا
ہر ایک دل میں تمہارا بڑا احترام تھا
ہر شخص رو رہا ہے، کہاں آ گئے ہیں ہم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم

اے شیخ! تم سا کوئی محقق نہیں رہا
تم سا یہاں پہ کوئی مدقق نہیں رہا
کس سے پڑھیں گے تم سا درسِ حدیث ہم؟
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم

اے شیخ! شان تمہاری محدثانہ تھی
لیکن حیات تمہاری فقیرانہ ہی رہی
تم سا فقیر، زاہد کیسے وہ پائیں گے ہم؟
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم

تم سا شفیق کوئی محدث کہاں ملے؟
ملنے کو یوں تو ہم کو ہزاروں یہاں ملے

جو بات تم میں تھی کہیں نہ پاسکیں گے ہم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم

اِن مجلسوں میں ہمیں وہ اب کون ڈانٹے گا؟
شفقت کا تم سا جام یہاں کون بانٹے گا؟
مصلح تھے ہمارے، بڑے چاہنے والے تم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم

درسِ حدیث تمہارا بڑا ہی نرالہ تھا
ہر شخص کی زباں پہ تمہارا حوالہ تھا
ثانی ٔ ابن حجرؒ و شیخ عرب و عجم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم

مثل عروس جمعہ کو ہاشم سجاتا تھا
عشاق کا ہجوم زیارت کو آتا تھا
جمعہ بھی مثل عید تھا، محروم اب ہیں ہم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم

اے رمضان کی وہ سب رونقیں گئیں
تسکین روح کی اب وہ سبھی دولتیں گئیں
سامانِ خانقاہ بھی گیا، بزم بھی ختم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم

گجرات تمہارا دیکھئے! غم سے نڈھال ہے
اہل کھروڈ سب کے سب بس بے حال ہیں
سب کہہ رہے ہیں اپنا سہارا تھے شیخ تم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم

عرب و عجم کا تم پہ عجب اتفاق تھا
دونوں کو تم سے فیض کا بھی اشتیاق تھا
کچھ آرزو تمام ہوئی، کچھ ہوئی عدم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم

اعجاز! اب تو کس کو تراویح پڑھائے گا؟
شیخ یونسؒ سا کوئی مربی نہ پائے گا
ہر ایک خامی تیری بتاتے تھے دَم بہ دَم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم

ملفوظات

امیر المومنین فی الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جون پوریؒ
شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

مرتب

مولانا مفتی محمد جابر بن عمر بادر پوری
استاذ جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ

ملفوظات

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد یونس صاحب جون پوریؒ

فرمایا: ’’یکسوئی میں زندگی گزارنا اور لوگ نہ جانیں یہ بہتر ہے اس سے کہ لوگ جانیں اور اللہ تعالیٰ ناخوش ہو۔‘‘

فرمایا: ’’لوگو! نماز کی پابندی کرو، پانچوں وقت کی نماز مسجد میں پڑھنے کی کوشش کرو۔‘‘

فرمایا: ’’کسی کا حق باقی ہو تو دے دو۔ اور اگر ادا نہ کر سکو تو اس سے معافی مانگ لو۔‘‘

فرمایا: ’’اپنے آپ کو کمال والا سمجھنا تکبر ہے۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! موت سر پر کھڑی ہے، جدھر رُخ کرو گے فوراً پکڑ لے گی، اس لیے بچو! اپنی جوانی کی قدر کرو اور نماز جماعت کے ساتھ پڑھو، میرا حال نہ دیکھو، نہ معلوم میں نے کونسا گناہ کیا ہے جس کی وجہ سے نماز کمرہ میں پڑھنی پڑتی ہے، بچو! میرا حال دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! ہم نے اپنی جوانی لغویات اور بکواس میں گزاری، اب غم و افسوس کے سوا کیا فائدہ؟ اللہ سے توبہ کرتا ہوں، اب توبہ کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔‘‘

فرمایا: ’’کسی کو اس کی غلطی پر سب کے سامنے اس طرح ڈانٹنا جس سے اس کو شرم آئی ہو، معافی مانگ لینی چاہیے۔‘‘ پھر مجھ (محمد جابر) سے فرمایا کہ ’’میں نے تجھ کو بھی ڈانٹا ہے، معاف کر دینا اور میرے لیے اللہ کی رضا کی دعا کرنا، اللہ مجھ سے راضی ہو جائے۔‘‘

فرمایا: ’’رات کو سوتے وقت توبہ کرکے سوؤ۔‘‘

فرمایا: ’’اچھی صحبت اختیار کرو اور بڑوں کا اکرام کرو۔‘‘

فرمایا: ’’کسی کو غریب سمجھ کر اس پر ظلم نہ کرو۔‘‘

فرمایا: ’’میرے لیے مغفرت کی دعا کرو اور صحت کی بھی۔‘‘

’’بچو! بس میری تو نصیحت ہے کہ حرام پیسوں کے لیے اللہ کے کسی بھی بندے کو مت ستانا، خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔‘‘

’’بچو! کسی کا دل نہ دُکھاؤ، بچو! اچھا سلوک کرو۔‘‘

فرمایا: ’’لوگ چند پیسوں کے لیے دنیا میں گڑبڑ کرتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’جس بتّی میں تار نہ ہو وہ بتّی نہیں جلتی، اسی طریقے سے دِل اللہ سے نہیں جُڑتا جب تک کہ اللہ والوں کی صحبت اختیار نہ کی جائے۔‘‘ نیز فرمایا: ’’تعلق اللہ سے نہیں جُڑتا جب تک کہ ’’اللہ، اللہ‘‘ نہ کیا جائے۔‘‘

فرمایا: ’’اپنے محسن کو بدلہ دے دیا کرو۔ بچو! میں جس کے یہاں کھالیتا ہوں اور جن کا مجھ پر احسان ہوتا ہے ان کے لیے میں کچھ نہ کچھ ایصالِ ثواب کر دیتا ہوں، بچو! تم بھی کیا کرو۔ بچو! اُس عالم میں سب منتظر ہوں گے، تم بھی منتظر ہو گے۔‘‘

فرمایا: ’’آپس کے اختلاف چھوڑو، یہ سب مدارس ایک ہیں، اللہ ایک ہے، اللہ کے نبی ایک ہیں، اللہ کا دین ایک ہے، اس لیے یہ سب مدارس ایک ہیں، ہم تو سب کو باعث خیر سمجھتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! مجھ کو اپنے گناہوں کی وجہ سے مرنے سے ڈر لگتا ہے۔‘‘ (اس بات پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں اَشک بار ہوگئیں)۔ از: مرتب محمد جابر عفی عنہ۔

فرمایا: ’’غریبوں اور تنگ دستوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، مرجاؤ گے تو یہ نجات کا ذریعہ بنے گا۔‘‘

فرمایا: ”ہمیشہ اللہ پر بھروسہ کرو۔“

ایک مرتبہ ایک صاحب سے فرمایا: ”اچھا طریقہ اختیار کروگے تو اچھے رہوگے۔“

فرمایا: ”بچو! اپنے مقدر سے پڑھتے ہو، حسب استعداد بندہ ترقی کرتا ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔“

فرمایا: ”یہاں دُنیا میں جیسا غصہ چاہے نکالو، جب عدل کی کچہری قائم ہوگی اس وقت پتہ چلے گا۔“

فرمایا: ”جوانی کی قدر اس وقت ہوگی جب بڑھاپے کو پہنچ جاؤگے۔“

فرمایا: ”بچو! جب اللہ تعالیٰ بچانے کا فیصلہ کرتے ہیں تو کوئی چیز نقصان نہیں کرسکتی۔“

”جب تک آدمی بول رہا ہے تب تک لوگ اس کا ذکر کرتے ہیں، جب منہ بند ہو جاتا ہے تو لوگ اسے قبرستان میں پہنچادیتے ہیں۔“

فرمایا: ”ایسا مذاق جس میں کوئی تہذیب اور تعلیم نہیں، بے فائدہ ہے۔“

ایک صاحب نے کہا کہ ”حضرت! مدرسہ بنانا ہے، اس کے لیے دعا فرمائیے“ اس بات پر حضرتؒ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ اخلاص عطا فرمائے۔“ پھر فرمایا کہ ”آج مدارس کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ مکاتب کی ضرورت ہے، آج لوگوں نے مدارس کو تجارت اور آمدنی کا ذریعہ سمجھ رکھا ہے۔“ پھر فرمایا: ”میں کسی کے دل پر حملہ نہیں کرتا۔“

فرمایا: ”ضابطہ سے کام نہیں ہوتا، بلکہ رابطہ سے ہوتا ہے۔“

فرمایا: ”مرنے کے بعد میرا کوئی سہارا نہیں، سوائے اللہ کی رحمت کے۔“

فرمایا: ”اللہ سے بندگی کا جوڑ پیدا کرو اور اللہ کو راضی رکھو۔“

فرمایا: ”گجراتی، بنگالی اور بہاری کو جب کوئی اِجازت دیتا ہے تو وہ اپنی اجازت کو ظاہر کرتے ہیں، پہلے جب ہمارے اکابر کو اِجازت دی جاتی تو وہ اس کو چھپاتے تھے۔“

فرمایا: ''اچھے کپڑے پہنا کرو، میں یہ نہیں کہتا کہ اچھے کپڑے نہ پہنا کرو۔'' پھر فرمایا کہ ''ایک عرب نے مجھ سے کہا کہ آج کے جدید نوجوان کپڑوں میں مشابہت اختیار کر کے زنانہ پن اختیار کرتے ہیں۔''

فرمایا: ''بچو! کسی کو حقیر نہ جانو، کیا معلوم؟ اللہ کے یہاں اس کا مرتبہ کیا ہے؟''

ایک طالب سے پوچھا: ''آپ کہاں کے ہو؟'' طالب علم نے کہا: ''بہار کا'' فرمایا: ''میرے بارے میں جو شکایت کرے اس سے میری طرف سے معافی مانگ لینا۔'' (اللہ، اللہ، کیا تواضع ہے)۔ از مرتب محمد جابر عفی عنہ

ایک مرتبہ مجلس میں فرمایا: ''تم میں کون کون حافظ ہے؟'' پھر فرمایا: ''بچو! نماز میں قرآن پڑھنے کی کوشش کرو، آدھا پارہ چھ رکعات میں بعد المغرب اور آدھا پارہ چھ رکعات میں بعد العشاء، بچو! شروع میں تعب محسوس ہوگا، جب عادت پڑ جائے گی تو آسانی ہوگی۔'' فرمایا: ''ہم تو حافظ نہیں ہیں، حسرت ہی حسرت رہ گئی۔''

ایک مرتبہ حفاظِ کرام کو خطاب کر کے فرمایا کہ ''قرآنِ کریم کثرت سے پڑھو، اِتنا پڑھو کہ ﴿الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ﴾ فرمانے والا تم سے راضی ہو جائے، اور جو لوگ حافظ نہیں ہیں وہ کثرت سے سورۂ یٰسین شریف پڑھیں۔''

فرمایا: ''ہر بات کو تول کر بولو۔''

فرمایا: ''بات کرنے سے پہلے دِل میں دو طرح کی آواز آتی ہے، ایک حق کی، دوسری باطل کی، حق کی جو آواز آتی ہے وہ دھیمی ہوتی ہے، اس لیے حق بات کو اختیار کرنا چاہیے۔''

فرمایا: ''مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے پاس دو لفافے تھے، یا دو برتن تھے، جن میں کچھ نہ کچھ پیسے ڈالا کرتے تھے، تا کہ کوئی غریب آئے تو اس کی مدد کریں۔'' پھر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میں بھی کچھ نہ کچھ پیسے جمع کرتا ہوں، بچو! تم بھی جمع کرو اور

غریبوں کی مدد کیا کرو۔“

فرمایا کہ ”ایک مرتبہ میں نے ایک شخص کا پائجامہ ٹخنے سے نیچے دیکھا، تو میں نے اس سے کہا کہ ”اس کو اوپر کرلو“ تو ایک مولوی صاحب جو میرے پاس تھے انہوں نے تعریضاً کہا: ”آپ تو ہمیشہ لوگوں کو ٹوکتے رہتے ہیں،“ حضرتؒ نے فرمایا: ”مجھے اس جملہ پر اِتنا افسوس ہوا کہ اس دِن نہ کھایا نہ پیا، غم میں رہا، پھر سو گیا، میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ یا نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ ”تم نے اس آدمی کو جو کہا وہ ٹھیک کہا۔“ حضرتؒ نے فرمایا: ”اس جملہ سے مجھے اطمینان وسکون ہوگیا۔“

فرمایا: ”بچو! مسلمانوں کو ان کے حقوق پہنچاؤ، کسی کی عیب چینی نہ کرو۔“

ایک صاحب نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کی درخواست کی، تو حضرتؒ نے فرمایا: ”دعا سے میں کیسے انکار کرسکتا ہوں؟ میں بھی محتاج ہوں، آپ بھی محتاج ہیں اور ہم سب گنہگار ہیں۔“

فرمایا: ”کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور کسی کو تکلیف پہنچانے کا سبب بھی نہ بنو۔“

فرمایا: ”کسی کو کچھ کہنے سے بہت ڈر لگتا ہے۔“

فرمایا: ”بچو! میں چھوٹا تھا، ایک استاذ نے مجھے بلایا اور ایک طالب علم کا نام پوچھا، میں نے نام بتایا، پھر اس طالب علم کا دوسرے دِن اخراج کردیا، پھر کسی اور ایک موقع پر اُن ہی استاذ نے مجھے بلایا، پھر کسی طالب کا نام پوچھا، (حضرتؒ نے فرمایا کہ) میں نے کہہ دیا کہ ”میں کسی کا اِخراج کروانے نہیں آیا، میں تو پڑھنے آیا ہوں۔“ اسی بات پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”بچو! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ”کسی بھی استاذ کے سامنے کسی طالب علم کی شکایت نہ کرو۔“

فرمایا: ”بچو! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ابھی سے تہجد کی عادت ڈالو اور ابھی نیک اعمال کی عادت ڈالو۔“ فرمایا: ”میں تو کچھ نہیں کرتا ہوں، اپنا برا حال کیا بیان

کروں۔'' (یہ بات کہہ کر حضرتؒ رونے لگے)۔ از مرتب: محمد جابر عفی عنہٗ۔

فرمایا: ''بچو! اپنے گناہوں سے توبہ کرو۔''

فرمایا: ''بچو! اللہ کا خوف پیدا کرو اور اپنے آپ کو شہوانیت سے بچاؤ، اللہ تعالیٰ اس عمل سے بہت ناراض اور ناخوش ہوتا ہے۔'' فرمایا: ''شکل پرستی سے بچو، اس لیے کہ یہ نفسانیت اور شہوانیت سے ہوتی ہے۔''

فرمایا کہ ''میں نے اپنی زندگی میں عشاء کے بعد کبھی کسی غیر درسی کتاب کا مطالعہ نہیں کیا، سوائے ایک دن کے، جس دن دارقطنی کی عبارت حل نہیں ہوئی تھی، اس وقت میں نے عشاء کے بعد مطالعہ کیا تھا۔''

فرمایا: ''بچو! جماعت کی پابندی کرو۔''

فرمایا: ''ہم اپنے بزرگوں کو نہیں دیکھتے تھے کہ وہ اذان کے بعد مسجد میں نہ آتے ہوں، آج تو ہم دیکھتے ہیں کہ اذان کے بعد کھانا پکا رہے ہیں، کوئی سو رہا ہے، بچو! اور دنوں میں اذان سے پہلے نہ پہنچ سکو تو کم سے کم جمعہ کے دِن اذان سے پہلے پہنچنے کی کوشش کرو، بلکہ ضرور پہنچو۔''

فرمایا: ''بغیر آداب کے کوئی چیز نہیں آتی۔''

فرمایا: ''بچو! جو کوئی میرے بارے میں شکایت کرے تو میری طرف سے اس سے معافی مانگ لینا، میں دِل سے معافی چاہتا ہوں۔''

فرمایا: ''بچو! کسی کو حقیر نہ جانو، پتہ نہیں کس کا انجام کیا ہوتا ہے۔''

فرمایا: ''میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ کچھ نوافل، تلاوت اور نمازیں پڑھو۔''

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن خود حساب لے گا، اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے، اس کے سامنے ایک ایک بات کھل کر سامنے آجائے گی۔''

فرمایا: ''بہار میں ۱۲۰ سال کی ایک عورت تھی، ان کے لڑکوں نے بتایا کہ وہ پوری

زندگی اعمالِ صالحہ میں لگی رہی اور کبھی اس نے اپنی زندگی میں اِشراق نہیں چھوڑی، جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس کے پاؤں سے نور پھوٹا تھا، یہ بات لڑکوں نے مجھے بتائی تو میں نے ان لڑکوں سے کہا: ’’ارے بیوقوفو! میں جب بہار آیا تھا تو مجھے کہنا تھا کہ ایسی ایک عورت ہے، تاکہ میں اس سے اپنے لیے دعا کرواتا۔‘‘ پھر حضرتؒ نے فرمایا: ’’بچو! نیک لوگوں سے اپنے لیے دعا کرواؤ۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! کسی پر ظلم مت کرو اور کسی کو مت ستاؤ، کسی کو حقیر نہ جانو۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! نیک نیتی سے اعمال نیک ہوتے ہیں، اس لیے بچو! اپنی نیت کو سدھارو۔‘‘

فرمایا: ’’ہر ایک اپنی اپنی نماز کو دیکھ لے کہ ہم کیسی نماز پڑھتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’استاذ کی مار سے فہم پیدا ہوتی ہے، استاذ بطورِ تنبیہ کے مارتا ہے، لیکن بعض اساتذہ مارتے ہی چلے جاتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’والدین کی کوتاہی یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اَدب نہیں سکھاتے۔‘‘

فرمایا: ’’اُردو سیکھو، عربی سیکھو اور خوب استعداد پیدا کرو۔‘‘

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بروزِ جمعہ بعد العصر اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ’’دل لگا کے درود شریف پڑھو۔‘‘

فرمایا: ’’کوئی چیز خریدنی ہے تو اپنے ہاتھ سے خریدو۔‘‘

فرمایا: ’’ایک مرتبہ ایک ڈاکو اپنے گناہوں سے رو رو کر توبہ کر رہا تھا، حضرت مولانا عمر صاحب پالن پوریؒ اس ڈاکو کے پاس گئے اور اُس سے بہت زیادہ قریب ہو گئے کہ خدا کی رحمت اس پر برسے گی تو رحمت کا چھینٹا مجھ پر بھی پر آئے گا۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! جو کچھ کرنا ہے اپنی اسی عمر میں کرلو، ورنہ میری عمر کے ہو جاؤ گے تو کچھ نہیں کرسکو گے، اس لیے اپنی اسی عمر میں کچھ نوافل پڑھ لو اور اپنے گناہوں سے توبہ کر

لو۔‘‘ فرمایا: ’’کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ۔‘‘

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے جو بھی دعا کی درخواست کرتا تو حضرتؒ فوراً فرماتے: ’’اللہ فضل فرمائے۔‘‘

فرمایا: ’’جو بندہ غیر اللہ سے تعلق رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس بندے سے ناراض ہوتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! مال کی بلڈنگ تیار مت کراؤ، تعلیم کی عمارت تیار کراؤ۔‘‘
فرمایا: ’’بچو! اللہ کے ساتھ تعلق پیدا کرو۔‘‘

’’بچو! تم نے اگر خالی الذہن (یکسو) ہو کر تین مرتبہ ’’اللہ، اللہ، اللہ‘‘ کہا تو ایک نہ ایک دِن ضرور اثر ہوگا۔‘‘

فرمایا: ’’گناہ کرنا عیب کی بات نہیں، لیکن گناہ میں اس طرح پڑے رہنا کہ گناہ کے گناہ ہونے کا خیال بھی نہ ہو، یہ عیب کی بات ہے، بلکہ گناہ میں لگے رہنا یہ بہت مہلک ہے، اس سے دل سیاہ ہوجاتا ہے، پھر وہ سیاہی روح میں پڑجاتی ہے تو روح بھی سیاہ ہوجاتی ہے، اس کا بہت زیادہ نقصان ہوتا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ بہت ناخوش ہوتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! ایک مرتبہ میں کسی مسجد میں گیا، تو وہاں دیکھا کہ ایک پانی کے نل سے پانی ٹپک رہا تھا، جس کی وجہ سے اس زمین پر انگلی کے پورے کے بقدر سوراخ ہوگیا تھا، بس اسی طرح اچھائی اور برائی کا اثر دل پر ہوجاتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! میں پڑھنے کے زمانے میں بال نہیں رکھتا تھا۔‘‘

ایک مرتبہ بعد العصر حضرت مولانا سلمان صاحب، حضرت مولانا عاقل صاحب دامت برکاتہم، حاجی عبدالخالق پالن پوریؒ اور شیخ محمود سورتیؒ حضرتؒ کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ ’’حضرت! یہ کمرہ (جس میں حضرتؒ رہتے تھے) چھوٹا محسوس ہوتا ہے اور مہمانوں کو بیٹھنے میں تکلیف ہوتی ہے، اس لیے پیچھے کی جانب کچھ

بڑھا دیا جائے اور بیت الخلاء میں بھی کچھ کام کروا دیا جائے، جہاں آپ کو ضعف کی وجہ سے اٹھنے بیٹھنے میں تکلیف ہوتی ہے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ’’جلدی مت کرنا، ابھی مت بنانا، میری عمر کتنی ہے؟ پتہ نہیں۔‘‘ پھر فرمایا: ’’میں اپنی ذات کے لیے تغیر وتبدّل نہیں چاہتا، میں نے زمانۂ طالب علمی میں مدرسہ کی عمارت میں ایک کیل تک نہیں گاڑی، جو پرانی کیلیں تھیں اُن ہی کو استعمال کرلیا کرتا تھا۔‘‘ (یہ قصہ ۱۴۲۶ھ کا ہے)۔ ازراقم الحروف: محمد جابر عفی عنہ

فرمایا: ’’بچو! میرے لیے دو رکعات صلوٰۃ الحاجۃ پڑھ کر دعا کرو، تم لوگوں کا مجھ پر احسان ہوگا۔‘‘

فرمایا: ’’اپنے لیے اچھے کھانے کی فکر مت کرو، غریب اور مسکینوں کی بھی کچھ نہ کچھ مدد ضرور کیا کرو۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! ایک مرتبہ میرے ساتھ سہارن پور کے کسی لڑکے نے دہلی کا سفر کیا، وہ بکواس اور غیبت کیا کرتا تھا، لیکن اس میں ایک خوبی تھی، وہ یہ کہ جب میں اس کی طرف دیکھتا تو اس کو قرآنِ کریم پڑھنے میں مشغول پاتا، یہ بات میں نے اس میں جاتے ہوئے اور آتے ہوئے بھی دیکھی۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! میں پہلے سورۂ یٰسین پڑھتا تھا، لیکن اب وہ نہیں پڑھی جاتی۔‘‘ (حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ یہ بات کہہ کر رونے لگے، حضرتؒ کی آنکھیں اَشک بار ہو گئیں)۔ ازراقم الحروف: محمد جابر عفی عنہ۔

فرمایا: ’’بچو! غلو کسی بھی چیز میں مت کرو۔‘‘

فرمایا: ’’ایک مرتبہ حضرت شیخ محمد زکریا صاحبؒ کے یہاں مدرسین کو بلایا گیا، وہاں میں بھی تھا، وہاں حضرتؒ نے ایک ایک لڈّو سب کو دیا، جو پتہ نہیں کتنے دنوں سے رکھے ہوئے تھے، میں نے جب اسے دانت سے کاٹا تو اس میں سے بہت لمبا تار نکلا،

حضرتؒ کا تو یہ کہنا تھا کہ ''کھانا ہے تو کھالو، ورنہ واپس دے دو۔'' لیکن حضرتؒ کے یہاں کس کی اِتنی ہمت تھی کہ واپس دے، سب نے سڑا ہوا لڈّو کھالیا۔''

فرمایا: ''حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے یہاں قربانی کا سڑا ہوا گوشت کھلایا جاتا تھا، جب بہت سڑ جاتا تو اس کو آٹے میں ملا کر تیل میں اس کی روٹی تیار کی جاتی اور سب کو ایک ایک لقمہ دے دیا جاتا۔''

نوٹ: ان دونوں ملفوظ میں ''سڑا ہوا'' سے مراد یہ نہیں کہ اس میں تعفن ہو جاتا، بلکہ مراد یہ ہے کہ کچھ دنوں رکھنے کی وجہ سے وہ باسی ہو جاتا، جس کا مشاہدہ خود احقر نے مولائی ومرشدی حضرت شیخ محمد یونس صاحبؒ کے یہاں مٹھائی اور پھل وغیرہ میں کیا کہ مٹھائی باسی ہو جاتی تو اس میں تھوڑا گھی ڈال کر گرم کیا جاتا، پھر وہ مہمان وغیرہ کو کھلائی جاتی، اس سے ہمارے بزرگوں کے یہاں نعمت کی قدر دانی کا اندازہ ہوتا ہے۔ (از: محمد جابر عفی عنہٗ)

فرمایا: ''بچو! کسی کو برا بھلا ہرگز مت کہو، اور جس کو برا بھلا کہہ دیا ہو اس سے ضرور معاف کراؤ۔''

فرمایا: ''بچو! ہر نماز کے بعد اللہ کی محبت اور اس کا خوف مانگو۔'' "الإيمان بين الرجاء والخوف."

فرمایا: ''بچو! کتے، بلّی، نفسانی خواہش، دوستی اور ان کی محبت میں کچھ نہیں۔''

فرمایا: ''ظاہراً وباطناً سنت پر عمل کرو، حسن نیت میں برکت ہے۔''

فرمایا: ''اخلاق سیکھو، اپنے کھانے پینے میں سے غریبوں کی مدد کرو۔''

فرمایا: ''اللہ کی طرف سے مدد کا آنا اعمال سے نہیں، بلکہ نیت سے ہوتا ہے۔''

فرمایا: ''بچو! کوئی بدنگاہی میں مبتلا ہے اور کوئی بدکلامی میں، بدنگاہی عام ہوگئی ہے۔''

فرمایا: ’’جوصورت بنانے کی فکر میں لگا رہتا ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! کسی کو حقیر نہ سمجھو۔‘‘ (حضرتؒ نے یہ جملہ مکرّر اور تاکیداً فرمایا کہ ’’کسی کو حقیر نہ سمجھو‘‘)۔ از مرتب: محمد جابر عفی عنہٗ۔

ایک صاحب نے سود کے متعلق پوچھا، فرمایا: ’’اس کا یہ فعل برا ہے، لیکن کسی کی تحقیر اس سے بھی زیادہ بری ہے۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! صلوٰۃ التوبہ کا اہتمام کرو، پُرانے لوگ سوتے وقت توبہ کرتے اور کلمہ پڑھ کر سوتے تھے۔‘‘

فرمایا: ’’ہر ایک کو اپنا وقت پورا کرنا ہے اور سب کو وقت پورا کر کے جانا ہے، لیکن ’’جانے‘‘ کے لفظ سے دِل کانپتا ہے، گھبراتا ہے کہ حساب لیا جائے گا۔‘‘

فرمایا: ’’معصیت سے توبہ کرو۔‘‘

فرمایا: ’’دوستی مت کرو، ہاں، اگر اتفاقاً ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، ایسی دوستی کرو جو تمہیں نیکی کی ترغیب دے، کہ تو نے نماز پڑھی، اِشراق پڑھی، تسبیح پڑھی۔‘‘

فرمایا: ’’تھوڑی دیر کی ایسی ذلت بہتر ہے جو اللہ کو راضی کرے۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! نماز میں قرآن پڑھنے کی کوشش کرو، اور قرآن کو صحیح کرنے کی کوشش کرو۔‘‘

فرمایا: ’’شعبیؒ سے کسی نے پوچھا کہ ’’نماز کے بعد سب سے اچھی چیز کیا ہے؟‘‘
جواب دیا: ’’تلاوتِ قرآن، اس کے علاوہ کوئی چیز اچھی نہیں، لیکن سنت ذکر واذکار۔‘‘

فرمایا: ’’نماز نیت سے فرض بنتی ہے، نیت سے واجب بنتی ہے، نیت سے نفل بنتی ہے اور نیت ہی سے نماز مؤاخذہ کا سبب بھی بنتی ہے، اس لیے کہ بندہ جب دوسرے کے لیے نماز پڑھے گا تو یہ نماز مؤاخذہ کا سبب بنے گی، اگر اللہ کی رضا کے لیے نماز پڑھی تو

اللہ کے قرب کا سبب بنتی ہے، یعنی اجر کا سبب بنتی ہے۔“

فرمایا: ”اخلاص سے ہر چیز حاصل ہوتی ہے۔“

فرمایا: ”بچو! صوفیہ نے لکھا ہے کہ ایک لمحہ بھی غفلت میں مت گزارو، اللہ کا ذکر کرتے رہو، اس سے زبان تروتازہ رہتی ہے، اگر غفلت میں ایک لمحہ بھی گزار دیا تو بہت دور چلے جاؤ گے، ایک لمحہ کی غفلت بہت سالوں کی دوری پیدا کر دیتی ہے۔“

فرمایا: ”زیادہ بات مت کرو اور بلا ضرورت کسی سے ملنے جلنے مت جاؤ، اگر طبیعت کی تازگی کے لیے کبھی کبھار بات کرلو تو کوئی مضائقہ نہیں، مگر تھوڑی دیر۔“

فرمایا: ”بچو! ایک مرتبہ میں بیٹھا ہوا تھا، طبیعت میں بہت اُلجھن تھی، مولوی اطہر آئے اور انہوں نے ایسی بات کہہ دی کہ میں زور سے ہنسنے لگا، میری طبیعت بحال ہو گئی، پہلے میرا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ کوئی کام کروں، لیکن ان کے آنے کے بعد میری طبیعت اچھی ہوگئی، پھر میں اپنے کام میں مشغول ہوگیا، مولوی اطہر میرے پاس اس سے پہلے کبھی نہیں آئے اور نہ اس کے بعد۔“

فرمایا: ”حضرت تھانویؒ فرماتے تھے کہ ”اپنے آپ کو باندھ لو۔“

فرمایا: ”جب نیک کام کرنے کا داعیہ پیدا ہو تو اسے فوراً کرلیا جائے۔“

فرمایا: ”زبان کو ہر وقت ذکر میں مشغول رکھو۔“

فرمایا: ”جب گناہ ہو جائے تو فوراً اسی وقت توبہ کرلو، پھر کبھی ایسا نہ ہو کہ توبہ سے پہلے ہاتھ کاٹ دیے جائیں یا تم کو رَجم کر دیا جائے۔“

فرمایا: ”انسان کا کوئی لمحہ ذکر سے خالی نہیں ہے، جب سو کر اٹھو تو اٹھنے کی دعا پڑھو، پھر حمام میں جاؤ تو بسم اللہ پڑھو، استنجا کے لیے جاؤ تو اس کی دعا پڑھو، جب وضو کرو تو بسم اللہ پڑھو اور وضو کے درمیان ”اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ، وَ وَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ، وَ بَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ.“ پڑھو، پھر شہادتین پڑھو، پھر جماعت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھو،

اس کے بعد تلاوت اور ذکر کرو، اس کے بعد صلوٰۃ اشراق پڑھو، اور اگر متعلم ہے تو بسم اللہ کہہ کر درسگاہ جائے اور تکرار کرائے، اور جب پڑھائی ہو جائے تو الحمدللہ کہو کہ ایک کام پورا ہو گیا، اور اگر مدرّس ہے تو بسم اللہ کہہ کر جائے اور دعا کر کے جائے کہ اللہ تعالیٰ غلط بات کہنے سے بچائے، اور صاف بات کہنے کی توفیق عطا فرمائے، اور کھانا کھاؤ تو بسم اللہ کہہ کر کھاؤ، جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو دعا پڑھ لو۔ غرض کہ انسان کا کوئی لمحہ ذکر سے خالی نہیں ہونا چاہیے، اگر مہمان آ جائے تو اس کی خوش طبعی کے لیے تھوڑی سی بات کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، یہ اتباع مسنون ہونے کی وجہ سے اَذکار میں داخل ہے، البتہ ہنسنے کا مشغلہ بنالینا اچھا نہیں، طبیعت کے تقاضے پر کبھی کبھی ہنس دے تو کوئی مضائقہ نہیں۔''

فرمایا: ''بچو! موت سر پر کھڑی ہے، بچو! جوانی کو غنیمت جانو، اللہ کو جتنا ہو سکے راضی کرلو، جب بڑھاپا پکڑ لیتا ہے تو کچھ نہیں ہوتا۔''

ایک صاحب کو فون پر فرمایا: ''اپنی زندگی سنت کے مطابق بناؤ۔''

فرمایا: ''بچو! نفلیں مت چھوڑو، سنت غیر مؤکدہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کا مطالبہ اور مؤاخذہ نہیں ہوگا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں کوتاہی کرو، اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک کپڑا دھویا ہوا ہے، اس کی اگر پریس کرلو تو وہ چمکتا ہے، اگر پریس نہ کرو تب بھی کپڑا صاف ہے، لیکن کون نہیں چاہتا کہ وہ پریس کر کے کپڑا پہنے؟ سنت مؤکدہ کو بھی مت چھوڑو، ہاں، اس سے بیماری کی حالت مستثنیٰ ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ''اپنے قصور کی معافی کے لیے دو رکعات تو ایسی ہونی چاہیے جو سب سے مخفی ہو۔''

فرمایا: ''بچو! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے استاذوں کے ساتھ بغض نہیں رکھنا چاہیے، اس بغض کی وجہ سے اللہ تعالیٰ متعلم کا راستہ ہی بدل دیتے ہیں اور وہ جوانی ہی میں تعلیم کو چھوڑ دیتا ہے۔''

فرمایا: ''اگر جنت کا کھانا مل جاتا تو کھالیتا اور دُنیا کی روزی سے چھٹی کر لیتا، لیکن

یہ ناممکن ہے۔ سمعانی میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک عورت کا شوہر مر گیا، عورت نے خواب میں دیکھا کہ بہترین دسترخوان لگا ہوا ہے اور اس دسترخوان پر اس کا شوہر بھی ہے، سب جنّتی لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، تو اس آدمی نے اپنی بیوی سے خواب میں ہی کہا کہ اس مسکینہ کو بھی دے دو، دو چار لقمے دے دیے گئے، اس کے بعد اس عورت نے پندرہ یا سولہ سال تک کھانا نہیں کھایا اور حال یہ تھا کہ چہرہ پر رونق ویسے ہی اتنے سال تک برقرار رہی۔‘‘

فرمایا: ’’میں ایک مرتبہ حج کے لیے جا رہا تھا، مجھے پتہ نہیں تھا کہ ہوائی جہاز میں قینچی وغیرہ لے جانے کی ممانعت ہے، تو قینچی لے گیا، وہاں ائیر پورٹ والوں نے دیکھا کہ سامان میں کچھ نظر آ رہا ہے، مجھ سے انہوں نے کہا: ’’کیا لائے ہو؟‘‘ میں نے صاف کہہ دیا کہ ’’قینچی ہے‘‘ لیکن انہوں نے بات نہیں مانی اور میرا پورا سامان تلاش کرنے لگے، تو سامان میں سوائے چمچّ کے کچھ نہیں ملا، جب میں مکہ پہنچا تو حیران ہو گیا کہ یا اللہ! میں تو قینچی لایا تھا، کہاں گئی؟ پھر میں نے سامان تلاش کیا تو قینچی ہی نکلی اور چمچّ نہیں تھا۔‘‘

فرمایا: ’’پہلے کسی بھی خانقاہ میں مرغ مسلّم نہیں ملتا تھا، یہ طریقہ حضرت مدنی اور حضرت شیخ (زکریا) رحمہما اللہ سے شروع ہوا ہے۔‘‘

ایک مرتبہ مفتی طاہر صاحب نے مشکوٰۃ کے درس میں فرمایا تھا کہ حضرت شیخ یونس صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ محمد زکریا صاحبؒ نماز پڑھ کر اپنے گھر کی طرف آ رہے تھے، حضرت شیخ رحمہ اللہ کے گھر کے سامنے کوڑا پڑا ہوا تھا، اور اس میں تربوز کے چھلکے پڑے ہوئے تھے، حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ’’اس کو دھو کر میرے پاس لاؤ‘‘ کیوں کہ اس میں تھوڑا تھوڑا تربوز لگا ہوا تھا، اس کو حضرت شیخ رحمہ اللہ کے پاس لایا گیا، حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: ’’میں اس کو کھاؤں گا، جس کا جی چاہے وہ بھی کھائے‘‘ سب نے کھالیا، پھر حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: ’’اللہ کی نعمتوں کی قدر کرو۔‘‘

حضرتؒ نے ایک مرتبہ دورانِ درس فرمایا کہ ’’مجھ کو اللہ رب العزت کی زیارت

ہوئی، اللہ پاک نے فرمایا کہ ’’میں تیری روح نکالنے والا ہوں، میں نے عرض کیا: ’’یا اللہ! دو رکعات پڑھنے کی اِجازت مرحمت فرمائیے، چنانچہ اِجازت دے دی گئی۔‘‘

فرمایا: ’’حافظ کون ہے؟ پھر حفاظ سے خطاب کر کے فرمایا کہ ’’اگر تم قرآن نہیں پڑھو گے تو کیا فائدہ؟ پھر تو میں اور تم قرآن نہ پڑھنے کے حساب سے برابر ہیں، ویسے تو تم اچھے لوگ ہو، کیوں کہ تمہارے سینے میں قرآن ہے۔‘‘

فرمایا: ’’اللہ کے یہاں کالے گورے اور مشرق و مغرب کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا، وہاں تو دو ہی چیزوں کے بارے میں پوچھا جائے گا: ایمان اور عمل صالح، یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ ’’تم ایم. پی. کے ہو یا یو. پی. کے ہو۔‘‘

فرمایا: ’’کسی بھی مسلمان کی تحقیر نہ کی جائے، یہ اللہ کو ناپسند ہے تو بندوں کو کیسے پسند آئے گی؟ کل قیامت کو راز کھلے گا کہ کون کیسا ہے؟‘‘

’’بچو! اچھا کام کرو، اچھا سلوک کرو، یہ جو بچے میرا کام کرتے ہیں سب باری باری سفرِ حج میں یاد آتے تھے، بھلا کوئی احسان کرے گا تو دوسرا یاد نہیں رکھے گا؟ بچو! تم بھی لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، تا کہ وہ تمہیں یاد رکھیں، کسی سے لینے اور دینے کے لیے دوستی نہ کرو، وہ یاد نہیں آتے، بلکہ مخلصین یاد آتے ہیں، مخلص لوگ دعا میں یاد آتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’آدمی بے ٹوک نہ بولے، اگر بولنا ہے تو ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے معقول بات کہے، اگر کسی کو کچھ کہنے سے ایذا ہوتی ہے اور وہ بات واجبات میں سے نہیں ہے، تو چپ رہے، کچھ نہ کہے۔‘‘

مہاراشٹر کا ایک طالب علم دارالعلوم دیوبند سے حضرت شیخ رحمہ اللہ کے پاس آیا، اس نے کہا: ’’حضرت! میرا نماز میں دِل نہیں لگتا اور خواہشات کا غلبہ بہت ہے، پڑھنے میں دل نہیں لگتا،‘‘ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: ’’یہ سب دوستی کی وجہ سے ہے، تعلق ختم کر دو اور اپنے اندر خوف پیدا کرو، کیا نہیں دیکھتے کہ کسی ائیر پورٹ یا فیکٹری میں

مرد و عورت سب مل کر کام کرتے ہیں، تو کیا وہ لوگ ہر وقت گناہ کرتے رہتے ہیں؟ نہیں، بلکہ کام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، کیوں کہ ان کو اپنی ملازمت کا خوف ہے، تو ہمیں اللہ کا خوف کیوں نہ ہو؟ اس طالب علم نے عرض کیا: ''حضرت! استقامت کا طریقہ کیا ہے؟'' فرمایا: ''آیاتِ عذاب و ذکرِ جہنم کو پڑھ کر بار بار تنہائی میں تدبّر کرو۔''

ایک صاحب نے پوچھا کہ ''حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ اور مولانا محمد اللہ صاحبؒ کو ایصالِ ثواب کرنا ہے، تو پہلے کس کو کرے؟'' حضرتؒ نے فرمایا: ''اگر دونوں کو الگ الگ کرنا ہے تو پہلے مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کو کرے، اس کے بعد دوسرے کو، اور اگر عام کرنا ہے تو سب کو ایک ساتھ کرے۔'' اس کے بعد اُن صاحب نے پوچھا: ''حضرت! آپ کی طبیعت کیسی ہے؟'' فرمایا: ''فضول باتیں نہ کرو۔''

علی گڑھ سے آئے ہوئے طلبہ سے فرمایا: ''بچو! تم میں کوئی ڈاکٹری کرتا ہے؟ جواب دیا: ''نہیں، حضرت! ہم انجنیرنگ کرتے ہیں'' فرمایا: ''انجنیرنگ سے صرف آدمی کی اپنے پیٹ کی حفاظت ہوتی ہے، بچو! ڈاکٹری کرو، فرمایا: ''روٹی کما لینا کمال نہیں، کمال تو خدمت ہے،'' فرمایا: ''تم میں کوئی حافظ ہے؟'' جواب دیا: ''جی حضرت، ایک حافظ ہے،'' فرمایا: ''یہ ہے سعادت مندی،'' فرمایا: ''سادہ لباس پہنو، اتنا معلوم ہونا چاہیے کہ تم طالب علم ہو، اچھا پہنو، لیکن سادہ پہنو۔''

''بچو! کتاب کا ادب کرو، جو کتاب کا ادب نہیں کرتا اس کو علم نہیں آتا، اس کی اولاد میں علم نہیں آتا، میں نے اپنے بزرگوں کو کتاب کا ادب کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (حضرتؒ کے کمرے میں صحاحِ ستّہ رکھی ہوئی تھیں، ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) بچو! یہاں صحاحِ ستّہ رکھی ہوئی ہیں، سب سے اوپر بخاری شریف، پھر مسلم شریف، پھر درجہ بہ درجہ رکھتا ہوں۔''

''بچو! جو حافظ ہے وہ اپنا معمول بنالے، روزانہ قرآن شریف پڑھے، چلتے

پھرتے ہر وقت قرآن پاک پڑھے، اور جو حافظ نہیں ہے وہ کلمۂ طیبہ پڑھے، بیچ بیچ میں درود شریف پڑھے، درود شریف پڑھنے سے نبی پاک ﷺ سے محبت پیدا ہوتی ہے اور خاتمہ بالخیر ہوتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’اگلے جمعہ سے اس چادر کو ہٹا دینا، اس لیے کہ اس پر مجھے تصویر معلوم ہوتی ہے، وحشت سی معلوم ہوتی ہے، اس کو کہیں پھینک دینا۔‘‘ (جس جگہ حضرت بیٹھے تھے وہاں چادر بچھی ہوئی تھی)۔ ازمرتب: محمد جابر عفی عنہٗ

ایک صاحب نے آکر کہا: ’’میرے لڑکے کا نکاح جمعہ کے دِن عصر کے بعد پڑھانا ہے‘‘، فرمایا: ’’میں جمعہ کے دِن درود شریف پڑھتا ہوں، اس لیے تھوڑا وقت دوں گا، دس منٹ سے زائد نہیں۔‘‘ (نوٹ: جمعہ کے دن عصر کے بعد حضرتؒ درود شریف ہی کا وِرد فرماتے تھے، کسی سے بات نہیں کرتے تھے اور مجلس میں بھی بار بار فرماتے تھے کہ ’’درود پڑھو، دل لگا کر درود پڑھو۔‘‘ ازمرتب: محمد جابر عفی عنہٗ)

فرمایا: ’’آج کل حکومت کی سی. آئی. ڈی. بہت پھیلی ہوئی ہے، ہر جگہ ہے، آدمی احتیاط کرتا ہے کہ کہیں پکڑا نہ جائے، بولنے میں بھی احتیاط کرتا ہے کہ کہیں پکڑ میں نہ آئے، اگر یہی بات ہے تو اللہ کی حکومت کی بات یہ ہے کہ آدمی جو بات بولتا ہے نگران محافظ اس کو لکھ لیتے ہیں، اس لیے گناہ کی بات نہ بولی جائے، نافرمانی کی بات نہ بولی جائے، حکومت کی سی. آئی. ڈی. غلط صحیح بات پہنچائے گی، اللہ تعالیٰ کے نگران سچی سچی بات پہنچاتے ہیں، اس لیے اپنی زبان کی حفاظت کرو، ناجائز بات مت بولو، اپنے گناہوں سے توبہ کرو۔ آدمی دنیا میں سی. آئی. ڈی. بنتا ہے عزت کے لیے، مال کے لیے، عزت بزّت کچھ نہیں ملتی ہے۔‘‘

ایک مرتبہ حضرتؒ کے پاؤں میں وَرم بہت تھا، جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد دارالطلبہ تشریف لے گئے، حضرتؒ میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کی طاقت نہیں تھی،

ضعف بھی تھا، اس حالت میں بھی حضرتؒ دو طالب علموں کے سہارے سے کھڑے ہونے جا رہے تھے، اس حالت میں دیکھ کر حضرت مولانا طلحہ صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا: ’’حضرت! آپ کے لیے تو بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے،‘‘ اس پر حضرتؒ نے فرمایا: ’’مولانا! گاڑی جب تک چلتی ہے چلنے دو۔‘‘ (بالآخر حضرتؒ نے کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھی۔ ۱۹/ جمادی الاولیٰ/ بروز جمعہ/ ۱۴۲۷ھ، از مرتب: محمد جابر عفی عنہٗ)۔

فرمایا: ’’میلاد کو علی الاطلاق بدعت کہنا غلط ہے، ہاں جو فضول باتیں ہوتی ہیں وہ غلط ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’مصلحت بہت بڑی چیز ہے۔‘‘

حضرتؒ فرماتے تھے کہ میری تکلیف کے بارے میں مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ نے فرمایا تھا کہ سحر ہے، مفتی صاحبؒ اس میں بہت ماہر تھے، کسی نے مفتی صاحبؒ سے کہا: ’’حضرت! آپ ہی کچھ کر دیجیے،‘‘ فرمایا: ’’اگر میرے بس میں ہوتا تو کر دیتا۔‘‘ اسی سحر کے بارے میں ایک شامی عامل آئے ہوئے تھے، انہوں نے کہا تھا کہ ’’جو اس میں ہاتھ ڈالے گا وہ مر جائے گا یا بیمار ہوگا۔‘‘ فرمایا: ’’کیا ہیں یہ سب باتیں؟ جب تک جی رہے ہیں کر لیں جو کچھ کرنا ہے، ایک دِن مرنا ہے، آخر موت ہے۔‘‘

ایک دِن ایک بڑے اِدارے کے ایک مؤقر عالم تشریف لائے تھے، انہوں نے حضرتؒ سے فرمایا: ’’جس نے جادو کیا ہے اس بدبخت کے بارے میں آپ نے کچھ نہیں کیا،‘‘ حضرتؒ نے فرمایا: ’’مولانا! اسے بدبخت نہ کہو، میں نے آج تک کسی کے لیے ثقیل الفاظ استعمال نہیں کیے، لیکن میں علمی بحث میں مناظرہ کرتا ہوں، اور جو ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہوں میں اپنے بچوں کو کرتا ہوں، میں نے آج کل وہ بھی چھوڑ دیا ہے۔‘‘ پھر حضرتؒ نے اُن سے فرمایا: ’’مولانا! آخرت کی تیاری کرو۔‘‘

فرمایا: ’’بھئی! میں مہمانوں کو متوسط درجہ کا کھانا کھلانا چاہتا ہوں۔‘‘

فرمایا: ''جو شخص کسب حلال کرتا ہے اور صدق کا کام کرتا ہے اسے شرحِ صدر نصیب ہوتا ہے، شرحِ صدر یہ ہے کہ آدمی کے دل میں سکون پیدا ہوجائے۔''

فرمایا: ''بچو! اتباعِ سنت کرو، جھوٹ نہ بولو، اِدھر کی بات اُدھر نہ کرو، ایک بات دوسری بات میں ملا کر بولنا جھوٹ ہے، جھوٹ بولنے والے پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے، لعنت کہتے ہیں "إبعاد من الرحمة" کو، اللہ کی رحمت سے دور ہوجانا، اس لیے جھوٹ سے پرہیز کرو، جھوٹ بری بلا ہے، جس کو عادت لگ جاتی ہے وہ ہر جگہ رُسوا ہوجاتا ہے۔''

فرمایا: ''اتباعِ رسول کی تقریر لمبی ہے، عقیدہ صحیح کرو، سچ بولو، عمل صحیح رکھو، گناہوں سے بچو، ان چند باتوں میں پوری بات آگئی، عقیدہ کی صحت "آمنت باللّٰہ و ملائکتہ"... الخ ہے۔''

فرمایا: ''ہر چیز میں پاکی ہونی چاہیے، کھانا پاک ہو، روزی حلال ہو، پاک کمائی ہو، سود نہ ہو، ڈکیتی نہ ہو، کسی کا مال لے کر نہ کھائے، قرض لے کر کھا گیا، دیا نہیں، اِس وقت یہ بلا عام ہے، لوگ قرض لیتے ہیں، واپس نہیں دیتے، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ آدمی کی آمدنی کم ہو اور کھانے پینے کا شوق ہو، ایسے لوگوں کی دعوت کا کھانا حرام ہے، میں جب طالب علم تھا نہ کسی کا کھانا کھاتا تھا نہ کسی کو کھلاتا تھا۔''

فرمایا: ''بچو! حلال روزی کھاؤ، قرض مت لو، لوگ یہاں آکر شکایت کرتے ہیں کہ آپ کے یہاں فلاں صاحب آتے ہیں، لوگوں سے قرض لیتے ہیں اور دیتے نہیں ہیں۔''

فرمایا: ''میرا بڑھاپا ہے، آخری وقت ہے، میں دوسروں کا پیسہ کھا کر کیا کروں؟ بقدرِ ضرورت اللہ تعالیٰ بھیج دیتے ہیں، بھئی! ہماری ضرورت تو پوری ہوجاتی ہے۔''

فرمایا: ''بچو! میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ تم پڑھاؤ گے، اس وقت دعوت کھانے کا شوق مت رکھنا، ورنہ قرض لینے کی عادت پڑ جائے گی، جو ملے کھالو، سوکھی روٹی ملے تو کھالو۔''

فرمایا: ''خاندان کا بڑا ہونا بڑی اونچی چیز ہے۔''

فرمایا: ’’حرام سے بچو! بعض لوگ یہاں آتے ہیں، مجھے نفرت ہوتی ہے، ان کی طرف دیکھنا گوارا نہیں کرتا، میرے دل سے لعنت نکلتی ہے، لیکن میں خود کو روک لیتا ہوں، میں اپنے بسم اللہ کہنے والے طلبہ کو پسند کرتا ہوں۔‘‘

نوٹ : کچھ لوگ ناحق طور پر لوگوں کا مال ہڑپ کر لیتے ہیں، اس سلسلہ میں بہت سی شکایتیں آ رہی تھیں، اس وقت کا یہ ملفوظ ہے۔ (از: محمد جابر عفی عنہٗ)

فرمایا: ’’آدمی دل سے مسلمان نہ ہو تو کچھ بھی نہیں۔‘‘

فرمایا: ’’لوگ سمجھتے ہیں کہ میں دعوت کا شوقین ہوں، ایسی بات نہیں، اللہ مجھے کھلا دیتے ہیں۔‘‘

’’بچو! ابھی سے اتباعِ سنت کرو، عادت ڈالو گے تو ابھی سے عادت پڑ جائے گی۔‘‘

’’بچو! میں نماز تاخیر سے پڑھتا ہوں، بڑا رونا آتا ہے۔‘‘

نوٹ : اس لیے کہ حضرتؒ کا معمول اوّل وقت ہی میں نماز پڑھنے کا تھا، لیکن معذوری کی وجہ سے کبھی تاخیر ہو جاتی، تو اس پر افسوس کے ساتھ یہ فرماتے۔ (از: محمد جابر)

فرمایا: ’’وضو کرتا ہوں، وضو نہیں کیا جاتا، مجھ میں اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہیں رہی، اب چلنے کا وقت قریب قریب ایک دو سال ہے، بہت تکلیف ہوتی ہے۔‘‘

فرمایا: ’’نماز وقت پر نہیں پڑھ پاتا، نماز اولِ وقت میں پڑھنے کا شوق تھا، نماز پڑھنے کا بہت شوق تھا، میں نے بچپن میں اپنے ابّا سے کہا تھا: ’’مجھے نماز پڑھنے کے لیے آدھا گھنٹہ دیجیے،‘‘ فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ سے ڈر لگتا ہے، اگر پوچھا کہ ’’تو نے وقت پر نماز کیوں نہیں پڑھی؟‘‘ تو کیا جواب دوں گا؟‘‘

فرمایا: ’’میں نے اپنے بزرگوں کو دیکھا ہے کہ وہ وقت کی قدر کرتے تھے، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کو دیکھا ہے کہ جب تھک جاتے تھے تو تھوڑی دیر سبحان اللہ پڑھتے رہتے تھے۔‘‘ فرمایا: ’’ایک دِن میرے دل میں کشف و کرامت کا

خیال آیا، حضرتؒ کو فوراً کشف ہوگیا۔ کشف و کرامت میں کیا ہے؟ اصل سبحان اللہ کہنا ہے۔‘‘ فرمایا: ’’حضرتؒ کو اعمالِ صالحہ کا بڑا اہتمام تھا، یہی جوہری صورت ہے، اگر یہ نہ ہوتو اسلام اور غیر اسلام میں کیا فرق ہے؟‘‘

فرمایا: ’’حضرت رائے پوری فرماتے تھے: ’’اسلام تو حضور پاک ﷺ کی شریعت کا نام ہے۔‘‘

فرمایا: ’’دیکھا ہے کہ جو کسی کو اذیت پہنچاتا ہے وہ دنیا ہی میں دیکھ لیتا ہے، آخرت میں اور دیکھے گا۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! اللہ کی طاعت کا اثر ہوتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’ہمارے خاندان میں کوئی مشہور مرض نہیں تھا، اللہ پاک نے ان کو غریب بنایا تھا، فاقہ کرتے تھے، کسی کو نہیں کہتے تھے۔‘‘

فرمایا: ’’حضرت رائے پوریؒ کے یہاں ایک آدمی کسی مقدمہ کے بارے میں دعا کروانے گیا، تو حضرتؒ نے فرمایا: ’’خود دعا کرو۔‘‘ بعض لوگوں نے بتایا کہ حضرتؒ کو مکشوف ہوا کہ ان کا مسئلہ ان ہی کی دعا سے آسان ہوگا۔‘‘

فرمایا: ’’اپنے عزیز و اقارب جو مر چکے ہیں ان کو کچھ پڑھ کر پہنچاؤ، قرآنِ کریم پڑھ کر پہنچاؤ، اور زیادہ نہیں تو دس روپیہ ان کے نام صدقہ کرو۔‘‘

فرمایا: ’’ظلم اللہ کو پسند نہیں، چوک اور غلطی معاف ہوجاتی ہے۔‘‘

فرمایا: ’’اللہ نے آپ کو آنکھیں دی ہیں، شکر ادا کرو، نعمت ہے، آنکھ جس کے نہیں اُس سے پوچھو، آپ کو اللہ نے آنکھیں دی ہیں، تھوڑا قرآن پڑھو، قرآن آواز سے پڑھو، میاں! ٹوٹی پھوٹی جیسی بھی آواز ہو، آدمی اللہ تعالیٰ کو سنائے، اس کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ حروف صحیح نکلتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’قرآن سننے میں یہ خوبی ہے کہ آدمی کو فہم قرآن کا شوق پیدا ہوتا ہے، قرآن شریف آواز سے پڑھو، چاہے آدھا پارہ ہو۔‘‘ فرمایا: ’’آج سے ۴۰ یا ۴۱ سال پہلے کی بات ہے کہ دفتر میں کچھ گجراتی بچے تھے، آواز سے اطمینان سے قرآن پڑھتے تھے، میں اپنے بارے میں کہتا ہوں: ’’من نہ کردم، شما بکنید‘‘ بچو! اللہ کو سنانے کی نیت سے قرآن بالجہر پڑھو۔‘‘

فرمایا: ’’جیسے کسی کو تکلیف پہنچانا ناجائز ہے اسی طرح کسی کی تکلیف پر خوش ہونا بھی ناجائز اور گناہ ہے، مسلمان کی تکلیف پر خوش ہونے سے سلبِ ایمان کا خطرہ ہے، کسی کی تکلیف پر خوش نہ ہونا چاہیے، سب کو تکلیف پڑتی ہے، اس میں کیا خوش ہونا؟ میں آپ کی تکلیف پر خوش ہوؤں تو مجھے کیا ملے گا؟‘‘

فرمایا: ’’بڑوں کا ڈانٹنا کہنا الگ ہے۔‘‘

فرمایا: ’’میں تو اخبار وغیرہ نہیں پڑھتا، مجھے کچھ بھی پتہ نہیں رہتا، میری یہ عمر نوافل پڑھنے کی رہی ہے، نہ مجھے اخبار وغیرہ پڑھنے میں مزہ آتا ہے، نہ مجھے شوق ہے۔‘‘

فرمایا: ’’میں نے حضرت ناظم صاحبؒ سے بارہا سنا ہے کہ ہم پہلے مسلمان ہیں، اس کے بعد سب کچھ ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’ہمیں اپنا وطن عزیز ہے، لیکن اگر کوئی ہمارے مذہب پر اعتراض کرے تو ہم برداشت نہیں کر سکتے، ہمیں جھگڑا پسند نہیں ہے، مگر کوئی نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرے تو ہمیں برداشت نہیں ہے۔‘‘

فرمایا: ’’اتنا قرآن پڑھو کہ قرآن نازل کرنے والا خوش ہو جائے۔‘‘

فرمایا: ’’قرآن سے دوستی کرو، یہاں ایک نوجوان تھا، وہ بہت قرآن پڑھتا تھا، اس کا انتقال ہو گیا، اس کے بھائی نے اس کو خواب میں دیکھا، اس نے کہا: ’’کچھ نہ پوچھو، قرآن نے مجھے کیسا تر ارکھا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’دوستوں کی مجلس آرائی بہت مضر ہے، مرنے کے بعد یہ سب حالتیں کھل جاتی ہیں، میں تو بھئی! بہت جلدی ٹوک دیتا ہوں، میں ایک صاحب کے یہاں گیا، وہ اخبار پڑھ رہے تھے، میں نے ان کو کہا کہ ’’یہ زمانہ اخبار پڑھنے کا ہے؟ کلمہ پڑھو‘‘ اس کے شاید ایک یا دو مہینے کے بعد ان کا انتقال ہوگیا، میں تو بھئی! استاذوں کو ٹوک دیتا ہوں، مولانا ضیاء الحق صاحبؒ کتاب پڑھ رہے تھے، تو میں نے کہا: ’’کہیں یہ کتاب پڑھنے کا زمانہ ہے؟‘‘ کیوں ٹوکتا ہوں؟ اس لیے کہ انہوں نے ہمارے ساتھ خیر خواہی کی ہے، ابّا کو بھی ٹوک دیتا تھا، ان پر بہت اثر پڑا تھا، میں نے کہا: ’’آپ نے مجھے غیبت سننے کے لیے بلایا ہے؟‘‘

فرمایا: ’’حضرت ناظم صاحبؒ مستجاب الدعوات تھے، ایک مرتبہ کوئی مسئلہ نہیں مل رہا تھا، حضرتؒ سے کہا: ’’حضرت! دعا کیجیے کہ مسئلہ مل جائے‘‘ فرمایا: ’’آمین۔‘‘

فرمایا: ’’بعض لوگ پیر تلاش کرنے میں غلطی کرتے ہیں، مولانا عبدالغنی صاحب گجراتیؒ پہلے حضرت ناظم صاحبؒ سے بیعت تھے، پھر ان کے انتقال کے بعد حضرت شیخ رحمہ اللہ سے بیعت ہو گئے، پھر ان کے انتقال کے بعد مولانا انعام الحسن صاحبؒ سے بیعت ہوئے، میں نے ان سے کہا: ’’ساری عمر حضرت ناظم صاحبؒ نے پالا تھا، انہیں کیا معلوم کہ کہاں تک الف، باء، تاء کا سبق ہوا ہے؟‘‘ انہوں نے استفہامی نظر ڈالی، میں نے ان سے کہا: ’’باندہ جاؤ، حضرت مولانا صدیق صاحبؒ (خلیفہ حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحبؒ) سے بیعت ہو جاؤ‘‘ پھر وہ حضرت باندویؒ سے بیعت ہوگئے اور ان کو اجازتِ بیعت بھی حضرتؒ سے حاصل ہوگئی۔‘‘ فرمایا: ’’لوگ سمجھتے نہیں، نام والے پیر کو پسند کرتے ہیں، اس میں کیا فائدہ ہے؟ شہرت کوئی چیز ہے؟‘‘

فرمایا: ’’مولانا صدیق صاحب باندویؒ نے بڑے فاقے کیے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’جب ہم نے توکل شروع کیا تو عبدالقدوس دیناج پوری آیا، کہا کہ

’’کچھ بھی نہیں ہے،‘‘ میں نے کہا: ’’آٹا ہے؟‘‘ اس نے کہا: ’’ہاں، ہے،‘‘ میں نے کہا: ’’روٹی پکالے،‘‘ پھر خیال آیا کہ شہد ہے، تو میں نے روٹی اور شہد کھانا شروع کیا۔‘‘

فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے اور دروازوں سے دینا شروع کیا۔‘‘

فرمایا: ’’میں کسی کا متعین روپیہ نہیں لیتا ہوں، سوائے ایک لڑکے کے جو دس روپیہ دیتا ہے،‘‘ اس لڑکے کے متعلق حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ ’’یہ لڑکا پہلے مجھے دو روپیہ دیتا تھا، پھر پانچ روپیہ دینے لگا، اب دس روپیہ دیتا ہے۔‘‘

مولانا مختار اسعد صاحب (صاحب زادۂ مولانا محمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے پوچھا کہ ’’حضرت مولانا ضیاء الحق صاحبؒ کی کوئی اولاد ہے؟‘‘ فرمایا: ’’تین ہیں،‘‘ فرمایا: ’’حضرتؒ نے تو اخیری عمر میں شادی کی تھی، مولاناؒ کا مزاج تھا کہ جو ذہین ہو اس کو بہت چاہتے تھے، شر و فساد کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے تھے، میرے بارے میں کہتے تھے: ’’اس کے باوا گالی دیتے ہیں،‘‘ گالی تو نہیں دیتے تھے، بلکہ اعتراض کرتے تھے۔‘‘

فرمایا: ’’والدہ کی ننیہال میں جی لگتا ہے، اور کسی جگہ جی نہیں لگتا۔‘‘

فرمایا: ’’دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ خرچ پورا کرا دے، کیوں کہ حج میں جانے سے پہلے بجلی کا اور فون کا خرچ ہوتا ہے، جی چاہتا ہے کہ کسی کا پیسہ اپنے ذمہ نہ رہے۔‘‘

فرمایا: ’’جو کوئی کسی کا مال ہڑپ کر لیتا ہے تو اس کو بہت نقصان ہوتا ہے، اور یہی صبح و شام شکایتیں آتی ہیں، کوئی کسی کا گھر ہڑپ کرتا ہے، کوئی کسی کی زمین پر قبضہ کرتا ہے، کوئی کسی کے پاس سے قرض لیتا ہے تو واپس نہیں کرتا۔‘‘

فرمایا: ’’اکابر فرماتے ہیں کہ جو کوئی کسی کو ستاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں جمع ہوتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس پر پکڑ فرماتے ہیں۔‘‘ فرمایا: ’’میں جو اِن بلاؤں میں مبتلا ہوں تو سوچتا ہوں کہ یہ تکلیف کہاں سے آئی؟ پھر توبہ کرتا ہوں۔‘‘

فرمایا: ’’استاذ سے نہیں لڑنا چاہیے، اُستاذ سے لڑنا باپ سے لڑنا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’اپنے طلبہ کو کبھی ستانا نہ چاہیے، کبھی اُستاذ شاگرد سے انتقام نہیں لیتا، بہت سے لوگ اس میں دھوکہ کھاتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’حضرت ناظم صاحبؒ کو نماز سے بڑا عشق تھا، نماز باجماعت کا بڑا اہتمام تھا، حضرتؒ سچ بات سے ایک دم ٹھنڈے ہوجاتے تھے، حضرتؒ بہت ڈانٹتے تھے، لیکن دِل کو برا نہیں لگتا تھا، ویسے بھی حضرتؒ بہت خیر خواہی کرتے تھے، وعظ وتقریر میرے بس میں نہیں تھا، حضرتؒ پسند نہیں کرتے، حضرتؒ کا مزاج تھا کہ جو جس کام میں لگا ہوتا حضرتؒ اسی کام میں لگاتے تھے۔‘‘

فرمایا: ’’حضرت ناظم صاحبؒ کے ذمہ قرض ہوگیا تھا، تو مشورہ کیا کہ اگر اتنے ایام چٹنی روٹی کھائیں گے تو قرض ادا ہوجائے گا، چنانچہ حضرتؒ نے ایسا ہی کیا اور قرض ادا کردیا، حضرتؒ قرض سے بہت گھبراتے تھے، اس لیے کہ حقوق العباد ہے، حضرتؒ مجھ سے بارہا فرماتے تھے کہ ’’نہ قرض لو اور نہ دو۔‘‘ دوہی لفظ فرماتے تھے۔

فرمایا: ’’ایک بزرگ تھے، ان کے یہاں شرائط میں سے تھا کہ جو خدمت کرے وہ اپنا کھانا ساتھ لے کر آئے، وہ بزرگ حضرت شیخ رحمہ اللہ تھے، لیکن اخیر میں دو سال پہلے ایسا نہیں رہا تھا، ورنہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے یہاں جو بھی جاتا کھانا ساتھ لے کر جانا پڑتا۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! حقوق العباد کی رعایت کرو، سال کا اخیر ہے، بڑا احتیاط کرو، میں تو سبق میں بچوں سے کہتا ہوں کہ ’’اگر میرے ذمہ کسی کے پیسے ہوں تو لے لو، اگر ہوں گے تو دے دوں گا، اگر نہیں ہوں گے تو معافی مانگ لوں گا۔‘‘

فرمایا: ’’دھوکہ دے کر پیسہ لینا کہ دیکھ، تو پریشانی میں مبتلا ہوجائے گا، پیسے دے دے، یہ بہت برا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’بہار میں ایک امین تھے، جب ان کا انتقال ہوگیا اور قبر کھودی گئی، تو

آدھا کلو کے برابر بچھو نکلے، دوسری جگہ کھودی گئی تو پھر آدھا کلو بچھو نکلے، پھر مسجد کے پیچھے قبر کھودی گئی تب بھی وہی ہوا، علماء نے فتویٰ دیا کہ اسی میں دفن کردو، معلوم ہوا کہ وہ امین تھے، زمین کی ہاتھ نپائی کرتے تھے، مگر ہاتھ مارتے تھے، یہ سچا قصہ ہے، میرے پاس لکھا ہوا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’میں بہت محاسبہ کرتا ہوں کہ کیا غلطی کی؟ کس کو ستایا؟‘‘

فرمایا: ’’بچو! سال کا اخیر ہے، اپنے معاملات صحیح کرو، کسی کی کوئی چیز نہ چھوؤ، کسی کا جوتا نہ اُٹھاؤ، اگر تم اُٹھاؤ گے تو غور کرو کہ آخرت میں کہاں سے دوگے؟ ایک صحابیؓ تھے، حضور پاک ﷺ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے، شہید ہوگئے، لوگوں نے کہا کہ ’’یہ جنت میں ہے،‘‘ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’کَلَّا، انہوں نے ایک چادر لے لی تھی، وہ آگ بن کر ان کے گلے میں لپٹ گئی،‘‘ نبی ﷺ کے خادم تھے، پھر ہم اور آپ کیا ہیں؟ بچو! دوسرے کے روپئے کھا جانے کا اور دبا دینے کا بڑا سخت گناہ ہے، آخر چادر کی حقیقت کیا ہے؟‘‘

فرمایا: ’’یہاں ایک صاحب شراب پیتے تھے، مرنے کے قریب ناک میں سے دھواں نکلا، لوگوں نے چادر ڈالی تو چادر جل گئی، اللہ میاں کبھی کبھی دِکھا دیتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’ہم چھوٹے تھے، ایک کمرہ میں رہتے تھے، مولوی نور الدین کے گھر سے خستہ آیا، میں نے ایک کھایا، دو کھایا، تیسرے کے کھانے میں تردّد ہوگیا، اور بچے بھی کھانے لگے، میں نے کہا: مجھے تو اجازت ہے، مگر اور لوگوں کو نہیں، حالاں کہ وہ میری چیز بھی کھاتے تھے، مگر میں نے ان کو تیس روپئے بھیج دیے۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! کسی کو تکلیف نہ دو، مولانا علی میاںؒ چھوٹے تھے، ان کی گھر کی ایک خادمہ تھی، اس کے سامنے مولاناؒ نے کچھ اکڑ کر کہا، جس سے اس کو تکلیف ہوئی، آپؒ کی والدہؒ نے فرمایا: ’’علی! اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگو۔‘‘ یہ پورب کی اصطلاح تھی: ’’ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنا۔‘‘

فرمایا: ’’یہاں بعض لوگ اپنی دنیا کی مصلحت سے آتے ہیں، یہاں وہی لوگ آئیں جن کا مقصد دین ہو۔‘‘

فرمایا: ’’بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ اگر بیٹا لوٹ مار کر پیسے لاتا ہے تو باپ خوش ہوتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’اب تو اسکولوں کا ماحول ایسا خراب ہو گیا ہے کہ لڑکیاں A,B,C,D, پڑھ کر آتی ہیں، آوارہ ہوتی ہیں، جس گھر میں تبلیغ نہیں ہوتی لڑکیاں آوارہ ہوتی ہیں‘‘ فرمایا: ’’اولاد کو ٹوکنے سے اولاد برا نہیں لگاتی۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! اچھے اخلاق اختیار کرو، اچھائی اختیار کرو، اچھائی سے رہو، شریعت میں جو چیز حرام ہے اس سے پرہیز کرو، جہاں دیکھنا منع ہے وہاں نہ دیکھو۔‘‘

فرمایا: ’’میں طلبہ کے حجروں میں جھانکنے سے بہت شرماتا ہوں۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! جب آدمی خود کو اخلاقِ محمودہ سے ہٹا دیتا ہے تو اس میں بے حیائی آتی ہے، جس میں بے حیائی آتی ہے وہ کسی کام سے نہیں ڈرتا، اللہ سے ڈرو۔‘‘

’’بچو! مجھ سے کسی کو تکلیف پہنچی ہو تو اپنے علاقہ میں جا کر اعلان کرنا کہ یونس معافی چاہتا ہے۔‘‘

’’بچو! موت کی کوئی گارنٹی نہیں، سب کا حق ادا کرو، چائے کی دوکان سے تم نے چائی پی ہو، پیسے باقی ہوں تو ادا کر دو۔‘‘

ہمارے حضرت ناظم صاحبؒ نے فرمایا کہ ’’کسی سے قرض لو نہ دو، اس سے تعلق نہیں رہتا ہے۔‘‘ دسیوں بار یہ فرمایا تھا۔

فرمایا: ’’آپ لوگ باہر کے ہو، جماعت میں آئے ہو، اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کیجیے، جماعت کا کام اللہ تعالیٰ کے لیے کیجیے، نام ونمود کے لیے نہیں، اللہ تعالیٰ کا دین زندہ ہو جائے اس لیے کام کرو، ساتھیوں کو ادب سکھاؤ۔‘‘

فرمایا: ’’اب لوگوں کی عادت ہے کہ یہاں آتے ہیں اور میرا نام بیچتے ہیں، کہتے ہیں کہ میرا فلاں سے تعلق ہے، بچو! میں مکر وفریب نہیں جانتا۔‘‘

’’بچو! میں نے کسی سے قرض نہیں لیا، تم لوگوں سے سچ کہتا ہوں، تین تین دِن تک فاقہ کیا ہے، اس لیے کہ پیسے پاس نہیں ہوتے تھے، بیمار رہتا تھا، بعض متقی ایسے ہوتے ہیں کہ جوش میں آجاتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’دہلی سے ایک صاحب کا فون بار بار آتا ہے، کہتے ہیں کہ مجھے گناہ کرنے کا ارادہ ہوتا ہے، میں نے کہا: ’’بیٹا! اس کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ کا خوف پیدا کرو اور استحضار رکھو کہ اللہ تعالیٰ جہنم میں ڈال دے گا، خوفِ الٰہی غالب کرو۔‘‘

ایک صاحب نے کہا: ’’پتھری ہے،‘‘ فرمایا: ’’روزانہ سورۂ فاتحہ اور الم نشرح پڑھ کر پانی پر دم کر کے پی لیا کرو، اوّل وآخر درود شریف پڑھ لیا کرو۔‘‘

فرمایا: ’’ہر ایک کا وقت مقرر ہے، ہر ایک آتا ہے جانے کے لیے، جاتا ہے، واپس نہیں آتا، جو کچھ لے جاتا ہے اس کا حساب ہوگا، یہاں سے توبہ کر کے جاؤ، لوگوں کے حقوق معاف کرا کے جاؤ، اللہ کو راضی کرو، یہاں کی شان وشوکت کچھ دِن کی ہے، بڑے بڑے آدمیوں کو لوگ بھول جاتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! کوشش تو کرتا ہوں کہ جس کسی کو میں نے تکلیف پہنچائی ہو اس سے معافی چاہوں،‘‘ فرمایا: ’’میری پیٹھ کے پیچھے جو شکایت کرے اس سے (میری طرف سے) معافی مانگ لینا۔‘‘

فرمایا: ’’یہ ہوس ہے کہ میری عمر بڑھ جائے، تاکہ کوئی نیکی کرلوں۔‘‘

فرمایا: ’’جب انسان کو صحت ہوتی ہے تو قدر نہیں ہوتی، جب بیمار ہوتا ہے تو اس کو صحت کی قدر ہوتی ہے۔‘‘

فرمایا: ’’میری نصیحت ہے کہ اِشراق پڑھا کرو، چاشت پڑھا کرو، اوّابین پڑھا

کرواور تہجد پڑھا کرو، یہ دِن کہاں لوٹ کر آئیں گے؟ یہ اعمال ساتھ جائیں گے، وہاں کسی کا عمل ساتھ نہیں دے گا، جو کرنا ہے کرلو۔‘‘

فرمایا: ’’بدنظری کی وجہ سے نماز کا سکون ختم ہوجاتا ہے۔‘‘

ایک صاحب نے کہا: ’’حضرت! دعا کر دیجیے، میرا پوتا نماز میں سستی کرتا ہے، فرمایا: ’’دعا سے ہر کام تھوڑا ہوتا ہے، یہ کیوں نہیں کہتے کہ دعا کرو کہ وہ کھانا کھائے، کھانے کے لیے تو بغیر بلائے آجاتا ہے۔‘‘

ایک صاحب نے کہا: ’’میری پوتی عالمہ بن کر آئی ہے، اس نے کہا ہے کہ حضرت سے دعا کی درخواست کرنا‘‘ فرمایا: ’’عالمہ اگر کسی کی ماتحت بن کر رہے گی تو عزت پائے گی، اور اگر عالمہ بن کر رہے گی تو اس کو کوئی پوچھے گا بھی نہیں۔‘‘

میں (محمد جابر) نے کہا: ’’حضرت! مجلس میں میری جو کیفیت رہتی ہے وہ کیفیت باہر نہیں رہتی‘‘ فرمایا: ’’یہی سب کا حال ہے۔‘‘

پھر میں نے کہا: ’’حضرت! نماز میں کبھی دھیان لگتا ہے، کبھی نہیں لگتا‘‘ فرمایا: ’’دھیان لگانا پڑے گا۔‘‘

فرمایا: ’’شکل کی دوستی شرمندگی ہے، اور جو روپیہ کی دوستی ہے وہ بالکل لڑائی اور جھگڑا کرواتی ہے۔‘‘

فرمایا: ’’مسجد ایسی جگہ بناؤ جہاں لوگ عمومی طور پر پہنچ سکیں، سب نماز پڑھ سکیں۔‘‘

ایک طالب علم نے اوپر کے جیب میں قرآن کے ساتھ مسواک رکھا تھا، فرمایا: ’’قرآن کے ساتھ مسواک نہیں رکھا جاتا۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! قرآن پڑھا کرو، پڑھا ہوا کام دے گا، دیکھو، کہیں پیسے ایسے ہی پڑے ہوئے ہوں تو پڑے ہوئے پانچ روپئے بھی کبھی نہ کبھی کام دیں گے۔‘‘

فرمایا: ’’مکہ میں کسی کتب خانہ میں ایک کتاب لینے گیا، تو ایک رِیال کم پڑا،

کتب خانہ والے نے کتابیں نہیں دیں، بس بچو! جب آخرت میں ایک نیکی کم ہو جائے گی تو کوئی دینے کے لیے تیار نہیں ہوگا، نہ بھائی، نہ بہن، بچو! جو کرنا ہے کرلو، کسی کو گالی نہ دو اور نہ ستاؤ۔''

فرمایا: ''میں کوئی نبی نہیں ہوں، ایسا نہیں کہ ہر چیز کا پتہ چل جائے، مجھے کوئی مشکوک چیز نہ کھلایا کرے، میں اللہ سے بہت رو رو کے توبہ کرتا ہوں، بچو! میں نہ جوان ہوں، نہ ادھیڑ ہوں، میں تو بوڑھا ہوں۔''

فرمایا: ''نماز میں قرآن پڑھو، نماز میں پڑھنے سے یاد رہتا ہے، اصل یہ ہے کہ سنوار کر پڑھو، تیزی سے پڑھنے میں کوئی کمال نہیں ہے۔''

فرمایا: ''انسان کے اندر حرارت ذکر سے پیدا ہوتی ہے، اور یہ حرارت مسلم اور غیر مسلم سب کے اندر پیدا ہوتی ہے، غیر مسلم کو ذکر نہیں بتانا چاہیے، کیوں کہ اس میں اس کے گمراہ ہونے کا زیادہ خطرہ ہے، کیوں کہ وہ سوچے گا کہ ذکر ہی سے سب کچھ ہوتا ہے۔''

ایک صاحب حضرتؒ کو ہر ہفتہ دس روپیہ دیتے تھے، اس کو حضرتؒ بڑی خوشی کے ساتھ لے لیتے تھے، ایک مرتبہ وہ مجلس میں آئے، حضرتؒ نے ان سے فرمایا: ''لا، میری تنخواہ'' پھر فرمایا: ''پہلے اس کے ابّا پانچ روپیہ اس کو دیتے تھے، اس میں سے مجھے یہ دو روپیہ دیتا تھا، پھر بعد میں پانچ دینے لگا، اب دس روپئے دے رہا ہے'' فرمایا: ''اللہ اپنے کرم سے بندہ نوازی کرتے رہتے ہیں۔''

فرمایا: ''بعض لوگوں میں عیب ہے کہ بات اشارہ سے کرتے ہیں، زور سے بات نہیں کرتے۔''

فرمایا: ''بچو! پڑھنے پڑھانے میں محنت پڑتی ہے، پیسے ہوں تو ضرور کچھ کھا لینا چاہیے، اگر نہ ہوں تو اللہ غیب سے مدد کرتے ہیں۔''

فرمایا: ''ہم غریب تھے، طالب علم تھے، ہم نے اپنے استاذوں کو اپنی کوئی چیز نہیں کھلائی۔''

فرمایا: ’’ایمان کے ساتھ چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی مفید ہوتا ہے، ایک مرتبہ ’’لا الٰہ الا اللہ‘‘ کہنا بھی مفید ہوتا ہے، اپنی زبان مشغول رکھو۔‘‘

فرمایا: ’’اگر بندہ نیک کام کرے اور اس میں بدنیتی ہو، جیسے دو دوست مسجد میں جاتے ہیں، اپنے غلط تعلقات کی وجہ سے پاس بیٹھتے ہیں، پاس کھڑے ہوتے ہیں، تو یہ نیک کام دوگنا گناہ شمار ہوتا ہے، اسی طرح اپنے دوست کی وجہ سے اولیاء اللہ کی مجلس میں جائے تو یہ ساری مجلس اس اعتبار سے نجس ہوگی۔ ایسے ہی درسگاہ کا حال ہے، جب درسگاہ میں موقع نہیں ملتا تو مسجد کو پکڑتے ہیں، یہ عام طور سے طلبہ میں پایا جاتا ہے، مسجد اللہ کا گھر ہے۔ اسی طرح اپنے دوست کی وجہ سے تبلیغ میں جانا یہ بھی گناہ ہے۔‘‘

فرمایا: ’’اگر کسی کا قرض میرے ذمہ ہو تو وہ آکر لے لے۔‘‘ اس کے بعد فرمایا کہ ’’اللہ کے یہاں قلب سلیم کا اعتبار ہے۔ قلب سلیم کسے کہتے ہیں؟ وہ قلب جو کینہ، حسد اور بغض سے پاک ہو‘‘، فرمایا: ’’اپنے دل کو بالکل صاف رکھو‘‘، فرمایا: ’’بعض وقت بندہ اپنے بھائی کو گرانے کی فکر میں رہتا ہے، اور یہ بات عام طور پر طلبہ کے اندر پائی جاتی ہے‘‘، فرمایا: ’’اگر طالب علم کتاب میں لگا رہے تو اس کو یہ سب کرنے کا وقت نہیں ملے گا، بس دوسروں کو پریشان کرنے سے بچنا چاہیے، اور ہر وقت اپنے آپ کو ذکر اللہ میں مشغول رکھنا چاہیے۔‘‘

فرمایا: ’’بندہ تسبیح سے اپنے نقائص دور کرتا ہے۔‘‘ فرمایا: ’’اگر اُردو میں پڑھے گا تب بھی ثواب ملے گا۔‘‘

فرمایا: ’’مجھے مشکوک چیزیں نہ کھلایا کرو، اس سے مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔‘‘

فرمایا: ’’میں خیال کرتا ہوں کہ کسی کو زبان یا ہاتھ سے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔‘‘

فرمایا: ’’حضرت شیخ رحمہ اللہ کے یہاں روٹیاں جمع ہوتی تھیں، تو ان کو توڑ کے گوشت وغیرہ میں ڈال کر پکا لیا جاتا، مہمان اس کو کھا لیتے تھے‘‘، فرمایا: ’’ہم تو بہت

مالدار نہیں تھے، دال اور آلو کھاتے تھے، کبھی کبھی ایسا کہہ دیتے کہ امّاں! یہ پکا دے، پہلی بار پکا دیتیں، دوسری بار خفا ہو جاتی تھیں، بس بچو! سادہ زندگی ہی اچھی ہے۔‘‘

فرمایا: ’’جو مہمان آتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لیے روزی بھیج دیتے ہیں، سب کو اللہ تعالیٰ کھلاتے ہیں، اور وہ مجھے بھی کھلاتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! کوئی عادت ایسی نہ بناؤ کہ یہاں کھاؤ، وہاں کھاؤ، سادہ زندگی بناؤ، اپنی آئندہ زندگی میں آسانی ہوگی۔‘‘

’’ہم نے اپنے کئی استاذوں کو دیکھا کہ وہ رَبڑ کا جوتا پہنتے تھے، کیل لگاتے تھے، کیل نکل جاتی تو پھر اس کو لگا لیتے۔‘‘

ایک مرتبہ علاج کرنے والے صاحب نے کہا: ’’حضرت! فون نہیں لگتا، فرمایا: ’’جیسا میں ویسا فون۔‘‘

فرمایا: ’’ہر چیز فنا کی طرف جا رہی ہے، آج ایک چیز ہے، کل نہیں ہے، قلم اُٹھاتے ہیں، وہ ٹوٹ جاتا ہے، ہر چیز جانے والی ہی ہے، پھر اس سے محبت کیسی؟ جس کو بقا ہے اس سے محبت ہونی چاہیے، دین وشریعت کو اختیار کرو، تاکہ وہاں کے لیے تیاری ہو سکے، تھوڑا تھوڑا سوچنا چاہیے، بہت زیادہ نہیں۔‘‘

فرمایا: ’’ہمارے گاؤں میں ایک صاحب تھے، ان کے سامنے ان کے سب سے بڑے بیٹے مر گئے، آہ نہیں نکالی، پہلے وہ نماز نہیں پڑھتے تھے، جس سال موت تھی اسی سال وہ نماز پڑھنے لگے اور انہوں نے توبہ کر لی۔‘‘

فرمایا: ’’یہیں توبہ کرلو، انجام کا پتہ نہیں، ماضی پر شرمندگی ہو، فی الحال گناہ چھوڑ دو اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو، بچو! یہیں توبہ کرلو، ورنہ وہاں پہنچ کے سوائے ندامت کے کوئی چارہ نہیں،‘‘ فرمایا: ’’عالم وجاہل سب ایک ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’تبلیغ میں جانے سے حساب آسان نہیں ہوگا، حساب آسان ہوگا

نصاب پورا ہونے سے، جس چیز کو لکھ دیا گیا کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو، زکوٰۃ دو، اس کو پورا کیا کہ نہیں؟ اگر نصاب پورا کیا ہے تو حساب آسان ہوگا، وہاں کچھ نہیں چلتا۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! بس سب سے پہلے گناہوں سے توبہ کرو، حدیث میں ہے کہ لوگ جہنم میں جائیں گے تو ان کے اعمال کی ترتیب سے نکالے جائیں گے۔‘‘

فرمایا: ’’معاصی نافرمانی کو کہتے ہیں، جہالت معاف ہے۔‘‘

فرمایا: ’’اچھا سلوک کرو، کچھ نہ کرسکو تو چار آنہ سے مدد کرو۔‘‘

فرمایا: ’’یہ جو کہتے ہیں کہ ’’بزرگوں کی نظر سے دنیا بدل جاتی ہے۔‘‘ یہ سب ایسی ہی باتیں ہیں، بلکہ ہر چیز تقدیر سے ہوتی ہے۔‘‘

فرمایا: ’’اچھا وہ ہے جو دوسرے کو کھلائے، اچھا وہ نہیں جو اپنا پیٹ بھرے، یہ نیت ہونی چاہیے کہ دوسرا کھالے۔‘‘

فرمایا: ’’اگر ریل میں بیٹھے ہیں اور کوئی ساتھی آ گیا، تو اس کو جگہ دو، جگہ دینے سے اللہ تعالیٰ جگہ میں کشادگی فرمائیں گے، اسی طرح کھانے میں یہ نیت کرو کہ دوسرا کھائے، تو اللہ تعالیٰ دو لقمے میں بھی برکت دیں گے، بڑا افسوس ہے کہ یہ باتیں ہمیں پسند نہیں۔‘‘

فرمایا: ’’سب کے ساتھ خیر خواہی کرو۔‘‘

ایک صاحب نے کہا کہ ’’میں کرایہ کے مکان پر رہتا ہوں، مکان نہیں ہے، دعا کردیجیے،‘‘ فرمایا: ’’تمہیں اپنی ہی پڑی ہے، ہم کو ساری امت کی پڑی ہے۔‘‘

فرمایا: ’’خدائی میرے ہاتھ میں نہیں ہے، نہ کوئی کام کرسکتا ہوں، یہاں روزانہ نہ آیا کرو، اللہ کے لیے کسی کو آنا ہو تو آئے، دنیا کے لیے نہ آیا کرو۔‘‘ ایک صاحب کو فرمایا: ’’کل آپ نہیں آئے تھے، آپ دنیا کے لیے آتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ''دعا ایسی چیز ہے جو میں سب کے لیے کرتا ہوں، جس وقت میں کہتا ہوں کہ اے اللہ! خاتمہ بالخیر فرما، تو جو سامنے بیٹھے ہیں وہ بھی آجاتے ہیں اور جو نہیں ہیں وہ بھی آجاتے ہیں۔''

ایک صاحب اپنے بیٹے کو لے کر آئے، انہوں نے کہا کہ ''حضرت! اس کے لیے دعا فرما دیجیے کہ اس کا دماغ چلے؛'' فرمایا: ''آپ چاہتے ہیں کہ سب امام بخاری بن جائیں، آپ لوگوں کا دماغ فاسد ہے، پیار سے رکھیے، پیار سے پڑھائیے۔''

فرمایا: ''بعض لڑکے اپنے کسی مقصد سے آتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ میرے یہاں نہ آیا کرو، بعض دوستیوں کی وجہ سے آتے ہیں، میں کسی کے بارے میں برا خیال نہیں کرتا۔''

فرمایا: ''میرا تو بس ایک ہی کام رہ گیا ہے کہ دعا کروں، غصہ کی وجہ سے کسی کے لیے بددعا کر دیتا ہوں؛ لیکن بعد میں اللہ کے سامنے رو رو کے توبہ کر لیتا ہوں؛''

فرمایا: ''ایک لڑکا میرا معشوق تھا، میں نے اس کے لیے دعا کی کہ اے اللہ! اس کے ذہن کو چھین لے، پھر وہ بیمار ہو گئے، دو تین سال بعد کسی واسطے سے خبر بھیجی، پھر میں نے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے ان کو ذہن واپس دے دیا، بہت زیادہ ذہانت تکبر کا سبب بن جاتی ہے، ضرورت کے وقت بحث میں کوئی حرج نہیں۔''

فرمایا: ''مجھے بہت بھیڑ بھاڑ اچھی نہیں لگتی، کوئی ضرورت سے آئے تو ٹھیک ہے، میں اپنی طلبہ پارٹی کو پسند کرتا ہوں۔''

فرمایا: ''سی. آئی. ڈی. کے لیے فلاں فلاں نہ آیا کرے، میں جانتا ہوں کون، کون ہے۔''

فرمایا: ''اے اللہ! ناشکری ہوئی ہے، معاف فرما، میں ناشکری کی سزا پا رہا ہوں۔'' (جب حضرتؒ بیمار تھے اس وقت یہ فرمایا تھا)۔

فرمایا: ''آدمی اچھی صحبت سے اچھا ہو جاتا ہے، بُری صحبت سے بُرا ہو جاتا ہے،

بچو! اچھی صحبت اختیار کرو۔“

”میرے عزیزو! کسی کو حقیر نہ سمجھو، نہ اپنے چھوٹوں کو، نہ اپنے برابر والوں کو، نہ اپنے شاگردوں کو، پتہ نہیں اللہ کے یہاں کس کا کیا درجہ ہے؟“

”فرمایا: ”مسلمان بہت غریب ہیں، کچھ کھاتے ہو تو ان کو بھی کھلاؤ، ابھی ایک مسلمان آئے تھے، ان کے پاس قرآن پڑھنے کے لیے بھی نہیں ہے، بہت زیادہ کھانے کی فکر نہ کرو، اپنے بھائیوں کو دین سکھاؤ، دین پر مر مٹو۔“

مولانا اشرف علی صاحب بنگالی سے حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: ”مولانا! مجلس کے ختم ہونے میں کتنے منٹ باقی ہیں؟“ عرض کیا: ”اُٹھنے میں ۱۴ منٹ باقی ہیں“ فرمایا: ”زندگی کے کتنے منٹ باقی ہیں؟“ عرض کیا: ”کچھ معلوم نہیں کب ہارٹ اٹیک آجائے“ آپ کو یہ معلوم ہے کہ ۱۴ منٹ باقی ہیں، لیکن زندگی کے کتنے منٹ باقی ہیں؟ یہ آپ کو معلوم نہیں، تو آدمی کو چاہیے کہ وہ ہر سیکنڈ تیار رہے، گناہوں سے توبہ کرے، حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرے۔“

فرمایا: ”اپنے چھوٹوں کو ایسی بات نہ کہو جس سے ان کا دل ٹوٹتا ہو، ہاں، پیار محبت سے ایسی بات کہی جائے جس سے ان کا دل نہیں ٹوٹتا تو کوئی حرج نہیں، لیکن تحقیر نہیں ہونی چاہیے۔“

فرمایا: ”زمین خریدنا اور بیچنا جائز ہے، مگر ٹھیکے داری مجھے پسند نہیں ہے، اس میں بہت دھوکہ بازی ہے۔“

فرمایا: ”یہاں جو آئے آخرت کے لیے آئے، دنیا کے لیے نہ آئے، خدائی میرے ہاتھ میں نہیں ہے، ہاں، خیر کا معاملہ کروں گا، دعا سب کے لیے کروں گا، چھوٹا ہو یا بڑا، اپنا ہو یا غیر۔“

فرمایا: ”جس کے حقوق میرے ذمہ ہوں، لے لینا، حقوق العباد اپنے ذمہ باقی

رہنے سے بہت ڈر لگتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’میں جس کے پاس سے پیسہ بطورِ قرض لیتا ہوں، دے دیتا ہوں، اگر میں نے کسی کے ساتھ کچھ منگوایا ہو اور قیمت باقی ہو تو لے لینا، یہ مت کہنا کہ نہیں لینا ہے، اگر تم کو نہیں لینا ہے تو معاف کر دو، یا ہدیہ کر دو، مگر یہ مت کہو کہ نہیں لینا ہے،‘‘

فرمایا: ’’جس کے پاس سے قرض لیا ہو واپس کر دو۔‘‘

فرمایا: ’’لالچ انسان کو نہ معلوم کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے۔‘‘

فرمایا: ’’عبدالرحمٰن (حضرتؒ کے ساتھی تھے) نے ٹوپی پھینک دی، میں نے اٹھا کر دھو کے پہن لی۔‘‘ (اس واقعہ میں حضرتؒ کی غربت کی طرف اشارہ ہے)۔ از: محمد جابر غفرلہٗ

فرمایا: ’’ہمارے والد صاحب بڑی نگرانی رکھتے تھے کہ یہ چیز کہاں سے آئی؟‘‘

فرمایا: ’’جو دوسروں کی عزت بچاتا ہے، اللہ اس کی عزت بچاتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’میں اپنا بہت جائزہ لیتا ہوں کہ مصیبتیں کیوں ہیں؟ مجھے یاد ہے کہ میں نے بڑے فخر کے ساتھ کہا تھا کہ مجھ پر جنات کا اثر نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ میرے دادا اور والد صاحب پر نہیں ہوا تھا، میرا سارا تکبر خاک میں مل گیا۔‘‘

فرمایا: ’’اب چالیس سال کے بعد اندازہ ہوا کہ پڑھنا پڑھانا کچھ نہیں، میں سمجھتا تھا کہ اچھا پڑھتا ہوں، کچھ نہیں، سب تکبر خاک میں مل گیا۔‘‘

فرمایا: ’’کسی کے ماں باپ کو کچھ مت کہو، خاموش رہو، کسی کو کہہ دیا ہو تو دو کام کرو: (۱) اللہ کے سامنے توبہ کرو۔ (۲) جس کو کہہ دیا ہو اسے خوش کرو۔‘‘

ایک صاحب آئے، جو بے ریش تھے، حضرتؒ نے فرمایا کہ ’’مسلمان کی شکل بناؤ، آپ کے چہرے پر نورِ اسلام نہیں ہے۔‘‘

ایک صاحب نے کہا: ’’میرے لیے دعا کر دیجیے، فرمایا: ’’دعا سے کیا انکار؟

یہی تو کام ہے میرا۔‘‘

ایک بڑے میاں نے کہا: ’’حضرت! جو بھی کاروبار کرتا ہوں چلتا نہیں ہے،‘‘ فرمایا: ’’کاروبار اپنے بیٹوں کے حوالے کردو اور تم آخرت کا کاروبار کرو۔‘‘

فرمایا: ’’اپنے لڑکوں کو عالم بناؤ، ڈاکٹر بناؤ۔‘‘

ایک صاحب سے فرمایا: ’’آپ میں بدنظری کا مرض بہت ہے، آپ کے پورے جسم سے بدبو آ رہی ہے، مجھے کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔‘‘

ایک صاحب حضرتؒ کے پاس آئے، حضرتؒ نے فرمایا: ’’کس سواری سے آئے؟‘‘ انہوں نے عرض کیا: ’’مدرسہ کی گاڑی لے کر،‘‘ فرمایا: ’’اس کا کرایہ دیا؟‘‘ انہوں نے کہا: ’’حضرت! اس میں تیل ڈلوا دیا‘‘ فرمایا: ’’وزنِ انسانی سے مشین پر اثر پڑتا ہے، لہٰذا اس کا کرایہ دینا چاہیے۔‘‘

فرمایا: ’’میری ہمیشہ سے عادت ہے کہ میں تھوڑے تھوڑے پیسے حج کے لیے نکالتا رہتا ہوں، لیکن دو تین سال سے نہیں جمع کرتا، ایک صاحب حج کے لیے پیسوں کا نظم کر دیتے ہیں، چھ سال ہوئے میں نے حج کے لیے پیسے جمع کیے تھے، آٹھ ہزار باقی تھے، وقت بہت قریب آ گیا، میں نے مولانا عبدالرشید سے کہا کہ ’’آٹھ ہزار قرض چاہیے،‘‘ انہوں نے دے دیے، پھر انہوں نے کہا کہ ’’آپ کو ایک آدمی نے آٹھ ہزار روپئے ہدیہ دیے ہیں،‘‘ میں نے کہا: ’’اللہ نے میرا قرض ادا کر دیا، اللہ کی مدد اور ان کی نصرت کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔‘‘

فرمایا: ’’طلبہ کے ساتھ ایک ہی انداز نہ رکھو، طلبہ پر کبھی بھروسہ نہ کرو، صحبتیں ان کو فاسد کر دیتی ہیں، یہ سب اپنے پورے تجربات کا اندازہ بتا رہا ہوں۔‘‘

فرمایا: ’’میں مسئلہ بیان کرنے میں لچک نہیں رکھتا، خواہ کسی کو اچھا لگے یا نہ لگے، صاف کہہ دیتا ہوں، مسئلہ میں میں نے کسی کی رعایت نہیں کی۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! بے ادبی سے پرہیز کرو‘‘ فرمایا: ’’میں اپنی کتاب پر اپنا نام نہیں لکھتا، اور نہ مجھے یہ سب پسند ہے، الاّ یہ کہ کسی نے مجھے میرا نام لکھ کر کتاب دی ہو۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! اچھی عادت ڈالو، دعائیں یاد کرو، مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتاب ’’آداب المعاشرت‘‘ پڑھو، اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو، تواضع کے ساتھ رہو، اختلاف نہ کرو، کینہ نہ رکھو، حسد نہ کرو، کسی کو حقیر نہ سمجھو، غیبت نہ کرو، جب غلطی کا احساس ہو تو چھوڑ دو، پھر اچھا طریقہ اختیار کرو، سمجھ رہے ہو؟ غلطی سب سے ہوتی ہے، جھوٹ نہ بولو، ہمیشہ سچ بولو، چغلی نہ کرو، اِدھر کی بات اُدھر نہ کرو، میں نے کبھی بالقصد چغلی نہیں کی۔‘‘

فرمایا: ’’مسلمانوں سے سچی محبت رکھو، جو کوئی کسی سے محبت رکھتا ہے وہ اس کی برائی نہیں کرتا۔‘‘

’’بچو! ایک ایک لفظ کا حساب دینا پڑے گا، جو کچھ یہاں بولو گے اس کا حساب دینا پڑے گا، یہاں قرآن بولو (پڑھو)، تسبیح پڑھو۔‘‘

فرمایا: ’’ایسے آرام سے کیا فائدہ جو جائز طریقہ پر نہ ہو؟‘‘

فرمایا: ’’ساتھیوں کی رکھی ہوئی کوئی بھی چیز بغیر پوچھے مت کھاؤ، آج تم کھا لیتے ہو تو بڑے ہونے کے بعد تمہیں افسوس ہوگا، بچو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بعضوں کو آخرت کا منظر سمجھ میں آجاتا ہے۔‘‘

’’بچو! آدمی یہاں جو چاہے کرلے، جب آنکھ بند ہونے لگتی ہے تب معلوم ہوتا ہے، بچو! بہت ڈر لگتا ہے، بہت تفریح کرتے تھے، سب سے توبہ کرتا ہوں‘‘ فرمایا: ’’میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ کسی کی کوئی چیز بغیر پوچھے نہ کھاؤ، میں نے بچپن میں ایک صاحب کا خربوزہ کھالیا تھا، وہ صاحب مر گئے، مجھے بڑا ہونے کے بعد احساس ہوا، پھر معلوم ہوا کہ ان کے تین لڑکے ہیں، اور وہ لکھنؤ میں رہتے تھے، تو میں نے کچھ پیسے بھیج دیے، معلوم نہیں کتنے دیے، بس بچو! کسی کی کوئی بھی چیز بغیر پوچھے مت کھاؤ۔‘‘

فرمایا: ’’اپنی جوانی کی قدر کرو، کچھ کرلو، دو چار رکعتیں پڑھ لو، میرے مربی اور محسن حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا تھا: ’’بولا نہیں جاتا، ‘‘ میں اس وقت جوان تھا، میرے دل میں آیا کہ زبان سے بولنا ہے، کیوں بولا نہیں جاتا؟ فرمایا: ’’اب مجھ سے بھی بولا نہیں جاتا، اب پتہ چلا، ‘‘ بچو! جوانی کی قدر کرلو، جب آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے تو کچھ نہیں کر پاتا۔ ‘‘

ایک مرتبہ مجھ (محمد جابر) سے فرمایا: ’’دیکھ، مدرسہ میں کون کون غریب ہے؟ میرے پاس صدقہ کے پیسے ہیں، دیکھنا سید نہ ہو، سید کو للہ رقم دینی چاہیے، ‘‘ فرمایا: ’’آلِ رسول ﷺ کو صدقہ کا مال نہ دیا جائے، کیا حضور پاک ﷺ کی اولاد کو صدقہ کا مال دیں گے؟ ‘‘

فرمایا: ’’اب جسے دیکھو گیت گا رہا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ ‘‘

فرمایا: ’’میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کے یہاں جاتا تھا، کبھی فضول بات نہیں کرتا تھا، صرف جا کے دیکھتا تھا، صرف ایک مرتبہ آنکھ کے بارے میں پوچھا تھا۔ ‘‘

فرمایا: ’’اتنا پڑھو کہ قرآن تمہارا دوست ہو جائے اور تم قرآن کے دوست ہو جاؤ۔ ‘‘

فرمایا: ’’آدمی کو ہر وقت یہ سوچنا چاہیے کہ مجھے جانا ہے، آدمی کی عمر کتنی ہی طویل ہو جائے اسے جانا ہی ہے، اور اللہ کے یہاں سب کو حساب دینا ہے، لہٰذا اپنے اوپر نہ بندوں کے حقوق باقی ہوں نہ اللہ کے۔ ‘‘

فرمایا: ’’آدمی اپنے عزیز وقریب اور بیٹے کو چھوڑ دے گا، یہاں سب صاف کرو، اس میں کیا ذلت ہے کہ آدمی یوں کہہ دے کہ ’’بھائی! معاف کردے‘‘ آدمی جب زبان سے معاف کرتا ہے تو دل سے بھی معاف کردے۔ ‘‘

ایک مرتبہ عصر کے بعد ایک طالب سے کہا: ’’مجھے بھوک لگی ہے، چائے پلا اور چائے کے ساتھ کچھ کھلا، ‘‘ طالب علم چائے اور بسکٹ لے کر آیا، فرمایا: ’’ دیکھ،

بسکٹ مشکوک تو نہیں ہے؟'' دیکھا تو پارلے کمپنی کی تھی، فرمایا: ''پارلے کمپنی کی بسکٹ میں نہیں کھاتا، مشکوک ہے،'' چھوڑ دیا، نہیں کھایا، فرمایا: ''میں برما کمپنی کا کھاتا ہوں۔''

بہار کے لوگوں میں میں نے یہ خوبیاں دیکھیں کہ وہ بہار کے لوگوں کی آپس میں خیر خبر لیتے ہیں، آپس میں علاقائی مروّت میں کوئی حرج نہیں۔''

''بچو! پکے مسلمان بنو۔ "اُدْخُلُوا فِیْ السِّلْمِ كَافَّةً." اسلام میں زبان بھی داخل ہو، اس سے کلمہ پڑھو، اعضاء بھی داخل ہوں، اعضاء کا غلط استعمال نہ کرو، آنکھ برا نہ دیکھے۔''

فرمایا: ''یہ پیسے رہیں گے نہیں، بہر حال جو کچھ ہے وہ رہے گا نہیں، آج نہیں تو کل ختم ہو کے رہے گا، آدمی کا کسی کے ذمہ جو بھی حق باقی ہو اُسے ادا کر دے۔''

''موت آئے گی تو سب کچھ چھڑا دے گی، آخرت میں ترازو آئے گا، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ آخرت میں وزن کیے جانے سے پہلے وزن کر لو۔''

فرمایا: ''مولویوں میں حسد بہت ہے،'' اس کے سبق میں اللہ نے کیوں قبولیت دی؟'' یہ کیوں نہیں سوچا کہ یہ اللہ کے علمِ قدیم کے مطابق ہے، جو ان کے علم میں ہے وہ ہو کر رہے گا۔''

فرمایا: ''تم سب مسلمان ہو، سب ایک ہیں، جمعیت، تبلیغ اور مدارس سب ایک ہیں۔''

فرمایا: ''اپنا محاسبہ کرو کہ ہم نے دن بھر کیا غلطیاں کیں؟ جب اپنی غلطیاں نظر آئیں گی تو دوسروں کی غلطیاں نظر نہیں آئیں گی۔''

فرمایا: ''ایک ہی لفظ ایک کو اچھا لگتا ہے اور دوسرے کو اچھا نہیں لگتا، تو میں وہ لفظ کیوں کہوں؟'' فرمایا: ''ہنسانے میں وہی کلمہ بولو جس سے تکلیف نہ ہو، کوئی مشہور ہو جائے تو الگ بات ہے۔''

فرمایا: ''اپنے محسنوں کو کچھ نہ کچھ پڑھ کے بخش دو، دو رکعات پڑھ کے بخش دو، جیسے میرے محسن حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب پالن پوریؒ۔''

ایک صاحب نے حج میں پانچ سو ریال دیے، میں نے کہا: ''اور کوئی جگہ دے دوں گا،'' انہوں نے کہا: ''ٹھیک ہے، میں نے آپ کو دیا ہے،'' تو میں نے ایک جگہ جہاں قرآن کی تلاوت ہوتی ہے وہاں دے دیا۔''

''ادا کرنے کی نیت سے جب اللہ کے لیے کوئی اُدھار لیتا ہے تو خواہ عالم ہو یا غیر عالم، اللہ تعالیٰ ادا کروا دیتا ہے۔''

فرمایا: ''بغیر ڈاڑھی والوں کو طعنہ اس لیے دیتا ہوں تاکہ وہ ڈاڑھی رکھ لیں، میرا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔''

فرمایا: ''بچو! روزی ڈاڑھی کٹانے سے تھوڑی آتی ہے اور عزت ڈاڑھی کٹانے سے تھوڑی آتی ہے، بس، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔''

فرمایا: ''ڈاڑھی مونڈوانا کسی مسلمان کا کام نہیں ہے، یہ تو غیر مسلم کا کام ہے، عیسائی کا کام ہے، جس نے حکمِ الٰہی کی رعایت کی اللہ تعالیٰ نے اس کو دیا۔''

''بیٹا! شریعت کی پابندی کرو، جو کچھ کرو اللہ کو خوش کرنے کے لیے کرو، دیکھو، روزی آسمان سے آتی ہے۔''

''بچو! قرآن پڑھو، جب آنکھ بند ہوگی تو تمہاری انگلی کون پکڑے گا؟ یہ قرآن ہی تمہارا ہاتھ پکڑے گا، تمہیں کامیاب کروائے گا۔''

فرمایا: ''مولویوں کے پاس یہی ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے، اللہ پاک نے یہ فرمایا اور اللہ کے رسول ﷺ نے یہ فرمایا'' اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں۔''

فرمایا: ''قرآن پڑھو، آواز سے پڑھو، شوق سے پڑھو، اوّابین پڑھو تو آواز سے پڑھو۔''

''بچو! اولاد سب کو اللہ ہی دیتا ہے۔''

’’کھانا ہی مقصد ہے تو کھانا تو بھینس وغیرہ بھی کھاتے ہیں۔‘‘

’’ہمارے یہاں کتنے ہی اساتذہ ایسے تھے کہ ان کے یہاں مہینے کے اخیر میں فاقہ ہوتا تھا،‘‘ فرمایا: ’’میرے یہاں ایک دن دوپہر کا فاقہ ہوا، عصر کے وقت دعا کی، اے اللہ! بھوک برداشت نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ نے انتظام کر دیا، میں واحد ہوں یہاں کے اساتذہ میں جسے فاقہ نہیں ہوا۔‘‘

’’ہم نے جن اساتذہ سے پڑھا وہ ہمارا دِل دھوتے رہے، انہوں نے مال بال کی لالچ نہیں رکھی۔‘‘

فرمایا: ’’ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ ’’ہر ایک کی کمائی اس کی ملک ہے، باپ کو زبردستی لینے کا حق نہیں۔‘‘

’’روزی کچھ نہ کچھ اللہ تعالیٰ ہی کھلاتے ہیں، بندہ ناشکری کیسے کرے؟‘‘

’’بچو! میں چاہتا ہوں کہ تم دین کی کوئی خدمت کرو۔‘‘

’’بیوی ہی ایسی چیز ہے کہ شوہر اس کے ہاتھ سے بے تکلف لیتا ہے، یہ سب میری باتیں یاد رکھنا، تجھے کام آئیں گی۔‘‘

فرمایا: ’’مکتب کے پیسوں میں برکت ہے، چھوٹے مدرسوں کے پیسوں میں برکت ہے۔‘‘

فرمایا: ’’کیلا چھیلو بائیں ہاتھ سے، کھاؤ دائیں ہاتھ سے۔‘‘

فرمایا: ’’قرآن پڑھو، قرآن مرنے کے بعد شفاعت کرے گا، بچائے گا، کام دے گا۔‘‘

’’بچو! صحت کی قدر کرو، اس نیت سے قدر کرو کہ میری صحت اچھی رہی تو دین کی خدمت کروں گا۔‘‘ فرمایا: ’’دین اور دنیا کا کام صحت سے ہوگا۔‘‘

فرمایا: ’’جو بھی سبق کی غیر حاضری کرتا ہے اس کو پڑھانے کی توفیق نہیں ملتی۔‘‘

فرمایا: ’’ضرورت کہتے ہیں جس کے ہٹ جانے سے نقصان ہو، حاجت کا تو

پیٹ ہی نہیں بھرتا۔“

”لین دین کا مسئلہ چھوٹے بھائی اور بڑے بھائی کے درمیان جھگڑا پیدا کر دیتا ہے، اگر ہو سکے تو پانچ روپئے سے مدد کرو، میں یہ سب اس لیے سناتا ہوں کہ بھئی! لین دین میں بڑا احتیاط چاہیے، ورنہ اس سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔“

”بچو! مقدّر کے سامنے سب ہارے ہوئے ہیں۔“

فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے چاہتے ہیں تو کسی کو کوئی چیز فائدہ دیتی ہے اور کسی کو نقصان کرتی ہے۔“

فرمایا: ”یہ دنیا کا سفر ہے، جو آخرت کی منزل ہے، اس لیے بچو! منزل کی تیاری کرو، سب سے پہلے توبہ کا توشہ لو اور گناہوں سے توبہ کرو، بچو! آخرت کے لیے ابھی سے تیاری کرو، کیا پتہ موت کب آجائے؟ اس لیے بچو! گندے نہ رہو۔“

فرمایا: ”دین کی خدمت کرو، اللہ تعالیٰ سب کا انجام بخیر فرمائیں، بچو! اللہ سے ڈرو، آخرت کا شوق پیدا کرو۔“

”یہاں ایک عورت تھی، وہ اپنے بچے کے لیے دعا کرتی: ”اللہ تجھے ہر وقت قرآن پڑھنے والا بنادے“ تو ان کا لڑکا ہر وقت قرآن پڑھتا رہتا تھا، اور وہ لکڑیوں کا کام کرتے تھے، جب وہ بوڑھے ہو گئے، اللہ کو رحم آیا، تو اللہ نے یتیم خانہ والوں کے دل میں رحم ڈالا، تو انہوں نے پڑھانے کی جگہ دی۔“

”بچو! آخرت کی فکر کر لو، نوافل سے محبت کرو، قرآن سے محبت کرو، یہ محبت ضائع نہیں ہوگی، شکل وصورت کی محبت ٹوٹ جاتی ہے۔“

”اس سال (۱۴۲۷ھ) میں زندہ ہوں، اگلے سال بھی اُمید ہے، پھر بعد میں پتہ نہیں۔“

’’ہمارے والدؒ نے کبھی ہمیں بال نہیں رکھنے دیے، حالاں کہ وہ انگریزی داں تھے، جب تک والدؒ کے پاس رہے تب تک ہر ہفتہ سر مونڈوانا ضروری تھا۔‘‘

فرمایا: ’’میں بلا وجہ کسی غریب کے سر نہیں ہوتا، یعنی غریب کے پاس سے کوئی کام نہیں لیتا، پیسے وغیرہ نہیں لیتا۔‘‘

مولانا اطہر صاحب صاحب زادۂ مفتی سعید احمد صاحب اجراڑویؒ کو کسی نے کہا کہ ’’پیسے ہیں؟‘‘ کہا کہ ’’ہاں، ہیں، لیکن دینے کے نہیں ہیں،‘‘ میں نے کہا: ’’یہ بہت اچھا نسخہ ہے۔‘‘

فرمایا: ’’جب ہم جوان تھے، کوئی پاؤں دباتا تھا تو ہم ناراض ہو جاتے تھے، بہت برا لگتا تھا۔‘‘

’’ہم بچے تھے اس وقت سڑی ہوئی چیزیں کھا لیتے تھے، حضرت شیخ رحمہ اللہ کے یہاں ہم قربانی کا سڑا ہوا گوشت کھا لیتے تھے، کیوں کہ بڑے میاں کے سامنے کون انکار کرے۔‘‘

نوٹ : اس طرح کے ملفوظ کی وضاحت نوٹ کی شکل میں اس سے پہلے صفحہ نمبر (۱۷) پر کر دی گئی ہے۔ (از: محمد جابر عفی عنہٗ)

’’بچو! ہم غریب تھے، آم کہاں دیکھتے تھے؟ سڑا ہوا آم کھاتے تھے۔‘‘

فرمایا: ’’ہم مفتی مظفر حسین صاحبؒ کا بہت احترام کرتے تھے۔‘‘

’’میں نے کسی اُستاذ کا مقابلہ نہیں کیا، مجھے یہ باتیں اچھی نہیں لگتیں۔‘‘

ایک مرتبہ فرمایا: ’’اگر تو اس اَمرود میں تھوڑی چینی اور تھوڑا سا نمک ڈالتا، جیسا کہ رمضان میں ہوتا ہے، تو میں اس کے ساتھ روٹی کھا لیتا۔‘‘

فرمایا: ’’میں نے آج دوپہر کو دو لقمہ کھانا کھایا، پھر ابھی (عصر کے بعد) تھوڑا اَمرود کھایا، غور کرو، وہ ذاتِ گرامی جو ایک وقت کھاتی تھی اور ایک وقت کا فاقہ، ان کا کیا

ہوگا؟ یہ بھی نہیں کہ پیٹ بھر کر کھانا ہوتا تھا، کبھی سوکھا، کبھی کھجور، ان کی سب باتیں پڑھ کر آدمی کو سبق لینا چاہیے، اگر آپ کو دین کی خدمت کرنی ہے تو فاقہ کرو۔‘‘

ایک صاحب سے فرمایا: ’’ہر جگہ دعوت قبول نہ کرو۔‘‘

فرمایا: ’’دیہاتوں میں جماعتیں بھیجی جائیں، دین تب ہی بچے گا جب یہ دیہات کے لوگ دعوت وتبلیغ کا کام کریں گے، کیوں کہ دیہات کے لوگ پکے ہوتے ہیں۔‘‘

’’بچو! نماز پڑھو، جماعت کے ساتھ پڑھو، یونس اس کمرہ میں ایک دو ساتھیوں کے ساتھ پڑھ لیتا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ ’’جو لوگ رات کی تاریکی میں نماز کے لیے جاتے ہیں ان کو نورِ تام کی بشارت دی جاتی ہے۔‘‘ میں نے یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں جب پڑھی تو بہت خوش ہوا تھا، رات کی تاریکی میں ہم مسجد چلے جاتے تھے، شکر ادا نہیں ہوا، اس لیے یہ نعمت چھین لی گئی، بچو! غنیمت جانو، جتنا ہو سکے اللہ کو راضی کرلو۔‘‘

فرمایا: ’’مشترک معاملہ ہوتا ہے، کوئی آدمی ہمت نہیں کرتا۔‘‘

فرمایا: ’’جب آدمی نیکی پر آجاتا ہے تو اس کو کوئی چیز نہیں ہٹاتی۔‘‘

فرمایا: ’’نفس انسانی کا خاصہ ہے کہ کسی کو پریشان دیکھ کر شریف النفس پریشان ہو جاتا ہے، کسی کو تکلیف دینے سے بہت پرہیز کرنا چاہیے۔‘‘

فرمایا: ’’کسی کی چیز کو نہ دیکھو، میرے ابّا نے سو (۱۰۰) سے زائد بار کہا تھا، میں کسی کے ساتھ کھانا نہ کھاتا تھا۔‘‘

فرمایا: ’’جو کسی اور نیت سے ہدیہ دیتا ہے تو میں نہیں لیتا اور کسی کے اشارہ پر ہدیہ نہیں لیتا۔‘‘

ایک صاحب کو حضرتؒ نے چائے پلائی، ان صاحب نے چائے پینے کے بعد حضرتؒ کو ہدیہ دینا چاہا، حضرتؒ نے فرمایا: ’’چائے اس لیے نہیں پلائی تاکہ ہدیہ لوں۔‘‘

ایک صاحب نے ہدیہ دیا تو فرمایا: ’’یاد رکھو، میں اپنے اوپر خرچ نہیں کروں گا،

اِدھر اُدھر خرچ کروں گا، جب کتابیں خریدتا تھا اس وقت میں جمع کرتا تھا، لوگ پیسے دیتے ہیں تو جمع رکھتا ہوں، پھر دے دیتا ہوں، آپ لوگ بھی سنئے! آپ کو بھی مسجد بنانے میں پیسے دینے چاہیے۔''

فرمایا: ''قوم کے پیسوں میں احتیاط چاہیے، قوم کے پیسے اپنے اوپر خرچ نہیں کرنے چاہیے، ورنہ وہ پیسے بلا بنیں گے۔''

فرمایا: ''ایک مرتبہ میرے پاس مہمان آئے، میرے پاس کچھ نہیں تھا، جب مہمان چلنے لگے تو ایک صاحب کیلا لے کر آئے، میں نے کہا: ''کیوں لائے؟'' تو انہوں نے کہا: ''مہمان کے لیے لایا تھا،'' میں نے کہا: ''جاؤ، مہمان کو دے آؤ، ابھی نیچے ہوں گے، وہ کیلا لے کر نیچے گئے اور مہمان کو دے دیے،'' بتاؤ بچو! میں کیسے کھا سکتا ہوں؟ جب کہ لوگ مہمان کی نیت سے لے کر آتے ہیں۔''

پریشان سائل کے جواب میں فرمایا: ''سر سجدے میں رکھ کر اللہ کے سامنے یہ کہو کہ ''اے اللہ! ہم بے کس ہیں، مدد فرمائیے۔''

فرمایا: ''جو آدمی کسی کی بیماری کے بارے میں کچھ کہتا ہے تو کہنے والے کو کچھ نہ کچھ ہو جاتا ہے، میں کسی کو کچھ نہیں کہتا، کسی کو کچھ نہیں کہنا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کیا تکلیف ہے۔''

فرمایا: ''بچو! نماز کا اہتمام کرو، "أقیموا الصلوٰۃ" نماز کو قائم کرنا ہے، نماز کو اس کے اوقات اور اس کے آداب کے ساتھ ادا کرنا۔ "سابقوا إلی الخیرات"...... وقت ہوتے ہی نماز پڑھ لو، اس کی کھلی دلیل یہ ہے کہ صحابۂ کرامؓ آپ ﷺ کا بھی انتظار نہیں کرتے تھے، آپ ﷺ بھی اس کو پسند فرماتے تھے۔'' فرمایا: ''تمہارے پیر صاحب دیر کرتے ہیں،'' یہ دلیل نہیں، نبی ﷺ کا عمل دلیل ہے، آپ ﷺ ایک ضرورت سے قبا جا رہے ہیں، فرما رہے ہیں کہ ''نماز کا وقت ہوتے ہی نماز پڑھ لینا۔''

مدارس والوں کے یہاں بہت کوتاہی ہے، جو وقت ہے اس کا اہتمام کرو۔‘‘

’’بچو! کسی کی کوئی چیز استعمال نہ کرو، اس سے اخلاق خراب ہوتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’بعض لوگ آتے ہیں، جاتے ہیں، بعض مرتے ہیں اور بعض جیتے ہیں، اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے، بہرحال جانا ہے، جا کر لوٹنا نہیں ہے، اُس منزل کے لیے تیاری کرو۔‘‘

فرمایا: ’’دو ہی تو کام ہیں، جس کے کرنے کا حکم ہے وہ کرو، اور جس سے منع کیا ہے اس سے بچو۔‘‘

’’بچو! جب اپنے وطن جاؤ اور کوئی میری برائی کرے تو اس سے معافی چاہو کہ ’’وہ معافی چاہتا ہے،‘‘ میرا جی چاہتا ہے کہ سب سے معافی مانگ لوں، ایسا کام کیوں کیا جائے جس سے دوسرے کو تکلیف ہو؟ سب پر افسوس کرتا ہوں، ساری زندگی پر نظر ڈالتا ہوں، سب قصور ہی قصور نظر آتا ہے۔‘‘ فرمایا: ’’جو جادوگر ہوتے ہیں اگر آپ ذرا بھی ان کو چھیڑ دیں تو وہ جادو کر دیتے ہیں۔‘‘

’’بچو! تم میرے لیے روزانہ تین بار ’’قل ہو اللہ احد‘‘ پڑھ لیا کرو، تمہارا بہت بڑا احسان ہوگا، جب یہ سوچتا ہوں کہ پیچھے کوئی نہیں ہے، تو دل رونے لگتا ہے، ’’اے اللہ! کوئی سہارا نہیں ہے، تو سہارا بن جا۔‘‘ (اس بات پر حضرتؒ رونے لگے)۔ از: محمد جابر۔

’’بچو! نیک نیتی رکھو، نیک عمل کرو، دنیا کا مال اور عزت کوئی چیز نہیں ہے۔‘‘

فرمایا: ’’زندگی کا حال یہ ہے کہ آدمی ابھی زندہ ہے، ہارٹ اٹیک ہو گیا، ابھی زندہ ہے، کسی نے گولی ماردی، جب زندگی پر بھروسہ نہیں ہے تو تکبر کیسا؟ دوسروں کو حقیر سمجھنا کیسا؟ اس سے بچو، بچوّ! میں تو بہت مذاق کرتا تھا، اب سمجھ میں آ گیا۔‘‘

فرمایا: ’’اِدھر کی بات اُدھر نہ پہنچاؤ، یہ چغلی ہے، اس سے آدمی بدنام ہوتا ہے اور گنہگار بھی ہوتا ہے۔‘‘

فرمایا: "أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ" اللہ کے ذکر سے قلب کو سکون حاصل ہوتا ہے، جب یہ کیفیت ہو تو گھر کے کونے میں بیٹھ کر ذکر اللہ کرے، پھر دیکھے کہ گھر کی دیواروں میں کیا نور پیدا ہوتا ہے، دار الطلبہ قدیم مسجد کلثوم میں جا کے ذکر اللہ کا نور دیکھ لو، اس لیے کہ وہاں بڑے بڑے اولیاء اللہ آتے تھے اور ذکر اللہ کرتے تھے، نیز نظام الدین مرکز میں نیچے کے حصے میں دیکھیں، کیا ہی نور ہے، اور اوپر کے حصے میں نہیں ہے، ذکر میں بڑی طاقت ہے، اصل میں ذکر اوپر سے رَبط رکھتا ہے، اسی لے میں کہتا ہوں کہ آواز سے قرآن پڑھو۔''

فرمایا: ''جتنے اللہ والے گزرے ہیں سب اپنا ایک وقت متعین رکھتے تھے اور تنہائی میں ذکر کرتے تھے۔'' فرمایا: ''تو'' اور ''میں'' باتیں کرنے میں کیا رکھا ہے؟''

فرمایا: ''میں پہلے تفریح کرتا تھا، اب توبہ کر لی ہے، میں کسی کی تحقیر کے طور پر تفریح نہیں کرتا، کسی کو تکلیف ہو ایسی تفریح سے کیا فائدہ؟''

فرمایا: ''بزرگوں کا مقولہ ہے کہ ''ہم کو جو کچھ بھی ملا ہے کلمہ شریف کی برکت سے ملا ہے۔'' بچو! ہر وقت کلمۂ طیبہ پڑھتے رہو۔''

فرمایا: ''ہمارے ناظم صاحبؒ (حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ) زبردست شیخ طریقت تھے، لیکن کبھی کوئی کلمہ فخر کا نہیں بولتے تھے، اور نہ بے ضرورت کبھی بولتے تھے۔''

فرمایا: ''یہ دُنیا دارِ فانی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَان"
فرمایا: ''لوگ آتے ہیں، جاتے ہیں، اور جو جاتا ہے وہ واپس نہیں لوٹتا، تو کچھ اعمال کر لو، اور جس حق والے کا جو حق باقی ہو اسے راضی کر لو۔''

فرمایا: ''قرآن یاد کرنا حافظ بننے اور شہرت کے لیے نہیں، بلکہ قرآن یاد کرنا اس کو پڑھنے اور سمجھنے کے لیے ہے، جو حافظ نہیں ہے وہ سورۂ یٰسین پڑھ لے، جس کو سورۂ یٰسین یاد نہ ہو تو جو سورت یاد ہو اسے پڑھ لے، مقصد یہ ہے کہ قرآن پڑھنا ہے، بھئی،

جس کو جہاں سے یاد ہو پڑھتا رہے۔‘‘

ایک صاحب نے کہا: ’’حضرت! اصلاح کے لیے آیا ہوں‘‘ فرمایا: ’’اصلاح کے معنیٰ ہیں درست کرنا، یعنی اپنے آپ کو شریعت کے ڈھانچے میں ڈھال دینا۔‘‘ نگاہوں کی حفاظت کرو، قلب کی حفاظت کرو اور کان کو اِدھر اُدھر کی باتوں سے بچاؤ، قلب کا رُخ غیر اللہ سے کٹ جائے۔‘‘

’’مراقبۂ دعائیہ میں آنکھیں بند کرنا ہے، دل ہی دل میں دعا مانگنا ہے، گناہوں پر روؤ دھوؤ، مراقبۂ دعائیہ کے لیے کوئی خاص وقت متعین کر لو۔‘‘ فرمایا: ’’ساری آفتیں گناہوں کی وجہ سے آتی ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’کلمہ، درود اور استغفار کثرت سے پڑھتے رہو۔‘‘

فرمایا: ’’کوئی اچھی چیز کھاتا ہوں اور مہمانوں کا خیال آتا ہے تو چھوڑ دیتا ہوں، یہی فکر نہ ہو کہ میں ہی کھالوں، بلکہ یہ فکر ہو کہ مہمان کھالے۔‘‘

فرمایا: ’’ہر ایک شخص مرنے کے بعد محتاج ہے، ”فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ“ (حضرتؒ نے ترجمہ کیا) پھر فرمایا: ’’کوئی برائی نہ کرو، نہ کسی مسلمان کو تکلیف دو اور نہ اس کی تکلیف کا سبب بنو۔‘‘

فرمایا: ’’علم حاصل کرنے کے بعد غلطی کرنا اور لاعلمی میں غلطی کرنا، دونوں میں فرق ہے، اوّل تو اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ ہم سے کیا کوتاہی ہوئی؟‘‘

فرمایا: ’’یہاں تو بچو! آدمی بڑا بن جاتا ہے، اللہ کے یہاں کچھ نہیں چلے گا۔‘‘

فرمایا: ’’بس، یہی جو کچھ ڈانٹا ہے معاف کرنا، پُرانے بزرگوں کا ڈانٹنا اور تھا۔‘‘

فرمایا: ’’آج کل کی نیتیں کیسی ہیں؟ ڈرنا چاہیے۔‘‘

فرمایا: ’’بسم اللہ کہہ کر کھا، اس میں برکت ہوگی، اللہ برکت دیتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’دنیا میں جو کچھ کر کے جاؤ گے وہ تمہارا عمل ہوگا، اللہ کو خوش کر کے جاؤ، سب

سے پہلے توبہ کرو، توبہ صغائر اور کبائر دونوں سے کرو، کسی کو تکلیف نہ دو، پہلے میں لوگوں سے مذاق کرتا تھا، ایک دِن خیال آیا کہ مذاق ایک کی کرتا ہوں، سب کو بُرا لگتا ہے، اس سے کیا فائدہ؟ افسوس یہ ہے کہ آخری عمر میں خیال آیا ہے، پھر میں نے لڑکوں کے سامنے توبہ کی، اعلان کیا کہ میں نے توبہ کی ہے۔‘‘ فرمایا: ’’مذاق کرنا کوئی اچھی بات نہیں۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! دو چار پیسوں کے لیے کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ، چند پیسوں کے لیے مسلمان کو لوٹنا اور اس کو تکلیف دینا سخت گناہ ہے، چند پیسوں کے لیے آدمی اپنی ہیئت کو بدل دے تو کیا کیا سننی پڑتی ہے، تقویٰ سے رہو، اپنے مسلمان بھائی کو تکلیف نہ دو، اسی طرح غیر مسلم کو بھی تکلیف نہ دو، جانوروں کو بھی بلاضرورت نہ مارو، جانور کے منہ پر مارنا حرام ہے۔‘‘

فرمایا: ’’معلوم نہیں کتنے دِن کی زندگی باقی ہے، سوچتا ہوں تو گناہوں کا اَنبار نظر آتا ہے، بس، اللہ پاک سے معافی مانگتا ہوں۔‘‘

فرمایا: ’’مولانا نصیر احمد خان صاحبؒ (شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند) سے میں تقریباً بیس سال چھوٹا ہوں، مولاناؒ کی زندگی پر رَشک آتا ہے۔‘‘ (یہ ملفوظ ۱۴۲۷ھ میں اِرشاد فرمایا تھا، اس لیے کہ حضرت اقدس مولانا نصیر احمد خان صاحبؒ اتنی عمر میں بھی پڑھانے جاتے تھے)۔ از محمد جابر عفی عنہٗ۔

فرمایا: ’’بخاری شریف کی حدیث شریف ہے کہ اگر کوئی سو بار ”سبحان اللّٰہ و بحمدہٖ......الخ“ پڑھ لے تو اس کے گناہ ساقط ہو جائیں گے، اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں، کیا دیر لگی ”سبحان اللّٰہ......الخ“ پڑھنے میں؟ دو منٹ لگے۔‘‘

فرمایا: ’’علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا: ’’بخاری کی شرح لکھ دیجیے،‘‘ تو فرمایا: ”لا هجرة بعد الفتح.“

فرمایا: ’’اپنے علم کے اظہار کے لیے یوں کہنا کہ ’’یہ بات فلاں کتاب میں ہے۔‘‘

موجب مؤاخذہ ہے، جب ہم ابتدا میں حدیث پڑھاتے تھے تو کچھ معلوم نہیں تھا۔“

فرمایا: ”ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے، ڈرنا چاہیے، آخرت کی فکر کرنی چاہیے، کسی کے چار پیسے دبا دیے تو کیا؟ کسی کی عزت لوٹ لی تو کیا؟ دنیا ہی میں آدمی سب سوچ لے، حقوق العباد کی ادائیگی کی کوشش کی جائے، کسی کی عزت نہ لی جائے، کمزور سمجھ کر اس کو ڈانٹا نہ جائے، کہنے کا حق صرف باپ، استاذ اور پیر کو ہے، پھر یہ کہنا شان کے لیے نہ ہو، باپ یا چچا کہہ سکتا ہے، کیوں کہ وہ اصلاح کے لیے کہتے ہیں۔“

ایک تبلیغی جماعت مدرسہ میں آئی، انہوں نے دعا کی درخواست کی، تو فرمایا: ”اللہ آپ کی چلت پھرت کو قبول فرمائے، آپ کے سفر کو خیرات کا سبب بنائے۔“

فرمایا: ”مسلمانوں کے جھگڑے بہت پھیلے ہوئے ہیں، معلوم نہیں چھوٹی چھوٹی بات پر جھگڑتے ہیں، غصہ سب کو آتا ہے، مجھے بھی آتا ہے، بعد میں سوچ کر ٹھنڈا ہو جاتا ہوں، مجھے بچو! آپس کی لڑائی سے گھبراہٹ ہوتی تھی، میں لڑائی بھڑائی نہیں کرتا تھا۔“

فرمایا: ”بچو! سب کی رِعایت کرنی چاہیے، صرف اپنی نہیں۔“

ایک صاحب ایک شراب پینے والے کو لے کر حاضر خدمت ہوئے، انہوں نے کہا: ”حضرت! یہ شراب پیتے ہیں،“ فرمایا: ”توبہ کرو، بری صحبت چھوڑو، جب شراب پینے کو جی چاہے تو بڑی الائچی کوٹ کر رکھو، اس کی پھانکی پی لو، اس پر پانی پی لو، پھر آہستہ آہستہ عادت نکل جائے گی۔“

ایک صاحب سے فرمایا: ”آپ کے کتنے بیٹے ہیں اور کتنے پوتے ہیں؟“ ان صاحب نے کہا: ”۵ بیٹے اور ۴ پوتے ہیں،“ فرمایا: ”اب آخرت کی تیاری کرو، اب تو دادا ہو گئے ہو، شکل وصورت میں نہ لگے رہو۔“

(یہ صاحب ڈاڑھی مونڈوائے ہوئے تھے، از: محمد جابر)

پھر حضرتؒ نے فرمایا: ”ہمارے شیخ رحمہ اللہ نے ایک شخص کو سمجھاتے ہوئے

فرمایا تھا کہ ’’اس دِن کو سوچو جس دِن حضور پاک ﷺ اپنا چہرۂ انور گھما لیں گے، اس دِن کیا حال ہوگا؟ روزی روٹی تو اللہ دیتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’حدیث شریف کے پڑھنے سے انسان کے نفس میں درستگی آتی ہے، اپنے اخلاق کی کمی محسوس کرتا ہے اوراس کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے، دیکھئے! اگر آپ نیک ساتھی کے پاس بیٹھتے تو ہو تو نیکی آتی ہے، اپنی جوانی کو درست کرلو، جو آدمی تہجد پڑھتا ہے اس کے چہرے پر نور آجاتا ہے اور باطن سنور جاتا ہے، لوگ بتاتے ہیں کہ جو آدمی بدکاری کا عادی ہوتا ہے اس کا جسم گرم ہوجاتا ہے، ہر وقت ڈرتے اور کانپتے رہنا چاہیے، جب بھی موقع ملے نیکی کرلو۔‘‘

فرمایا: ’’حدیث یعنی حضور ﷺ کے قول وفعل میں آپ ﷺ کی نورانیت سرایت کیے ہوئے ہوتی ہے، جب آدمی حدیث سے اشتغال رکھتا ہے تو اس کا باطن دُھل جاتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’ایک حدیث شریف میں حضور ﷺ نے فرمایا: ’’قیامت میں میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو کثرت سے مجھ پر درود پڑھتا ہے، ”إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلوٰةً.“ ائمۂ فن نے تشریح کی ہے کہ سب سے زیادہ درود پڑھنے والے لوگ حدیث شریف پڑھنے والے اور پڑھانے والے ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم کی دارالحدیث کے بارے میں فرمایا کہ ’’جتنا درود شریف یہاں ہوتا ہے اور کہیں نہیں ہوتا۔‘‘ میرے عزیزو! حضرتؒ کے اس بیان سے سبق لینا چاہیے، حضور ﷺ کا نام مبارک آتے ہی درود شریف پڑھنا چاہیے، ایک مرتبہ پڑھنے سے کبھی بیڑا پار ہوجاتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’امام وکیعؒ فرماتے ہیں کہ ’’اگر تم حدیث یاد کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو اس پر عمل کرو۔‘‘ آدمی کو حدیث شریف کی برکت اسی وقت حاصل ہوگی جب وہ اس پر عمل کرے۔‘‘

فرمایا: ’’بڑے بڑے لوگ محدثین کے یہاں آتے تو اَدب کے ساتھ آتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب حضرت زیدؓ کے وہاں علم حاصل کرنے جاتے تو چادر بچھا کر دروازے پر سو جاتے۔‘‘

فرمایا: ’’آدابِ تعلیم میں سے یہ بھی ہے کہ اساتذہ سے جو کچھ سنے حسب استعداد لکھ لے، بعض وقت جسے آپ ہلکی بات سمجھتے ہیں کام آتی ہے۔‘‘

فرمایا: ’’بدن اللہ کی اَمانت ہے، سردی وغیرہ سے اس کی حفاظت واجب ہے، جیسے معاصی سے بدن کی حفاظت ضروری ہے، ایسے ہی سردی اور گرمی سے بھی حفاظت ضروری ہے۔‘‘

فرمایا: ’’کوئی بھی شخص خیالات سے خالی نہیں ہے، آدمی کو اپنے رب سے التجا کرنا اور ان کی پناہ مانگنی چاہیے۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! چوبیس گھنٹوں میں تم نے منہ سے ’’اللہ اکبر‘‘ کہا، ساتھ ہی دل سے ’’اللہ اکبر‘‘ کہو، تم حدیث پڑھنے والے ہو، بچو! کیوں نہیں کہتے ہو کہ دل سے ’’اللہ اکبر‘‘ نہیں کہا جاتا؟‘‘ ......وائے ناکامی! متاعِ کارواں جاتا رہا۔

فرمایا: ’’گناہ ہو جانا عیب نہیں، معصیت میں پڑے رہنا عیب ہے، جب معصیت ہو جائے تو فوراً توبہ کرلو، ارے بھائی! اللہ پاک کو خوب خوب راضی کرلو۔‘‘

فرمایا: ’’کسی غریب پر مت ہنسو۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! وہ طریقہ اختیار کرو جو تمہارے بڑوں نے اختیار کیا ہے، اور ایسے طریقے اختیار نہ کرو جو غیروں کے ہوں۔‘‘

فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ سجدہ کرنے سے خوش ہوتے ہیں، اِتنے سجدے کرو کہ مالک کو پیار آجائے اور وہ خوش ہو جائے۔‘‘

فرمایا: ’’حضرت شیخ رحمہ اللہ امرتسر کے اسٹیشن پر پہنچے تو کسی سکھ کی دُکان پر

جا کے پیسے نکالے اور کباب خریدنا چاہا، تو دُکان دار سکھ نے کہا کہ ’’تمہارے لیے نہیں ہے‘‘ بچو! پہلے زمانے میں سکھ ایسے تھے۔‘‘ (کیوں کہ سکھ لوگ سوّر کا گوشت کھاتے ہیں)۔ از: محمد جابر۔

فرمایا: ’’جو بچے بات لکھ سکتے ہیں وہ اپنے اساتذہ کی باتیں لکھیں، بچو! قدر کرو، جب تم گھر چلے جاؤ گے تو تمہیں یہ لکھی ہوئی باتیں کام دیں گی، بچو! اساتذہ کی بات نقل کرلو، باتیں لکھ کے سوچی جاسکتی ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! تمہاری دعا کی ضرورت ہے، دعا کرنا میرے لیے۔‘‘

فرمایا: ’’آدمی نخرے نہ کرے، کسی چیز پر اعتراض نہ کرو، میں اَدرک کی چائے کو شربت کہتا تھا، اب مجھے ڈاکٹر نے اَدرک پینے کو کہا ہے، اب میں اپنی سزا بھگت رہا ہوں۔‘‘

فرمایا: ’’اللہ کے لیے محبت یہ ہے کہ محبت شکل وصورت اور مال ودولت کی وجہ سے نہ ہو، بلکہ طاعت اور نیکی کی وجہ سے ہو۔‘‘

فرمایا: ’’کسی کی غلطی پر مت ہنسو، غلطی پر جو تنبیہ کی جائے اس پر آگاہ رہو۔‘‘

چند طلبہ بائیں ہاتھ سے کاپی لکھ رہے تھے، اس وقت حضرتؒ نے فرمایا: ’’اصحاب الیمین میں داخل ہوجاؤ اور اصحاب الشمال میں داخل نہ ہو، عیسائی بائیں ہاتھ سے کھاتے ہیں، ہندو بائیں ہاتھ سے کھاتے ہیں، آپ لوگ عادت بدلیں کہ دائیں ہاتھ سے کھائیں پئیں اور دائیں ہاتھ سے اچھا کام کریں۔‘‘ فرمایا: ’’ہم حضرت محمد ﷺ کے غلام ہیں، وہ جو بتائیں گے ان کی بات مانیں گے۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! تم خود ڈاکٹری پڑھو، لیکن ضروری ہے کہ دِماغ تیز ہو۔‘‘

’’بچو! دین کا علم دنیا کمانے کے لیے نہیں ہے، میں بشارت دیتا ہوں کہ جو بھی دنیا کے لیے علم پڑھے گا وہ ہمیشہ ناکام رہے گا، سن لو! وہ ہمیشہ تنگ دست رہے گا، بھیک مانگتا پھرے گا۔‘‘

فرمایا: ''میں ہسپتال میں اکیلا پڑا ہوا تھا، ایک آدمی اپنے مریض کے پاس آیا اور اس نے مجھے پیسے دینا چاہا کہ پیسے لو، اِصرار کیا، اس کے بعد میں نے لیے، پھر کہا کہ ''اگر کوئی ضرورت ہو تو ہماری دُکان پر آنا'' بچو! میں اللہ کی مخلوق ہوں، میری ضرورت کو میرا رب جانتا ہے، خالق کو سب معلوم ہے کہ یہ کسی سے نہیں مانگے گا۔''

فرمایا: ''دنیا کا خاصہ ہے کہ اس کے پیچھے دوڑو تو وہ بھاگتی ہے، اور اگر دُنیا سے دور بھاگو گے تو وہ دوڑ کر آتی ہے۔''

فرمایا: ''مجھ سے جب کوئی پوچھتا کہ تو کیا کرے گا؟ میں کہتا کہ ''پڑھاؤں گا۔''

فرمایا: ''یہ کیا چکر ہے؟ کیا پیسے کمانے سے آتے ہیں؟ (نہیں) پیسے اللہ تعالیٰ کے دینے سے آتے ہیں، بچو! روزی اپنے مقدر سے کھاتے ہو۔''

فرمایا: ''عربی تعلیم تو قرآن وحدیث کے لیے ہے، دین کی تعلیم کو تم روزی پر کیوں چھوڑتے ہو؟ روزی کا مسئلہ روزی دینے والے پر چھوڑ دو۔''

فرمایا: ''خواہ مخواہ بڑا کیوں بنوں؟ بڑا تو وہ ہے جس کا ایمان ویقین صحیح سالم جائے اور اَنجام بخیر ہو، بچو! اپنا جھوٹا نسب نہ بیان کرو، نہ اس میں تمہارے دین کا فائدہ ہے، وہ کرو جو تمہارے بڑوں نے کیا ہے، ذرا تقویٰ اختیار کر کے دیکھو کہ کیا ہوتا ہے؟ متقی کو سب جانتے پہچانتے ہیں، نسب وغیرہ کیا چیز ہے؟ اصل چیز تقویٰ اور دین داری ہے۔''

فرمایا: ''نفس پر بوجھ ڈالو گے تو تھوڑے دِن چلے گا، پھر ختم ہو جائے گا۔''

مغرب کے بعد چھ رکعات نفل نماز پڑھو، تم طالب علم ہو بچو! اپنی بدحالی پر سوچتا ہوں تو بہت ہی افسوس ہوتا ہے، بچو! میں پہلے چھ رکعات پڑھتا تھا، اب چار رکعات بھی نہیں پڑھ پاتا ہوں، بچو! چھ رکعات طمانینت کے ساتھ پڑھو، بس بچو! میرے لیے دو دو رکعات پڑھتے رہنا، مفت کی مزہ دار ہوتی ہے۔''

فرمایا: ''قلت طلبہ مانع درس نہیں ہے، ہمارے یہاں دس آئیں یا سو آئیں،

سبق پڑھائیں گے، میرے یہاں چھٹی وٹی کا سوال نہیں۔ ‘‘

(نوٹ: ۸/محرم الحرام/ ۱۴۲۷ھ کو حضرت مولانا اسعد صاحب مدنی رحمہ اللہ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کے لیے مظاہر علوم سے طلبہ گئے تھے، ظہر کے بعد بخاری شریف کے سبق میں چند ہی طلبہ حاضر ہوئے تھے، اکثر طلبہ حاضر نہیں تھے، اس وقت حضرتؒ نے یہ بات فرمائی تھی، نیز حضرتؒ نے بھی نمازِ جنازہ میں شرکت کی تھی)۔ از مرتب: محمد جابر عفی عنہٗ۔

فرمایا: ’’فلاح کہتے ہیں دنیا اور آخرت کے تمام مسائل کے درست ہو جانے کو۔ ‘‘

فرمایا: ’’نفاق سے ڈرنا اہل ایمان کی شان ہے، ڈرتے رہنا چاہیے۔ ‘‘

فرمایا: ’’جو اسباق میں پابندی کرتا ہے وہی ہمارے یہاں عبارت پڑھتا ہے۔ ‘‘

فرمایا: ’’میں کہتا ہوں کہ اُستاذ کے آنے کے بعد شور نہ کرو، باتیں نہ کرو، جس میں اَدب نہیں ہے اس کو کبھی علم نہیں آئے گا۔ ‘‘

فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ میدانِ محشر میں جمع کریں گے، جو کچھ ہو یہیں معافی وتلافی کر لو، عنداللہ بندہ کیا دے سکے گا؟ میں اپنی معافی مانگنے کا پیغام پہنچا رہا ہوں۔ ‘‘

فرمایا: ’’مدارس میں جب اختلاف آیا تو بے برکتی آئی۔ ‘‘

فرمایا: ’’ذہن پر بوجھ دینا چاہیے، بغیر بوجھ دیے آسانی سے کوئی چیز یاد نہیں ہوتی۔ ‘‘

’’بچو! اچھی دعا کرنی چاہیے، میں تمہارے لیے اچھی دعا کرتا ہوں، اللہ تمہیں علمِ نافع عطا فرمائے، (طلبہ نے آمین کہا) بچو! بندگی کا ’’آمین‘‘ کچھ کرتا ہے، آدمی اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنے کے بعد ’’آمین‘‘ کہے تو مالک سن لیتا ہے۔ ‘‘

فرمایا: ’’میں ہوا وغیرہ نہیں دیکھتا تھا، میں جدھر بیٹھتا تھا اُستاذ میری طرف رُخ کرتے تھے، اس لیے کہ اُستاذ پڑھنے والے کی طرف دیکھتے ہیں، کسی کے روپ اور کالا ہونے کو نہیں دیکھتے۔ ‘‘ (یہ اس لیے فرمایا تھا کہ کچھ طلبہ نے ہمیشہ پنکھے کے نیچے بیٹھنے کی عادت بنالی تھی)۔ از: محمد جابر عفی عنہٗ۔

فرمایا: ’’میں کسی سے تعلق نہیں رکھتا، بس ہماری تو بھئی! کھیتی پک گئی، اللہ جانے کب وقت آجائے، موت آنی ہے، موت کو آدمی کیوں بھلائے؟ موت کا کوئی حساب نہیں۔‘‘

فرمایا: ’’میں پہننے سے منع نہیں کرتا، ماں باپ کو تنگ نہ کرو، اور کپڑے ایسے پہنو جن میں سادگی ہو، اپنی جوانی کے اعتبار سے جو تم کو اچھا لگے وہ پہنو، کپڑا پہننے والے کو اچھا لگنا چاہیے۔‘‘

فرمایا: ’’درس میں اِدھر اُدھر نہیں دیکھنا چاہیے، باتیں نہ کرنا چاہیے، بچو! حضور پاک ﷺ کی یہ مجلس ہے، اگر وہ تشریف فرما ہوتے تو معلوم نہیں کتنا بڑا نقصان ہو جاتا، وہ تو غائب ہیں، اس لیے بہت سے نقصان سے ہم محفوظ ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’اپنے طور پر کوئی دوا استعمال نہ کرو، بلکہ کسی ماہر حکیم یا ڈاکٹر سے پوچھ کر استعمال کرو، جو تقدیر سے ہونا ہے وہی ہوگا۔‘‘

فرمایا: ’’انسان کتنا ہی بڑا ہو، بہر حال اس کا قدم اور اس کا قلم لغزش کرتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’بڑی کمی آگئی ہے کہ طلبہ اب نہ پوچھتے ہیں اور نہ اساتذہ سمجھاتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’دونوں کام چاہیے، مار بھی اور پیار بھی، نہ بہت مارو اور نہ بہت پیار دو، اپنے اُستاذوں سے محبت رکھو، میں نے تو اُستاذوں کی محبت کی وجہ سے کچھ سیکھ لیا، ہم پر بڑوں کا احسان ہے۔‘‘

(ایک طالب علم دورانِ درس ٹیک لگا کر بیٹھا تھا، اس پر فرمایا) ’’حیرت ہے بھئی! شرم آتی ہے کہنے سے، دیکھو بچو! حدیث شریف کا اَدب کرو، ورنہ تم ایسے افسوس کروگے کہ اسے کوئی علاج دور نہیں کرے گا، بے ادبی آدمی کو محروم کر دیتی ہے، توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتی، گناہ تو معاف ہو جائیں گے۔ محرومی کیا ہے؟ آدمی برکات میں سے حصہ نہیں پاتا، ماں باپ کی خدمت کی برکت یہ ہے کہ بندہ روزی میں سکون پاتا

ہے، اُستاذ کی خدمت کی برکت یہ ہے کہ بندہ تعلیم میں سکون پاتا ہے، حدیث کی برکت یہ ہے کہ دل روشن ہوتا ہے، آخرت سنورتی ہے، اسی لیے میں کہتا ہوں کہ ممتحن بیدار مغز ہونا چاہیے، جس میں اہلیت اور صلاحیت ہو اسے امتحان لینا چاہیے۔“

حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ کی سادگی پر فرمایا کہ ”سب کو بندگی آتی ہے، تصوف کی حقیقت سے لوگ واقف نہیں، حضرتؒ تو کریم النفس تھے، مشہور تھا کہ حضرتؒ بہت سخت تھے، حضرت اُن لوگوں پر سخت تھے جو اصلاح کے لیے جاتے تھے، ایک صاحب بتاتے تھے کہ اگر ہم تفریح کے لیے جاتے اور کسی کی غیبت کر لی ہوتی تو حضرتؒ کے پاس جانے سے پہلے وضو کرتے اور دو رکعات صلوٰۃ التوبہ پڑھتے، پھر حضرتؒ کے پاس جاتے، تو حضرتؒ خوش ہو جاتے، آج کل لوگوں کا مزاج بگڑ گیا ہے، جب بڑے باتوں پر ٹوکتے ہیں تو ناراض ہو جاتے ہیں، اسی لیے اجازت دینا بہت خطرے کی بات ہے، پہلے جب کسی کو اجازت دی جاتی تھی تو وہ بہت ڈرتے تھے اور اس کو چھپاتے تھے، اور آج کل لوگوں کو اجازت دیتے ہیں تو ظاہر کر دیتے ہیں، خود مجھ کو اجازت ملی، مولوی یامین مجھ سے کہتے تھے کہ آپ کو اجازت ملی ہے، میں نے کہا: ”ہر طرح کی خبر ہوتی ہے، سچی اور جھوٹی“، مولوی یامین حضرت شیخ رحمہ اللہ کی مجلس میں گئے تو کسی نے کہا کہ ان کو اجازت مل گئی ہے، مولوی یامین نے مجھ سے کہا کہ ”آپ کو اجازت مل گئی ہے اور آپ نے کہا کہ ”نہیں ملی ہے“، میں نے کہا: ”میں نے کب نا کہا؟ میں نے تو یہ کہا تھا کہ ہر طرح کی خبر ہوتی ہے، سچی اور جھوٹی بھی۔“ میرے پاس بیعت کے لیے کوئی آتا تو میں کہہ دیتا کہ حضرت شیخ اور مولانا اسعد اللہ صاحب رحمہما اللہ کے پاس جاؤ، جب میں نے پہلی مرتبہ ایک بنگالی لڑکے کو بیعت کیا تو مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی تھی، آج کل اِجازت دی جاتی ہے تو اِظہار کرتے ہیں۔“

فرمایا: ”ہمارے اُستاذ نے فرمایا کہ ”تم سب کو کچھ نہیں آتا، بچو! اُس وقت مجھے

اِتنا غم طاری ہوا کہ نہ کھانا اچھا لگتا تھا اور نہ پینا اچھا لگتا تھا۔‘‘

فرمایا: ’’سچ کہتا ہوں، اللہ تعالیٰ میری ضرورت پوری کر رہے ہیں، بعض وقت ضرورت سے زیادہ دیتے ہیں، نعمت الٰہی کی قدر کرو، کسی زمانہ میں تمہارے اساتذہ فاقہ کرتے تھے، مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بیس پچیس سال بعد جو پہلے زمانہ تھا ویسا آجائے گا، اس وقت تو میں نہیں رہوں گا، لیکن بچو! تم بہت زیادہ مال کے پیچھے نہ پڑو، دین کے پیچھے پڑو، کبھی کوئی ضرورت پڑے تو کھالو، مقصود نہ بڑھاؤ، مجھے کبھی اچھی اچھی چیزیں کھانے کا شوق ہوتا ہے، لیکن میں کہتا ہوں: ’’ارے! نہیں کھانا ہے۔‘‘ (۲۷/محرم/ ۱۴۲۷ھ) از: محمد جابر۔

ایک مرتبہ سبق میں فرمایا: ’’میں تو اپنے اوپر مشقت ڈالتا ہوں اور آپ اِدھر اُدھر مشغول ہیں۔‘‘

ایک مرتبہ سبق میں فرمایا: ’’بچو! اپنی ہیئت بناؤ، مردانہ نشست میں عظمت ٹپکتی ہے، زنانہ پن اختیار نہ کرو۔‘‘

فرمایا: ’’ہم سے پہلے یہاں (مظاہر علوم) میں ایک طالب علم پڑھتا تھا، وہ بہت غبی تھا، اس کا طلبہ مذاق کیا کرتے تھے، ایک دِن کسی نے مدرسہ میں گھڑی بھیجی تھی کہ جس کا اوّل نمبر آئے اس کو دی جائے، تو طلبہ اس کا مذاق کرتے تھے کہ گھڑی تجھے پہنائی جائے گی، اسی طرح مذاق کیا کرتے تھے، مالک کریم نے ان کا نام بلوایا کہ ان کا پہلا نمبر آیا ہے، اس لیے ان کو گھڑی دے دی جائے، فرمایا: ’’کسی کو حقیر نہ جانو۔‘‘

فرمایا: ’’ایک عرب نے مجھے سنایا کہ ’’ایک بچے کو کچھ نہیں آتا تھا، تو اس نے استاذ سے کہا کہ ’’کیا کروں؟‘‘ تو اُستاذ نے غصہ میں آکر کہا: ’’بھس کھالے،‘‘ اگلے دِن وہ آیا تو فَر فَر پڑھنے لگا، اُستاذ حیران رہ گئے اور کہا: ’’ارے تو نے کیا کیا؟‘‘ تو اس لڑکے نے جو سچ تھا وہی کہا کہ ’’کل آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ بھس کھالے، تو میں نے

کھالیا،'' اُستاذ بھی سچے تھے، انہوں نے کہا: ''ارے! یہ بات تو میں نے غصہ میں آکر کہی تھی، اس کے کھانے سے دماغ تھوڑے ہی بڑھتا ہے۔'' بچو! مالک نے کرم کردیا۔''

فرمایا: ''ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ ''میری ترقی نہیں ہو رہی ہے،'' میں نے کہا: ''اپنی ماں سے جا کر کہو،'' تو انہوں نے اپنی ماں سے جا کر کہا، پھر اگلے ہفتہ وہ صاحب آئے اور کہا کہ ''ترقی ہوگئی،'' میں نے کہا کہ ''بھئی! گھر جا کر دیکھ کہ تیری ماں کیا کر رہی ہے؟'' دیکھا تو اس کی ماں مصلّے پر بیٹھ کر رو رہی تھی، بچو! یہ ہوتی ہے ماں، فرمایا: ''ماں باپ کی خدمت کرو، ان کا اَدب کرو۔''

فرمایا: ''جب اللہ نے گنجائش دی ہے تو مدرسہ میں پیسہ اِعانت کے طور پر دو۔''

فرمایا: ''جو دوسروں کو پریشان کرتا ہے بعض وقت اسی پر وہ بلا آجاتی ہے، بہت ڈرنا چاہیے، کسی کو اذیت نہیں پہنچانی چاہیے۔''

فرمایا: ''اللہ نہ کرے کسی کو ایسی تکلیف ہو، میں ایسی پریشانی میں ہوں کہ کسی کو کیا بتاؤں؟''

فرمایا: ''بڑے ڈر کی بات ہے، اگر طہارت میں کوئی کوتاہی کرتا ہے تو عذابِ قبر ہوتا ہے، اللہ بچائے، بچو! اب مجبوری کے دور میں آچکے ہیں، اب کیا کریں؟ پیشاب بستر پر کرتے ہیں اور پیشاب کاغذ سے سکھاتے ہیں۔'' (۱۴۲۷ھ) از: محمد جابر۔

فرمایا: ''حدیث سے لاپرواہی انسان کے دین و دنیا کا نقصان کر دیتی ہے۔''

فرمایا: ''موسم بدل رہا ہے، بہت احتیاط کرو، بچو! ماں باپ کہاں کہاں سے بھیک مانگ کر دوا و علاج کراتے ہیں، بچو! یہ خوبی نہیں ہے کہ تم اپنے ماں باپ کو پریشان کرو۔''

فرمایا: ''یاد رکھو، حدیث کی قدر نہیں کرو گے تو ساری شان خاک میں مل جائے گی، جو یہاں ذلت اختیار کرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا اَدب کرتے ہیں،

ان کو کچھ نہ کچھ علم مل جاتا ہے۔‘‘ فرمایا: ’’میں مولاناؒ کے یہاں گیا کہ ’’اب لمبا سبق ہوگا اور میں بیمار ہوں، اس لیے ٹیک لگا کر پڑھنے کی اِجازت دیجیے‘‘ فرمایا: ’’تپائی پر ٹیک مت لگانا، دیوار پر ٹیک لگانا‘‘ بچو! پورا سال ہوگیا، میں نے ٹیک نہیں لگائی، نہ تپائی پر، نہ دیوار پر، یہ اُستاذِ محترم کی دعا تھی۔‘‘

فرمایا: ’’میں ہاتھ دھونے کے لیے آدھا لوٹا پانی گرا دیتا ہوں، میں سمجھتا ہوں کہ غلط ہے، لیکن عادت پڑ گئی ہے، غلط عادت کا علاج سوائے ترک کے اور کچھ نہیں۔‘‘

درسِ بخاری شریف میں جب اس باب: ’’باب فضل من بات علی الوضوء‘‘ پر پہنچے تو فرمایا: ’’میں یہاں پہنچتا ہوں تو ہمیشہ اپنی سنت کے چھوٹنے پر افسوس کرتا ہوں، بچو! تم عمل کرو، بہت ہی رنج ہوتا ہے، ایسا ناکارہ ہوں کہ چھوٹی سی سنت پر عمل نہیں ہوتا، یہ چھوٹی سنت نہیں ہے، بڑی ہے، لیکن اس میں وجوب وغیرہ نہیں ہے، اس لیے چھوٹی کہہ رہا ہوں۔‘‘ فرمایا: ’’اپنا عیب حسرت سے سناتا ہوں، تاکہ کسی اللہ والے کی دعا لگ جائے، تاکہ مجھے سنت پر عمل کرنے کی توفیق مل جائے۔‘‘

فرمایا: ’’ہمارے ابّا غربت کی وجہ سے پڑھانا نہیں چاہتے تھے۔‘‘

فرمایا: ’’نیکیاں سیکھو، برائی سیکھ کر کیا کروگے؟ چھوڑ دو ساری برائیاں اور نیکیاں کرو۔‘‘ فرمایا: ’’جب میں نے یہ کہا کہ ’’تم برائیاں چھوڑو‘‘ تو مجھے خیال آیا کہ میں سب سے زیادہ برا ہوں، کیا معلوم کس کا درجہ اللہ کے یہاں بڑھ جائے، ہم سے زیادہ اللہ کے قریب ہوجائے، ہم نے کچھ نہیں کیا، اے کریم! اپنے خزانے سے کچھ نہ کچھ دے دے، ہم نے کچھ نہیں کیا۔‘‘ (اِتنا فرمانے کے بعد حضرت شیخ رحمہ اللہ رونے لگے)۔
از: محمد جابر عفی عنہ

فرمایا: ’’علم بڑی خوشامد کے بعد آتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’اساتذہ کی سختی طلبہ کی عزت کا سبب ہوتی ہے۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! علاقہ کی اصلاح تمہارے ذمہ واجب ہے، پہلے اپنے بھائی بہنوں کو سمجھاؤ۔‘‘

فرمایا: ’’یہ پڑھنا روپیہ پیسہ کے لیے نہیں ہے، عزت وجاہ کے لیے نہیں ہے، یہ پڑھنا اس لیے ہے کہ تم کو اچھے اخلاق آئیں، تمہاری عادات بدل جائیں۔‘‘

فرمایا: ’’قرآن پڑھانے والے کی تنخواہ کم ہوتی ہے، مگر برکت زیادہ ہوتی ہے، بچو! اللہ پر بھروسہ کرو، قرآن میں بڑی برکت ہے، قرآن پڑھانے والے کی اُجرت میں برکت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ تھوڑے دِن امتحان لیتے ہیں، پھر وسعت دیتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’ایک نوجوان میرے پاس مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہا تھا، اس نے نماز کے وقت ٹوپی نکال دی، تو میں نے کہا: ’’اے بیٹے! ٹوپی کیوں نکال دی؟‘‘ تو وہ سمجھا کہ مجھے اعتراضاً کہہ رہا ہے، اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگا، میں نے کہا: ’’ٹوپی تم زینت کے لیے پہنتے ہو؟‘‘ اس نے کہا: ’’جی،‘‘ تو میں نے کہا: ”إِنَّ اللّٰهَ أَحَقُّ أَنْ تَتَزَيَّنَ لَهٗ.“ اس نے بات مان لی اور ٹوپی پہن لی۔‘‘

فرمایا: ’’کمی ہم لوگوں کی ہے کہ مفتی بن کر لوگوں کو مسئلہ بتاتے ہیں، اگر بھائی بن کر مسئلہ بتائیں تو اثر اور پڑے گا۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! میں حافظ نہیں ہوں، اس لیے مجھے اِتنا غم ہوتا ہے، اسی کا نام تقدیر ہے، جب حافظ کو دیکھتا ہوں تو حسرت ہوتی ہے، غم ہوتا ہے، پانی پت میں ایک قبرستان ہے، وہاں سے ایک آدمی گزر رہا تھا، تو قبر میں سے قرآنِ کریم پڑھنے کی آواز آ رہی تھی، وہ آدمی کھڑا کھڑا سننے لگا، کیسے ہوں گے وہ سعادت مند حافظ! جن کو مرنے کے بعد قرآن پاک پڑھنے کی سعادت ملی۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! اس دنیا میں ان کو راضی کر لو اور گناہوں سے توبہ کر لو۔ (اِتنا فرمانے کے بعد حضرتؒ رونے لگے)۔ از: محمد جابر عفی عنہٗ۔

”خاص طور سے چوری اور بدکاری سے توبہ کرو۔“

فرمایا: ”کاہے کو تم دوسروں کی چیز کی طرف دیکھتے ہو؟ دوسرے کے چپل کی طرف کیوں دیکھتے ہو؟ کے دِن یہ کپڑا رہے گا؟ کے دِن یہ جوتا رہے گا؟ اپنا پرانا کپڑا پہنو، اپنا پرانا چپل پہنو، جو حلال ہو۔“ فرمایا: ”آدمی کی پرورش جیسی ہوتی ہے اسی پر آدمی چلتا ہے۔“

فرمایا: ”ایک لڑکا میرے سامنے پیدا ہوا اور جوان ہوا، شادی ہوئی، تین دِن بخار آیا اور وہ مر گیا، فرمایا: ”اب میری مرنے کی اور اللہ کے پاس جانے کی عمر آ گئی، اللہ کے یہاں درخواست دی ہے کہ دو سال کی عمر بڑھا دی جائے، مجھے ایک عمل آتا ہے وہ کر لیتا ہوں، عمر بڑھ جاتی ہے، وہ عمل یہ ہے کہ میں اپنے بھتیجوں وغیرہ کو پیسے دیتا ہوں، حدیث شریف میں ہے کہ ”جو شخص چاہے کہ اس کی عمر بڑھے اُسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔“ آپ چاہتے ہیں تو یہ عمل کریں۔“

فرمایا: ”میں ایسی خدمت نہیں لیتا کہ تم بیمار ہو اور مجھے آرام ہو۔“

فرمایا: ”میں تمہاری تحقیر اس لیے کرتا ہوں تا کہ تم توبہ کرو۔“

فرمایا: ”امام احمدؒ کے مذہب کا ایک شخص کہہ رہا ہے کہ ”میرے نبی بھی احمد، میرے شیخ بھی احمد، میرے امام بھی احمد اور میرا نام بھی احمد ہے، اُمید ہے کہ ان اسماء کے اشتراک کی وجہ سے نبی پاک ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔“

فرمایا: ”میں اِتنا بدّھو، بے وقوف، کیسے کام چل گیا؟ صرف اللہ کا کرم ہے۔“

فرمایا: ”جو مجھے یاد کرتا ہے وہ مجھے یاد آتا ہے، جب کوئی تعلق سے یاد کرتا ہے تو میرے دل پر اس کا اثر پڑتا ہے، اس لیے بچو! مجھے کوئی یاد نہ کرے۔“

فرمایا: ”بعض لوگ بیٹے کی حمایت کرتے ہیں، اُستاذ کی نہیں، اُستاذ کو اپنا بنانے کی ضرورت ہے، بیٹا تو اپنا ہی ہے، بچو! اُستاذ کا اَدب کرو گے تو وہ تمہارا خیال کریں گے۔“

فرمایا: ''گجرات کے لوگوں میں خوبی یہ ہے کہ وہ جہاں گئے دین کے ساتھ گئے، لندن گئے، افریقہ گئے، تو وہاں جا کے مدارس و مساجد کی تعمیر کی، اس میدان میں گجرات والے سب سے آگے ہیں۔''

فرمایا: ''بھوپال میں ایک چھوٹی بچی تھی، اپنی سہیلی سے اس کی لڑائی ہوگئی، تو اس نے اپنی والدہ سے کہا کہ ''ہماری لڑائی ہوگئی ہے،'' دوسرے روز اُس نے اپنی سہیلی کی دعوت کی، تو اس کی والدہ نے کہا کہ ''کل تو لڑائی ہوئی تھی،'' بچی نے اپنی والدہ سے کہا کہ ''لڑائی تو کل ہوئی تھی، آج تو نہیں ہوئی۔'' فرمایا: ''اس چھوٹی بچی نے اپنی چھوٹی زبان سے یہ سبق دیا کہ لڑائی وقتی چیز ہوتی ہے، دل میں رکھنے کی نہیں ہوتی۔''

فرمایا: ''بچو! جب تک تم نبی ﷺ کے پیچھے نہیں چلو گے تم کو کچھ نہیں ملے گا، ہمارے نبی ﷺ میں کینہ بینہ نہیں تھا۔''

ایک مرتبہ دارالحدیث کے آدھے حصہ میں لائٹ تھی اور دوسرے آدھے حصہ میں نہیں تھی، اس وقت فرمایا کہ ''درسگاہ ایک ہی تو ہے، ایک جگہ لائٹ ہے اور ایک جگہ لائٹ نہیں ہے، تو بچو! یہی قلب کا حال ہے، ایک آدمی اپنی جگہ بیٹھا ہوا ہے، اس کا قلب ایمان سے منوّر ہے، اُسی جگہ اس کا ساتھی بیٹھا ہوا ہے، لیکن اس کا قلب شہوانیت اور شیطنت سے بھرا ہوا ہے۔''

فرمایا: ''جب آدمی رو لیتا ہے تو اس کے قلب کی تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں اور اس کے واسطے سے چہرہ دُھل جاتا ہے۔''

فرمایا: ''اللہ کی پناہ! میں لوگوں کو حقیر کیوں جانوں؟''

فرمایا: ''بچو! تم گھر سے صحت مند آتے ہو، جب تم گھر جاؤ تو صحت مند جاؤ، تاکہ تمہارے غریب والدین کو بار نہ ہو۔''

فرمایا: ''بچو! ہمارا آدھا گھنٹہ قرآن مجید پڑھنا کونسی بڑی بات ہے؟ عبدالمجید

مرحوم ہر وقت یاد آتا ہے، جب بھی میں اس کے کمرے کے پاس سے گزرتا تھا تو قرآن پڑھنے کی آواز آتی تھی۔''

ایک بڑے میاں ہمارے ساتھی تھے، انہوں نے پچھترویں سال میں قرآنِ کریم سیکھا، وہ دو گھنٹے میں ایک پارہ پڑھتے تھے،'' (حضرتؒ نے پڑھ کر بتایا، آہستہ آہستہ حروف کو ادا کیا، طلبہ اس پڑھنے پر ہنسنے لگے) فرمایا: ''ان کے اس طرز سے پڑھنے پر ہنسنا چاہیے یا رَشک کرنا چاہیے؟ یہ کہاں کسی کو نصیب ہوتا ہے کہ دو گھنٹے میں ایک پارہ ختم ہو، یہ نصیحت ہے بچو! کسی کی غلطی پر ہنسنا نہیں چاہیے۔''

فرمایا: ''کہیں پانی مت پھینکو، کہیں ہڈی مت پھینکو، بچو! اچھی بات اختیار کرو، آخر تو مرجانا ہے، سارا رُعب دھرا رہ جائے گا۔''

فرمایا: ''بچو! کفارہ کے لیے میں روزانہ تمہارے لیے دعا کرتا ہوں، میں بہت ڈرتا ہوں اور گھبراتا ہوں کہ کسی کو کچھ تکلیف نہ پڑے۔''

فرمایا: ''میں ایک دِن مطبخ میں گیا، تو بچے روٹیاں اور دال جمع کر رہے تھے، میں نے پوچھا: ''ایسا کیوں کر رہے ہو؟'' کہا: ''فلاں اُستاذ کے یہاں فاقہ ہے،'' بچو! اس اُستاذ کے یہاں مہینے کے اخیر میں فاقہ رہتا تھا، پہلے کے اساتذہ ایسے تھے۔''

فرمایا: ''لالچ گھس گئی ہے، ایک بزرگ تھے، پکا مکان نہیں بناتے تھے، ان کے شاگرد نے کہا: ''اُستاذ صاحب! ہر سال کہیں نہ کہیں سے گھر گر جاتا ہے اور آپ ہر وقت بناتے ہیں، اور اس میں اِتنے پیسے خرچ ہوتے ہیں کہ اُتنے پیسوں میں گھر بن جاتا،'' فرمایا: ''اِدھر آؤ، دیکھو! یہ سب میرے پڑوسی غریب ہیں، اگر میں اپنا گھر پکا بنالوں، تو یہ غریب لوگ کیسے گھر بنائیں گے؟'' بتاؤ! یہ کیسے لوگ تھے، یہ قصہ سید اصغر حسین صاحبؒ کا ہے، جو مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے اُستاذ تھے۔''

فرمایا: ''اچھی بات میں تقلید کرتے ہیں، بُری بات میں نہیں۔''

مولانا ضیاء الحق صاحبؒ نے فرمایا: ہل مت پکڑنا، ورنہ بچو! میں ہل جوتتا۔“

فرمایا: ”ماں باپ اولاد کے لیے اچھی چیز منتخب کرتے ہیں، اس لیے اولاد کو حکم ہوا: ”وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا“.

فرمایا: ”میں ہمیشہ یہ دعا کرتا ہوں کہ میری ذات سے کسی کو نقصان نہ ہو۔“

فرمایا: ”میں مہابدّ ھو، ”منع رے منع“ ہوں، (”منع رے منع“ کا پس منظر یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرتؒ کے بھائی کھڈّا کھود رہے تھے، کسی نے حضرتؒ سے کہا کہ اس کو منع کرو، وہ اس میں گر جائے گا، تو حضرتؒ نے کہا: ”منع رے منع“ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ ”اس وقت مجھے اس کو روکنا چاہیے تھا؛ لیکن مجھے اِتنا بھی معلوم نہیں کہ اسے کیا کہوں، تو اس وقت میں نے کہا: ”منع رے منع“ اس قصہ کی وجہ سے فرماتے کہ ”میں تو ”منع رے منع“ ہوں۔“) از: محمد جابر عفی عنہٗ۔

ایک مرتبہ اثنائے درس حضرت شیخ رحمہ اللہ چائے نوش فرما رہے تھے، چائے بچ گئی، تو ایک طالب علم کو دینا چاہا، جو حضرتؒ کی بائیں جانب بیٹھا ہوا تھا، حضرتؒ نے دائیں ہاتھ سے چائے تکیہ پر رکھی اور فرمایا: ”اس کو لے لے، میں نے تیرے ہاتھ میں چائے اس لیے نہیں دی کہ میرا بایاں ہاتھ پڑتا تھا۔“ (از: محمد جابر عفی عنہٗ)

فرمایا: ”حساب لینے والی ذات وہ نامی گرامی ہے جس کو ایک ایک چیز کی خبر ہے، وہ اپنے قدیم علم کی وجہ سے ایک ایک چیز کو بیان کریں گے، بہت ڈرنا چاہیے۔“

”بچو! احتیاط سے رہو، چندے بندے وصول کرنے میں غلط سلط مت کرو، جو متقی ہوتا ہے اللہ اس کی مدد کرتے ہیں۔“

فرمایا: ”جس کام میں شہرت کی طلب ہو، وہ کام کرنے سے کیا حاصل ہوگا؟“

ایک مرتبہ سبق میں فرمایا: ”میں جو کچھ بیان کرتا ہوں اس کے لیے کتنے پاپڑ بیلتا ہوں، بیسیوں سال کے بعد بات ملتی ہے۔“

’’ہم کوئی چھوٹی سی بات سن لیتے تو اس کو لکھنے کی کوشش کرتے تھے، پھر یاد کرتے تھے۔‘‘

فرمایا: ’’ہم لوگ ایسے ہیں کہ جب نماز پڑھتے ہیں تو دل چلا جاتا ہے، اور اگر ہم اپنی ذاتی ضرورت میں مشغول ہوں اور کوئی شور مچاتا ہے تو ہم اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، یہ دنیا کی محبت ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی ضرورت ہے، اللہ بڑی شان والے ہیں، وہ خود ہی فرماتے ہیں: ”تَبَارَكَ الَّذِیُ بِیَدِهِ الْمُلْكُ“......الخ

فرمایا: ’’جب کہو: ’’الحمد للہ رب العالمین‘‘ تو زبان بھی کہے اور دل بھی کہے، بچو! یہ کوشش کرو، ایک مرید نے اپنے پیر کو خط لکھا کہ ’’جب میں قرآنِ کریم پڑھتا ہوں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اپنا قرآن اللہ کو سنا رہا ہوں۔‘‘ میں نے کہا: ’’ماشاء اللہ۔‘‘

فرمایا: ’’میں نے جس کسی سے پیسے لیے ہوں وہ مجھ سے بے تکلف لے لے، یہ حق العبد ہے، ورنہ میں قیامت کے دن کیا جواب دوں گا؟ بچو! میں بہت ڈرتا ہوں، میرے مرنے کے بعد کون حق ادا کرے گا؟ کون میرا قرض دے گا؟ میرا تو کوئی نہیں ہے۔‘‘

فرمایا: ’’آدمی کو ہر وقت یہ فکر ہونی چاہیے کہ میرا اللہ مجھ سے راضی ہو جائے۔‘‘

درسِ بخاری میں فرمایا: ’’مجھ میں کمیاں بہت ہیں اور تم لوگوں میں بڑی خوبیاں ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’صغیرہ گناہ طاعات سے معاف ہو جاتا ہے، کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا، توبہ تین چیزوں کا نام ہے: (۱) جو ہو گیا اس پر تہِ دل سے ندامت ہو۔ (۲) فوراً چھوڑ دیا جائے، اس گناہ کا خیال بھی نہ آئے۔ (۳) پھر ہمیشہ کے لیے اس کے ترک پر جما رہے۔ یہ ہے توبہ کی حقیقت، یہ ہے تو بڑی اہم؛ لیکن آسان ہے، آدمی فوری طور پر گناہ چھوڑ دے اور دل سے شرمندہ ہو، تم نے ایک قصہ سنا ہوگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سخت قحط پڑا ہوا تھا، لوگ ایک جگہ بارش کی دعا کرنے کے لیے جمع ہوئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ ’’اس میں ایک گنہگار ہے، جس کی وجہ سے

بارش رُکی ہوئی ہے،'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ ''اِس مجمع میں ایک گنہگار ہے، جس کی وجہ سے بارش روک دی گئی ہے، وہ آدمی اِس مجمع سے نکل جائے،'' گنہگار آدمی اِدھر اُدھر دیکھنے لگا کہ کوئی اِس مجمع سے نکلتا ہے؟ اس نے دیکھا کہ کوئی نہیں نکلا، اُس نے سوچا کہ اگر میں نکلا تو رُسوا ہو جاؤں گا، اس نے دل ہی دل میں توبہ کر لی، ایک دَم بارش شروع ہوگئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ''اے اللہ! یہ کیا ہوا؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہمارا بندہ یہاں تھا، اس نے توبہ کر لی، ہم نے اسے معاف کر دیا۔'' دیکھو! اللہ کیسے ہیں، راز کھلنے نہیں دیا، ستاّری کر لی، فرمایا: ''جب بندہ رو کر اللہ سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ سے خوش ہو جاتے ہیں، جتنا ہو سکے جلد از جلد اللہ کو راضی کر لو۔''

ایک مرتبہ درسِ بخاری شریف میں فرمایا کہ ''یہ نبی ﷺ کے انوار ہیں، اگر تم غفلت کروگے تو تمہیں اس میں سے حصہ نہیں ملے گا، اگر تم غفلت نہیں برتوگے تو تمہیں اس سے حصہ ملے گا، ہر چیز کا ایک نور ہے، اسی طرح نبی ﷺ کے کلام میں بھی نور ہے۔''

فرمایا: ''نیکی سے انوار پھیلتے ہیں اور گناہوں سے تاریکی پھیلتی ہے، کبیرہ گناہ توبہ کے پانی سے صاف ہوتا ہے۔''

ایک عالم تھے، ان کے استاذ نے فرمایا کہ ''یہاں آکے پڑھو؛ لیکن روٹی کا انتظام نہیں ہوگا، آس پاس کے گاؤں سے لاکر کھالینا،'' وہ عالم صاحب وہاں گئے، دوپہر میں روٹی لینے کے لیے کہیں گئے، روٹی کا ٹکڑا لے کر آئے اور رکھا ہی تھا کہ ایک کوّا آکر اُسے اُٹھالے گیا، ان کے اُستاذ نے کہا کہ ''بچے! تقدیر میں جو تھا وہ ہوگیا،'' بتاؤ بچو! ان پر کیا گزری ہوگی؟ ابھی اِس زمانے میں ایک بہت بڑے عالم ہیں، تکلیفیں اُٹھائیں تو اللہ نے دیا، اللہ کھلاتا ہے، بچو! سب اپنی تقدیر سے کھاتے ہو، میرے پیارے بچو! میں تمہیں اس لیے سناتا ہوں کہ تاکہ سبق لو۔''

فرمایا: ’’بچو! تم اللہ پر بھروسہ کروگے تو اللہ تمہیں بھوکا نہیں رکھے گا، جو کچھ تمہارے سامنے ہوگا اس میں برکت رکھے گا، البتہ بسم اللہ کہہ کر کھاؤ۔‘‘

فرمایا: ’’سوچتا ہوں کہ جنت کا ایک لقمہ مل جائے۔‘‘ ایک بوڑھیا کے گھر پر ڈاکہ پڑا، اس کا خاوند ڈاکو سے جھگڑنے لگا تو شہید ہوگیا، اُس بوڑھی نے خواب میں دیکھا کہ چند لوگ کچھ کھا رہے ہیں اور وہ بوڑھی ان کے پاس سے گزر رہی ہے، اس کے شوہر نے کہا: ’’ارے لوگو! اِس مسکینہ کو کچھ دے دو،‘‘ تو ایک لقمہ دے دیا گیا، جو اس نے کھالیا، اس کے بعد وہ بوڑھیا بیس سال زندہ رہی، اسے کچھ کھانے کی نوبت نہیں آئی، اس کا چہرہ ویسا ہی تھا، لیکن اس کا پیٹ تھوڑا اندر چلا گیا تھا۔‘‘ فرمایا: ’’بڑا مزہ ہے، اگر مجھے مل جاتا تو ٹھاٹ ہی ٹھاٹ، پھر تو نہ لڑکوں کی خوشامد، لیکن یہ کسی ایک کے ساتھ کبھی کبھی ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی نوازش فرماتے ہیں۔‘‘

’’بچو! اپنے اندر تواضع پیدا کرو، تکبر سے مجھے نفرت ہے، فقیرانہ زندگی گزارو، دنیا کی زندگی کچھ دنوں کی بات ہے۔‘‘

فرمایا: ’’کسی کی زبان پر ہنسنے سے اسے شرمندگی ہوتی ہے۔‘‘

’’بچو! سنت چھوڑ کر غیر سنت اختیار کرنے سے تمہارا کیا فائدہ ہے؟ بچو! سنت مت چھوڑو۔‘‘

فرمایا: ’’کل میں اپنے بارے میں کہہ رہا تھا: ’’کاش کہمیں پیدا ہی نہ ہوتا، ہائے ہائے۔‘‘

فرمایا: ’’میں بہت تعویذ دیتا تھا، عملیات کی کتاب ’’نقش سلیمانی‘‘ منگوائی، اس کو دیکھ کر نفرت ہوگئی، اللہ کی پناہ، اللہ نے بچایا، اگر میں تعویذ کر لیتا تو سوائے دو روپیہ کے اور کیا حاصل کر لیتا؟ اب دو روپیہ مفت میں کھا رہا ہوں، بچو! میں اس لیے کہہ رہا ہوں تاکہ تم ان چکروں میں نہ پڑو۔‘‘

فرمایا: ’’بچہ کو مارا جاتا ہے تاکہ بچہ غفلت نہ کرے اور سبق یاد کرلے، اور اگر ایسا نہ ہو تو مارنے سے کیا فائدہ؟ جہاں کچھ فائدہ کی اُمید ہو وہاں مارا جاتا ہے، بچو! پڑھانے کی نیت سے مارو، غصہ اُتارنے کی نیت سے نہ مارو، بچو! سب کام عقل سے کرو، یہ سب پڑھنا پڑھانا اللہ کے لیے ہونا چاہیے، تہذیب سے مارو، مار پیٹ زیادہ خوبی کی بات نہیں ہے، تفہیم خوبی کی بات ہے، سمجھ دار بچے سمجھ جاتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! یہ بہت سی دفعہ بتاتا ہوں کہ نماز پڑھنے سے علم میں برکت ہوتی ہے، میرا حال نہ دیکھو، کوئی دِن خالی نہیں جاتا کہ مجھے افسوس نہ ہوتا ہو۔‘‘

درسِ بخاری شریف میں فرمایا:

ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں
ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

’’اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں، میرے بعد جو اساتذہ آئیں گے وہ آپ کے سامنے مزید تقریر کریں گے، جو اُن اساتذہ سے آپ سن لینا۔‘‘

فرمایا: ’’ایک دِن میں بہت پریشان ہو گیا، حرم سے نکلا تو کوئی لے جانے کے لیے تیار ہی نہیں ہو رہا ہے، ایک بج گیا تھا، پھر ایک شخص تیار ہوا، کیوں کہ سب پیسے زیادہ لیتے تھے، اور میں تھا کنجوس، ایک روپیہ بھی زائد نہیں دیتا تھا، کیوں کہ مجھے کتابیں لانی ہوتی تھیں، اس لیے میں کسی کو زیادہ پیسے نہیں دیتا تھا۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! میں پڑھنے والوں کی بہت رعایت کرتا ہوں، جو بالکل پڑھنا نہ چاہتا ہو اس کی کیا رعایت کروں؟‘‘

فرمایا: ’’یاد رکھو! بچوں کو حسب حیثیت اچھا پہناؤ، بڑے ہو کر وہ اپنی ترتیب میں آجائیں گے۔‘‘

فرمایا: ’’جو مدرسہ کے مال میں محتاط نہیں اس کی معاشی زندگی آئندہ بہت خراب ہوگی۔‘‘

فرمایا: ’’آج دوپہر بڑی مشکل سے ایک روٹی کھائی، بتاؤ! اتنے کے لیے میں

ناجائز کیوں کھاؤں؟ جائز کھاؤں، پاک چیز کھاؤں، حلال کھاؤں، اِس وقت پیٹ میں جہنم بھروگے تو کل جہنم ہی میں جاؤ گے۔“

ایک طالب علم کو چادر نکالنے کو کہا، وہ بیٹھ کر نکالنے لگا، تو سب طلبہ ہنسنے لگے، پھر وہ کھڑا ہو کر نکالنے لگا، فرمایا: ”اَدب سیکھا جاتا ہے، بغیر سیکھے کچھ نہیں آتا، آپ لوگوں نے کچھ سیکھا ہی نہیں، بچو! کیا بے ادب لوگوں کو نہیں دیکھا کہ وہ برباد ہو گئے؟ بچو! اس ہنسنے سے کیا فائدہ؟ تمہیں رونا کیوں نہیں آتا؟ تمہیں پسینہ کیوں نہیں آتا۔“

فرمایا: ”حدّاد نامی ایک بزرگ گزرے ہیں، ہتھوڑا اُٹھائے ہوئے ہوتے اور اَذان سنتے تو فوراً رکھ دیتے۔“

درسِ بخاری شریف میں فرمایا: ”بچو! تم کسی قابل ہوتے تو تھوڑی تکلیف برداشت کر کے مزید باتیں اور کہہ دیتا، جب کہ تم عبارت بھی نہیں پڑھ پاتے ہو۔“

فرمایا: ”غلطی اور چیز ہے، اَکڑنا اور چیز ہے، تواضع اختیار کرو۔“

حضرت اقدس شاہ وصی اللہ صاحبؒ ایک مرتبہ تفریح میں گئے، تھک گئے، تو واپس رکشہ سے آنے لگے، حضرتؒ کو بہت بھوک لگی تھی، حضرتؒ نے اپنے خادم کو کھانا لانے کے لیے ہوٹل بھیجا، جب وہ خادم کھانا لے کر آنے لگا تو راستے میں بندر اس سے لپٹ گئے، حضرتؒ کو کشف ہو گیا، مسجد سے باہر نکلے اور دیکھا تو خادم کو بندر لپٹے ہوئے ہیں، حضرتؒ نے چپل ہاتھ میں لیا اور چپل سے اشارہ کیا تو سارے بندر بھاگ گئے، یہ حضرتؒ کی کرامت تھی۔“

فرمایا: ”اچھی بات کا شوق اچھے راستے پر لے جاتا ہے۔“

فرمایا: ”جب جناتوں کو کوئی چھیڑتا ہے تو وہ غصہ ہوتے ہیں۔“

حضرتؒ نے اپنے بارے میں فرمایا: ”اللہ پاک نے اس غریب کو پڑھا لیا، ورنہ اس کے پاس کیا تھا؟“

فرمایا: ’’مکہ اور مدینہ میں جب میری تفتیش کا موقع آتا تو میں التجا کرنا شروع کر دیتا، کہیں اُکڑنا بکڑنا نہیں چاہیے، ورنہ پولس پکڑ کے لے جائے گی۔‘‘

فرمایا: ’’علامہ سرخسیؒ نے لکھا ہے کہ ’’عورت اگر گھر کا کام نہ کرے تو عورت کو روٹی دو، سالن مت دو۔‘‘ جب یہ مسئلہ آیا تو حضرت شیخ محمد زکریا صاحبؒ بہت ہنسے۔‘‘

فرمایا: ’’میری تنخواہ جب ساڑھے آٹھ سو ہوئی تب سے تنخواہ لینی بند کر دی۔‘‘

ٹھنڈی کا موسم تھا، اس وقت فرمایا: ’’ارے کم بختو! چھ کے چھ پنکھے چلا دیے ہیں، دارالحدیث اُڑ جائے گی! ارے! ابھی سے کیا ضرورت ہے پنکھے چلانے کی؟ ویسے یہ اموالِ مدارس ہیں، مالِ مدرسہ میں بے احتیاطی نہ کرو، ورنہ معاشی اعتبار سے بہت پریشان ہو جاؤ گے، اِن آنکھوں نے کئی لوگوں کو دیکھا ہے کہ انہوں نے اموالِ مدرسہ میں احتیاط نہیں کی، وہ بعد میں پریشان ہو گئے، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ اموالِ مدرسہ میں بہت احتیاط کرتے تھے، میں تم کو بھی نصیحت کرتا ہوں۔‘‘

فرمایا: ’’روزی روٹی ہر جگہ ملتی ہے، اگر تمہاری تقدیر میں ہے تو اللہ تعالیٰ کہیں سے بھی دے دیں گے، روٹی کے لیے اِتنے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ تعالیٰ سمجھ دار کو جو روزی دیتے ہیں وہی غیر سمجھ دار کو بھی دیتے ہیں۔‘‘

’’ایک دِن دوپہر کو کھانا نہ ہونے کی وجہ سے نہیں کھایا، عصر کے بعد دعا کی کہ ’’اے اللہ! بھوکا رہا نہیں جاتا،‘‘ عصر کے بعد مسجد سے باہر نکل رہا تھا، اللہ نے انتظام کر دیا، اللہ پاک اپنے بندوں کو بھوکا نہیں مارتے، میں نے فاقہ زیادہ نہیں کیا، بڑوں کا امتحان بڑا ہوتا ہے، میں تو چھوٹا ہوں، میرا امتحان کیا؟ میں مدرسہ میں جاتا ہوں، سبق میں شریک ہوتا ہوں، پیسہ نہیں لیتا۔‘‘

فرمایا: ’’میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ خبردار! مدرسہ کے مال میں بے احتیاطی نہ کرو، ورنہ آئندہ بہت پریشان ہوں گے، جو بھی مدرسہ کے مال میں بے احتیاطی کرتا ہے

وہ کسی نہ کسی مصیبت میں پھنس جاتا ہے، یہ اللہ پاک کے دین کا گھر ہے۔‘‘

’’ایک صوفی کہتا ہے: ’’اگر ملک الموت میری روح قبض کرنے آئے گا تو میں کہوں گا کہ ’’اے مالک! تیری زیارت جب تک نہ کرلوں تب تک قبض نہ کرنا۔‘‘

’’بچو! تمہاری مسجد تو گھر میں ہے، (یعنی دارِ جدید کے اِحاطہ میں ہے) نماز باجماعت پڑھو، یہ بات کہتا ہوں تو کیا تکلیف ہوتی ہے وہ میں جانتا ہوں۔‘‘

فرمایا: ’’مسجدوں میں اکثر ڈیڑھ اور ڈھائی بجے جنات ہوتے ہیں، ایک مرتبہ مسجد کلثومیہ میں عبدالوحید گھڑی دیکھنے کے لیے گیا تو دیکھا کہ صف لگی ہوئی ہے، وہ بھاگا، اس نے بچوں سے کہا، پھر بچہ کمپنی دیکھنے کے لیے گئی تو جنات نہیں تھے۔‘‘

فرمایا: ’’پاپا‘‘ کہنا ناجائز ہے، صحابۂ کرامؓ ’’یااماّہ‘‘ کہتے تھے؛ مگر اب صحابۂ کرامؓ کے الفاظ کو چھوڑ کر ’’مّمی‘‘ کہتے ہیں، ’’پاپا‘‘ انگریزی لفظ ہے، شان کی بیماری ہے۔‘‘

فرمایا: ’’اپولو‘ ایک ہسپتال کا نام ہے، میں نے پیام بھیجا کہ ’’اپولو‘ شیطان کے چھوٹے بچے کا نام ہے۔‘‘

فرمایا: ’’اب میں جلدی سے بھول جاتا ہوں، ہمارے ایک اُستاذ تھے، جو اِسی عمر میں بھول جاتے تھے، میں سوچتا تھا کہ کیوں بھول جاتے ہیں؟ بچو! یہی کہ عمر ہو جاتی ہے اس لیے آدمی بھول جاتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’اگر میری لڑکیاں ہوتیں تو میں صحابیات کا نام رکھتا، جیسے: ’’فاطمہ، رُقیہ، سلمٰی۔‘‘

فرمایا: ’’میں نے کبھی آہستہ سلام نہیں کیا، میں نے کبھی آہستہ سے بات نہیں کی کہ اُستاذ کو دوسری مرتبہ پوچھنا پڑے، بچو! اَدب سیکھا جاتا ہے، اب نہیں سیکھو گے تو کب سیکھو گے؟‘‘

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ”مَنْ غَدَا إِلَى المَسْجِدِ أَوْ رَاحَ، أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُ نُزُلَهُ مِنَ الجَنَّةِ، كَمَا غَدَا أَوْ رَاحَ.“ (بخاری شریف: ۱/۹۱)

فرمایا: ’’جب یہ حدیث شریف پڑھتے ہیں تو اپنی محرومی پر روتے ہیں، نہیں معلوم کیا لفظ کہا ہوگا کہ اللہ کی طرف سے بندش ہوگئی۔‘‘ (نوٹ: حضرت شیخ رحمہ اللہ اپنے حجرے میں نماز پڑھتے تھے، اس لیے یہ فرمایا)۔ از محمد جابر عفی عنہٗ۔

فرمایا: ’’ہمارے ایک رِشتہ دار تھے، وہ جمعہ کے دِن ڈیڑھ گھنٹہ پہلے مسجد میں چلے جاتے، وہ ہل جوتتے تھے، اس لیے نہا دھو کر مسجد میں جاتے، ایک عالم صاحب نے ان سے کہا کہ ’’گاؤں میں جمعہ جائز نہیں، ‘‘ وہ صرف جمعہ ہی پڑھتے تھے، اس کے بعد اُنہوں نے ایک سال سے زائد عرصہ تک سجدہ ہی نہیں کیا، یہ کوئی کمال کی بات کی عالم صاحب نے؟ فرمایا: ’’جہاں دیہات میں جمعہ ہوتا ہے وہاں میں منع نہیں کرتا۔‘‘

فرمایا: ’’کسی دِن اللہ نے بھوکا نہیں رکھا، اللہ انتظام کردیتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’ہمارے ایک اِمام ہیں، آج اُنہوں نے فجر کی پہلی رکعت میں سورۂ مزمّل پڑھی، دوسری رکعت میں سورۂ نبا پڑھی، میں نے کہا: ’’اللہ! اب کیا ہوگا؟ اللہ کے سامنے کھڑا ہونا اللہ کی نعمت ہے، تکلیف کا ہونا کیا ہے؟ بچو! معتدل قراءت پڑھو، اگر میری صحت ٹھیک ہوتی تو بتاؤ کیا میں مسجد چھوڑ کر حجرے میں نماز پڑھتا؟‘‘

نوٹ : یہ ۱۴۲۷ھ کی بات ہے، جب کہ حضرتؒ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تھی، اور اُس دِن طبیعت زیادہ خراب تھی۔ (از: محمد جابر عفی عنہٗ)

فرمایا: ’’ارے بھائی! اپنے چھوٹے اُستاذ کو چھوٹا مت سمجھو، ان کا اَدب کرو۔‘‘

کچھ طلبۂ کرام دارالحدیث میں دَری پر چادر بچھا کر بیٹھے تھے، اس وقت فرمایا کہ ’’ارے لڑکو! تم نواب ہو کہ چادر بچھا کر بیٹھے ہو، وہ قوم راحت وفلاح نہیں پائے گی جو اِن باتوں کی قائل ہے، ‘‘ فرمایا: ’’ہم جس مدرسہ میں پڑھتے تھے اس میں کنکر بچھے ہوئے تھے، بڑی اذیت تھی، ہم لوگ جب سبق پڑھتے تو حضرت مولاناؒ چارپائی پر ہوتے اور ہم نیچے بیٹھتے، جمعہ کے دِن ہمارے کپڑے دُھلے ہوئے ہوتے تو ہم پہلے پنجے پر بیٹھتے، پھر

جب تھک جاتے تو دوسرے پنچے پر بیٹھتے، پھر ہم پاؤں بچھا کر فرش (زمین) پر بیٹھتے، اور کبھی گھاس پر بھی بیٹھتے تھے، ایک مہینہ نہیں، سالہا سال کا یہ حال تھا، ہمارے مدرسہ میں ٹاٹ نہیں تھا؛ بلکہ ٹھاٹ تھا، یعنی زمین پر بیٹھتے تھے، خواہ گرمی ہو، سردی ہو یا بارش۔‘‘

فرمایا: ’’ہم درسگاہ میں بات نہیں کرتے تھے، کسی کو کچھ پوچھنا ہو تو بات کرتے تھے۔‘‘

فرمایا: ’’طالب علمی تو فقیرانہ زندگی کا نام ہے۔‘‘

’’امام بخاریؒ ایک مرتبہ سبق میں نہیں آئے، تلاش کیا گیا کہ کہاں گئے ہیں؟ معلوم ہوا کہ ان کے پاس پہننے کے لیے کپڑا نہیں تھا، یہ ہے اللہ والوں کا حال۔‘‘

’’ہمارے والدین ہمیں اَدب سکھاتے تھے، ہم والد کے بستر پر پاؤں نہیں رکھتے تھے، بچو! اَدب سیکھا جاتا ہے، ابھی نہیں سیکھو گے تو کب سیکھو گے؟‘‘

’’ایک مرتبہ میں اور رفیع الدین ہاتھ پکڑ کر چل رہے تھے، اُستاذ پیچھے سے آئے اور ڈانٹا، اس کے بعد کبھی ہاتھ پکڑ کر نہیں چلے۔‘‘

فرمایا: ’’میں گدّے پر بیٹھتا ہوں وہ اس لیے کہ بیماری کی وجہ سے ٹاٹ پر بیٹھنے سے نزلہ ہو جاتا ہے، بچو! جان بوجھ کر نازک بننا یہ کوئی خوبی نہیں، بلکہ یہ زَنانہ پن ہے۔‘‘

’’بچو! مجھے آپ سے ایمانی محبت ہے، طالب علمانہ محبت ہے، تم میرے بچے ہو، اور ایک محبت ہوتی ہے ’’خدماتی‘‘، لیکن یہ نہیں ہے۔‘‘

فرمایا: ’’بعض وقت سبق کی برکت سے ذہن میں بات آتی ہے۔‘‘

فرمایا: ’’مجھے آم کا بہت شوق تھا، ہمارا ایک ساتھی جس کا نام شجاع الدین تھا، وہ ہمیں روزانہ آم کھلاتا تھا، اس کو ساری عمر یاد کرتا رہوں گا، اس کے لیے دعاءِ مغفرت کروں گا۔‘‘

فرمایا: ’’صحابۂ کرامؓ کے نام کیا کم ہیں؟ صحابہؓ کے نام رکھو، حضراتِ انبیاءِ کرام

علیہم السلام کے نام رکھو، حضراتِ محدثین کے نام رکھو۔‘‘

فرمایا: ’’میں جب اپنی زندگی پر غور کرتا ہوں تو اس میں کوئی اچھی چیز نہیں نکلتی، سب میں عیب ہے۔‘‘

’’بچو! ہمارے نبی ﷺ کی زندگی کتنی سادہ تھی، بچو! ان کی زندگی سے تھوڑا سا حصہ لینا چاہیے، کچھ تہجد پڑھو، میرے بچو! میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی اللہ کا مقرب بن جائے، میں ایسا ناکارہ ہوں کہ میں نے کچھ نہیں کیا، واقعی میں کیا کرتا ہوں؟ کہاں میں مسجد میں نماز پڑھتا ہوں؟‘‘

فرمایا: ’’انبیاءِ کرام علیہم السلام کے ناموں میں برکت ہے، ’’عثمان‘‘ اژدہے کے بچے کو کہتے ہیں؛ لیکن جس کا نام عثمان ہوتا ہے اس میں حیا ہوتی ہے، کیوں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں حیا تھی، اور آج جو بھی شخص عثمان نام رکھتا ہے اس میں حیا ہوتی ہے۔‘‘

فرمایا: ’’خشوع‘‘، شکستگی اور انکساری کو کہتے ہیں، یعنی جب آدمی نماز میں داخل ہو تو اس پر خشوع کی کیفیت طاری ہونی چاہیے، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ دل اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اپنی کم مائیگی مستحضر ہوتی ہے، جب آدمی خود کو اللہ کا بندہ سمجھ کر نماز میں شرکت کرتا ہے تو کچھ نہ کچھ خشوع آجاتا ہے۔ حضرت شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک آدمی نے خط لکھا کہ نماز میں خیالات آتے ہیں،‘‘ جوابی خط میں حضرتؒ نے لکھا کہ ’’یہ خیال کرو کہ عزیز جبار کے سامنے کھڑا ہو رہا ہوں،‘‘ پورے الفاظ مجھے یاد نہیں، میں نے جس وقت یہ خط پڑھا تو میرا قلب ہل گیا تھا، جس کو جوابی خط لکھا اس کا کیا ہوا ہوگا؟ اس کے قلب کی کیا حالت ہوئی ہوگی؟‘‘

فرمایا: ’’میں تو بھئی کسی کے بارے میں کچھ نہیں کہتا، میرا وقتِ اخیر ہے، مجھے تو اپنی پڑی ہے۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! بغیر توفیق کے کچھ نہیں ہوتا۔‘‘

فرمایا: ’’امریکہ نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو ستایا ہے، اس لیے اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا، ظلم اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے، اس لیے میں آپ لوگوں کو ڈانٹتا ہوں تو کانپ جاتا ہوں، بچو! ڈر لگتا ہے، ظلم سے بچو، حرام سے بچو۔‘‘

فرمایا: ’’جو جتنا نیک ہوتا ہے لوگ اس کو پوچھتے ہیں، جو جاہ کا طالب ہوتا ہے اسے کوئی نہیں پوچھتا۔‘‘

فرمایا: ’’دو دو آدمی اٹھا کر مجھے لے جاتے ہیں، اپنے محاسبہ میں یہ سب سوچتا ہوں کہ کسی کو میری ذات سے تکلیف نہ ہو۔‘‘

پرتاپ گڑھ میں ایک صاحب تھے، جو ۳۵ گھنٹے کے بعد کھانا کھاتے تھے، میں نے کہا: ’’ایسا نہ کرو، نہیں کھاؤ گے تو نصرتِ الٰہی نہیں آئے گی، اللہ تعالیٰ نعمت دے تو اس کی قدر کرو، ہر وقت پیٹ کو سیر نہ کرو اور بلا وجہ بھوکے بھی نہ رہو۔‘‘

’’بچو! حضورِ اقدس ﷺ کو صحابہ کرامؓ کیسے ملے تھے کہ ہر بات نقل کرتے تھے۔‘‘

فرمایا: ’’اللہ تم سب کو اور مجھ کو عافیت سے رکھے۔‘‘ طلبہ کرام نے آمین کہا، فرمایا: ’’بچو! دِل سے آمین کہو، مطلب کا آمین نہ کہو۔‘‘

فرمایا: ’’اپنے اندر صلاح پیدا کرو، یعنی درستگی پیدا کرو، انسان کے حق میں کوئی کمی نہ ہو، کسی کا حق باقی نہ ہو۔‘‘

’’بچو! اپنے خاندان کی بڑائی پر نہ فخر کرو، نہ تکبر کرو۔‘‘

فرمایا: ’’میں کبھی کسی کو غصہ میں کوئی جملہ کہہ دیتا ہوں تو بعد میں مجھے تکلیف ہوتی ہے، سوچتا ہوں کہ کیوں کہا؟ دیکھا نہیں؟ کتنے ہی دنیا والے خاک میں مل گئے، اللہ تعالیٰ کے یہاں تقویٰ کام دیتا ہے، تقویٰ پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے، کسی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔‘‘

’’بچو! مجھے مرنے کے بعد یاد رکھنا، اگر مرنے کے بعد یاد رکھو تو یہ محبت ہے۔‘‘

فرمایا: ’’اگر میں واقعی جانتا کہ میری اِتنی عمر ہوگی، تو شادی کر لیتا، ایک مرتبہ

میں نے دعا کی کہ ’’اے اللہ! بتا دیا جائے کہ کتنی عمر ہے؟‘‘ اشارہ ہوا کہ پانچ، میں سمجھا کہ پانچ سال، پھر میں نے ہمارے ایک ساتھی صاحب کشف سے پوچھا، تو انہوں نے کہا کہ اِتنی عمر نہیں؛ بلکہ پچاس اور اس سے بھی آگے، لیکن بعد میں مجھے سمجھ میں آیا کہ پانچ سال سے مراد اللہ تعالیٰ کے علاوہ پانچ چیزوں کا علم کسی کو نہیں ہے۔‘‘

بخاری شریف میں ’’باب صلوٰۃ النساء خلف الرجال‘‘ پر حضرتؒ نے فرمایا کہ ’’دیکھو بھائی! احکامِ شرعیہ میں بہت ادب چاہیے، ایسا نہ ہو کہ عورتوں کا تذکرہ آئے اور آپ کے ذہن میں خواہشات ابھریں، یہ اتنا خطرناک مسئلہ ہے کہ اس سے ایمان کے سلب ہو جانے کا خطرہ ہے۔‘‘

فرمایا: ’’بدن کی بدبو دو وجہ سے ہوتی ہے، کبھی تو گرد و غبار سے ہوتی ہے، دوسری بو معصیت کی وجہ سے ہوتی ہے، آج نوجوانوں میں بدنظری کی وجہ سے بدبو عام ہوگئی ہے، اس سے بچنے کی بہت ضرورت ہے۔‘‘

دارالحدیث میں ایک طالب علم کے بال دیکھے، جو انگریزی تھے، تو فرمایا: ’’حسن بال رکھنے میں نہیں؛ بلکہ نبی ﷺ کی اتباع میں ہے، بچو! کیسے بال ہیں؟ حدیث شریف پڑھنے والے لوگ کیسے بال رکھتے ہیں؟ بچو! بال کٹوا دو، انگریزی بال بالکل ختم کر دو، بچو! میرے پاس چار آنے نہیں ہوتے تھے کہ میں بال کٹواتا، چار چار مہینے ہو جاتے میں بال نہیں کٹوا پاتا تھا، بڑے بڑے بال ہو جاتے، بڑے ہونے کے بعد میں انگلی سے کنگھا کرتا تھا، اور جمعہ کے دِن کبھی کبھار کنگھا کرتا تھا، میں منع نہیں کرتا کہ کنگھا نہ کرو، بال رکھو، کنگھا کرو؛ مگر اتباعِ سنت کی نیت ہو، دوستوں کو بتانے کے لیے نہیں، نیز خواہش کے لیے نہیں، فقیہ ابواللیثؒ نے لکھا ہے کہ اگر آدمی سنت کی نیت سے مسواک کرتا ہے تو حساب نہیں ہوگا، ورنہ حساب ہوگا۔‘‘

فرمایا: ’’بہار میں ایک گاؤں ہے، وہاں اکثر لوگ انصاری ہیں، حافظ و عالم

ہیں؛ مگر نمازی نہیں ہیں، بچو! اصل تو نمازی ہونا ہے، یہی نہ ہو تو کچھ نہیں۔‘‘

فرمایا: ’’پنڈت کہتا تھا کہ ’’مولوی قاسم (اس سے مراد حضرت اقدس مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ ہیں) کے سر پر علم کی دیوی ناچتی ہے، معلوم ہوتا تھا کہ علم کے فوآرے جوش مارتے تھے۔‘‘

فرمایا: ’’جس میں جتنا قربِ الٰہی ہوتا ہے وہ بارگاہِ الٰہی میں اسی قدر خائف ہوتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’دیکھو بچو! ادب سیکھو، اگر ادب نہیں تو تمہیں کچھ نہیں ملے گا، حضراتِ صحابہؓ حضرت نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں اس طرح بیٹھتے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں۔‘‘

ایک مرتبہ دارالحدیث میں طلبہ نے پنکھے چلا دیے تھے، جب کہ ابھی گرمی کا احساس بھی پوری طرح نہیں ہو رہا تھا، اس وقت فرمایا: ’’بچو! تھوڑی گرمی برداشت کرلو، پنکھا بند کر دو، اخلاق سیکھو بچو! تم نے یہاں اگر بے احتیاطی کی تو میں بہت گارنٹی کے ساتھ کہتا ہوں کہ آئندہ تم آرام نہیں پاؤ گے، مدارس کی چیزوں میں احتیاط سے کام لو۔‘‘

فرمایا: ’’حرام سے بچو، آرام سے رہو گے۔‘‘

طلبۂ کرام کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ’’میاں صاحبان! تہجد پڑھئے، جتنے بڑے گزرے ہیں سب پڑھتے تھے، تم بھی ان کی اقتدا کرنے والے ہو، تم بھی پڑھو۔‘‘

۲۰۰۶ء میں جب حضرتؒ کو دل کا دورہ پڑا تھا تو ڈاکٹر نے اشارہ سے سجدہ کرنے کو کہا تھا، اس کے کچھ دنوں کے بعد افسوس کرتے ہوئے فرمایا: ’’کافی دِن تک میں نے بغیر سجدہ کے نماز پڑھی، ایک دِن اللہ کے سامنے رویا کہ اے اللہ! یہ کیا ہو گیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے سجدہ کرنے کی توفیق دی، جب میں نے سجدہ کیا تو ایسا محسوس ہوا کہ آج کوئی نئی چیز ملی ہے، بچو! اپنے رب کو یہ سمجھ کر سجدہ کرو کہ وہ لائق سجدہ ہے۔‘‘

نوٹ : حضرتؒ جب سجدہ میں جاتے تھے تو وہ منظر واقعی قابل رحم ہوتا تھا،

پہلے اپنا ایک پاؤں موڑتے، پھر آہستہ آہستہ جھکتے، پھر سجدہ فرماتے، یہاں تک کہ ہانپ جاتے، یہ ۱۴۲۶ھ اور ۱۴۲۷ھ کا مشاہدہ ہے۔ (از: محمد جابر عفی عنہٗ)۔

فرمایا: ’’بچو! اس طرح سجدہ کرو کہ کم سے کم تین مرتبہ ’’سبحان ربی الاعلیٰ‘‘ پڑھ سکو، کیا پتہ کب موت آجائے؟ ایسا ہی ایک سجدہ بعض مرتبہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بخشش کا سبب بن جاتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’جو چیز حضور ﷺ سے ثابت ہے وہاں میرا سر جھک جاتا ہے، اور جو چیز مطابق سنت ہے اس سے میرا دل خوش ہوتا ہے، اور جو چیز خلافِ سنت ہو اسے میں چھوڑ دیتا ہوں۔‘‘

فرمایا: ’’حضرت سہارن پوریؒ ایک مرتبہ اسٹیشن پر نماز پڑھنے لگے، تو ایک صاحب آئے اور حضرتؒ کا لوٹا لے کر چلنے لگے، حضرتؒ نے نماز توڑ دی اور فرمایا: ’’لوٹا لے کر کہاں جا رہے ہو؟‘‘ اس نے کہا: ’’واہ مولوی صاحب! ایک لوٹے کی وجہ سے نماز توڑ دی؟‘‘ فرمایا: ’’آج ایک لوٹے کی وجہ سے نماز توڑ دی، اگر تو لے کر چلا جاتا تو کتنی نمازیں چھوٹ جاتیں؟‘‘ حضرتؒ (شیخ یونس صاحبؒ) نے فرمایا: ’’صحیح کہا۔‘‘

’’بچو! میرا دانت تو پاؤ روٹی بھی نہیں کاٹ سکتا، بس بچو! اب زندگی تھوڑے ہی دِن ہے، پھر آرام ہی ہے، اگر کرم فرمایا گیا اور مغفرت ہوگئی تو ان شاء اللہ آرام ہی آرام ہے۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! بڑوں کا مارنا اور ڈانٹنا کیا برا لگتا ہے؟ اب ماحول بگڑ گیا ہے، ہمارے مولانا ضیاء الحق صاحبؒ کے مارنے پر بچے خوش ہوتے تھے، مولاناؒ سبق یاد کرانے کے لیے ڈنڈا مارتے تھے کہ یہاں کیا پڑھا؟ لیکن مولاناؒ بیماری کی وجہ سے میری رِعایت کرتے تھے۔‘‘

’’بچو! اپنے بھوکے ساتھی کو کھلاؤ، اور کچھ پیسوں سے غریب کی مدد کرو، بچو! تم حدیث کس لیے پڑھتے ہو؟ اچھی باتیں سیکھنے کے لیے، اپنے نبی ﷺ کی باتوں کو

جاننے کے لیے، اپنے نبی ﷺ سے محبت کرنے کے لیے۔’’

فرمایا: ‘‘ہم نئے نئے مدرّس تھے، عصر بعد سب تفریح میں چلے گئے، میں ایسے ہی بیٹھا تھا کہ مفتی مظفر حسین صاحبؒ آئے، انہوں نے کہا: ‘‘کیوں ایسے بیٹھے ہو؟’’ میں نے کہا: ‘‘ایک اُستاذ نے کچھ کہہ دیا ہے،’’ فرمایا: ‘‘ایسا تو ہوتا رہتا ہے،’’ سب غم دور ہوگیا، بالکل اللہ تعالیٰ نے اس وقت حضرت مفتی صاحبؒ کو اپنی طرف سے بھیجا تھا۔’’

فرمایا: ‘‘موت قریب ہے، جانے کے دِن قریب ہیں، اب موت یہ کہہ رہی ہے کہ تیاری کرو، تیاری کرو، کوئی تمہارا دوست نہیں ہے، اللہ سے دوستی کرو، وہی واحد دوست ہے، بچو! اس دنیا سے جانا ہی جانا ہے، آدمی توبہ کرکے اپنے مالک کو راضی کرلے اور کچھ ٹوٹے پھوٹے اعمال کرلے۔’’

فرمایا: ‘‘قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وصایا میں فرمایا تھا کہ ‘‘میری نمازِ جنازہ میں فاتحہ پڑھنا،’’ پھر حضرتؒ نے فرمایا: ‘‘اگر تم میں سے کوئی میری نمازِ جنازہ پڑھے تو سورۂ فاتحہ پڑھنا۔’’

فرمایا: ‘‘مولوی اطہر کہتے تھے کہ تجھے تو صرف اپنے نفس سے دوستی ہے، میں نے کہا: ‘‘تو بالکل صحیح کہتا ہے۔’’

ایک طالب علم تاخیر سے دارالحدیث میں داخل ہوئے اور دروازہ اس طرح بند کیا کہ جس سے آواز آئی، اس وقت حضرتؒ نے فرمایا: ‘‘آپ لوگوں میں تہذیب نہیں، کھٹ کھٹ کرتے ہو، شرم نہیں آتی؟ (حضرتؒ نے ڈانٹا تو وہ طالب علم ہنسنے لگا) فرمایا: ‘‘جو بے اَدبی کرکے ہنستا ہے اس میں کبر ہوتا ہے، اس کو کچھ نہیں آتا، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ خالی ہوتا ہے، کبھی ہم نے اساتذہ کی موجودگی میں دروازہ اس طرح بند نہیں کیا کہ کھٹ کی آواز آئے، صرف ایک دو بار، اس میں بھی میں چونک گیا، بچو! کتاب کا ادب کرو، استاذ کا ادب کرو، میں بہت دنوں سے سکھاتا ہوں، تم نے کیا سیکھا؟ ایک

صاحب کو میں نے کہا کہ آپ کے بچے کا پاؤں قرآن کی طرف ہے، تو انہوں نے فوراً اپنے بیٹے کو تھپڑ ماردی، وہ کون تھے؟ مولانا اطہر تھے، بچہ کون تھا؟ محمد، آپ کے ماں باپ نے اچھے طریقے نہیں سکھائے، جس میں اَدب نہیں اس میں کچھ نہیں۔''

فرمایا: ''ایمان توفیق سے حاصل ہوتا ہے، خواہ کسی کو ہزار بار سمجھائیں؛ لیکن توفیق نہ ہوتو کوئی فائدہ نہیں۔''

فرمایا: ''انسان کی یہ جان اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے، معلوم ہوا کہ انسان کو اپنی جان ضائع نہیں کرنی چاہیے، آدمی اپنی صحت کی حفاظت اس لیے کرتا ہے تاکہ تعلیم وتبلیغ کر سکے، دین کی خدمت کر سکے، اس پر ثواب ہے، اس پر اجر مستحسن ملے گا، گلا گھونٹنے کا کام وہی کرتا ہے جو نماز نہیں پڑھتا اور گناہ کرتا ہے، بچو! نماز کا اہتمام کرو، اللہ پاک سے بہت ڈرو۔''

فرمایا: ''ابھی وقت ہے، تیاری کر لیجیے، اپنے گناہوں سے توبہ کر لیجیے، توبہ نام ہے دل سے ندامت کا، فی الحال سارے گناہ چھوڑ دینے کا اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ اِرادہ کرنے کا، بچو! آنکھیں بند ہونے کے بعد اس کا موقع نہیں ملے گا، توبہ کے ذریعہ باطن کی تاریکی ختم ہو جاتی ہے، توبہ یہ زبردست آلہ ہے، ایک ندامت ہی کی ضرورت ہے، ابھی سے عزم کرو کہ کوئی گناہ نہیں کریں گے۔''

''میرے عزیزو! اپنے دل کو پاک صاف کرو، نہ اچھا پہننے کا اہتمام کرو اور نہ کسی کے مال کی طرف دیکھو، سب سے بری چیز لالچ ہے۔''

فرمایا: ''گجرات کا ایک طالب علم غریب تھا، اس کو دیگر طلبہ نے کہا کہ ''تم ہمارے برتن دھو دیا کرو، ہم تم کو پیسے دیں گے، وہ رات کو اللہ تعالیٰ کے سامنے رویا، تو خواب میں حضرت سلیمان علیہ السلام آئے، اس طالب علم نے مجھ سے یہ بات کہی، تو میں نے کہا: ''اب تیرے رزق کے دروازے کھول دیے گئے ہیں، پھر اس نے کہا کہ آج صبح ڈیڑھ سو روپئے منی آرڈر کہیں سے آیا ہے، بچو! غریبوں سے مذاق نہ کرو۔''

فرمایا: ’’ایک بات یاد رکھو کہ حق واجب ادا کرنے کا اہتمام کرو، آدمی دوسروں کا حق ادا نہ کرے اور صدقہ کرتا چلا جائے، تو بھائی! آخرت میں دوسروں کے حق کا مطالبہ ہوگا، لوگوں کے حقوق ادا کرنے کا اہتمام چاہیے، مدرسہ میں جو سنتے ہیں کہ فلاں کی لنگی چوری ہوگئی اور فلاں کا جوتا چلا گیا، یہ کون لینے والا ہے؟ آپ لینے والے ہیں، اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ علماء بدنام ہوں گے، علم سے لوگ برگشتہ ہوں گے، اعراض کریں گے۔ ‘‘

فرمایا: ’’مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے دو لفافے بنائے تھے، ایک میں صدقہ کے نام سے رکھتے تھے، اور دوسرے میں اعانت کے نام سے، میں نے بھی ایسا ہی کیا، بچو! تھوڑا ہو تو تھوڑا ہی صدقہ کرو، آخرت کے لیے ایک دو روپیہ صدقہ کرلو، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہوجائے اور تمہارے لیے نجات ہوجائے، ہماری ایک بڑی دادی تھیں، وہ زبردست سخی تھیں، ایک وقت وہ تھا کہ کھانے کو کچھ نہیں تھا، اور ایک وقت ایسا آیا کہ روپئے بھرے پڑے رہتے تھے، جو آئے اس کو تقسیم کرتی تھیں، اس لیے کہ اُن کو تنگی کا زمانہ یاد تھا۔ ‘‘

فرمایا: ’’ہندوستان میں عورتیں عام طور پر شوہر سے جھگڑا کرتی رہتی ہیں، پتہ نہیں عورتوں کو کیا اَدب سکھایا گیا ہے، یہی عورتیں گھر کے لیے راحت تھیں، بچو! عورت کا کمال یہی ہے کہ وہ خاوند کی پریشانی دور کرے، ہمارے گھروں میں کبھی یہ نہیں ہوتا تھا کہ مرد باہر بیٹھا ہو تو اندر سے عورت کی آواز آئے، انگریزی تعلیم نے یہ حالات بدلے ہیں، جو عورت اپنے خاوند کی قدر نہیں کرتی اس کو طلاق ہوجاتی ہے، یا وہ بیوہ ہوجاتی ہے، بچو! ادب ایسی چیز ہے کہ انسان کو اس سے آرام ملتا ہے۔ ‘‘

’’وَبِالْوَالِدَیْنِ إِحْسَانًا‘‘ پر فرمایا: ’’جو کماؤ اس میں سے کچھ والدین کو دو، اس سے وہ خوش ہوں گے، ایک مرتبہ میرے والد صاحبؒ سہارن پور آئے، تو حضرت ناظم صاحبؒ نے بلوایا اور کہا کہ تمہارے والد آئے ہیں، ان کو کرایہ دینا اور کچھ پیسے دینا، تو

میں نے کرایہ دیا اور سو روپئے دیے۔‘‘

فرمایا: ’’مولوی کا پیٹ ایک ہوٹل سے نہیں بھرتا، یعنی علم کے ہوٹل سے، بچو! رات کو ایک لفظ ڈھونڈنے میں دو گھنٹے صرف ہوئے، لفظ تو مل گیا؛ مگر پیٹ نہیں بھرا، ساری کتابیں دیکھ ڈالیں، (پھر حضرتؒ نے اپنے بارے میں فرمایا) ’’آپ حافظؒ (حافظ ابن حجر عسقلانیؒ) کے معتقد ہیں؟ ہاں، لیکن حافظؒ سے زیادہ اپنا معتقد ہوں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل کیا ہے۔‘‘ (نصیحت کرتے ہوئے طلبہ کو فرمایا) ’’تمہاری عمر ہے، ’’بخاری‘‘ دیکھو، اس کے حواشی دیکھو، ’’لامع‘‘ دیکھو، تمہارے پاس جو کچھ ہو دیکھو، ’’لامع‘‘ دیکھو، تا کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کو ثواب پہنچے۔‘‘

فرمایا: ’’خواہ نرم روٹی کھالو، یا سخت کھالو، یا بھوکے رہو، یا پیٹ بھر کر کھالو، بہر حال آہستہ آہستہ اپنے گھر یعنی قبر میں جانا پڑے گا۔‘‘

فرمایا: ’’یہاں ایک آدمی تھا، شراب بہت پیتا تھا، مرنے سے پہلے اس کے ناک سے دھواں نکلنے لگا، گھر والوں نے اس کی ناک پر کپڑا ڈالا، تو کپڑا جل گیا، دنیا ہی میں عذاب آ گیا، ایسی چیزیں نہیں چھپانی چاہیے، بچو! گناہ بدترین چیز ہے، اس سے بچنا چاہیے۔‘‘

فرمایا: ’’جو طالب علم سلیقہ مند ہوتا ہے اس کو مارا جاتا ہے، اور جو بے سلیقہ ہو اسے نہیں مارا جاتا، سعادت مند بچے استاذ کی مار پیٹ سے خوش ہوتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’ہم نے بڑے بزرگوں کو دیکھا ہے کہ وہ کسی کا عیب نہیں کھولتے تھے، خواہ واقعی ہو یا غیر واقعی، یہی حدیث شریف سے ثابت ہے، اس پر عمل کرنا چاہیے، آج کل یہ بہت زیادہ ہو رہا ہے کہ فلاں نے یہ کیا اور فلاں نے یہ کیا، آپ کو کیا معلوم کہ فلاں نے کیا کیا؟ آپ کو کیا معلوم کہ وہ بات صحیح ہے یا نہیں؟ بچو! کسی کا عیب دیکھ کر اس کی تشہیر کرنا یہ کوئی خوبی کی بات نہیں ہے، جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ اس پر پردہ رکھے گا، بچو! یہ جملہ یاد رکھو، نبی ﷺ نے کیسی تعلیم فرمائی کہ اللہ

تعالیٰ قیامت کے دِن بندے کی پردہ پوشی فرمائے گا، اس پر عمل کرو، قیامت کے دِن ہر شخص پریشان ہوگا اور چاہے گا کہ پردہ ہوجائے۔‘‘

فرمایا: ’’طلبہ کے حق میں ظلم سے پرہیز کیا جائے، طلبہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں، قوم کی بھی امانت ہیں، انہیں سچی تعلیم دی جائے، ضرورت کے بقدر مارا جائے۔‘‘

فرمایا: ’’ایک اُستاذ تھے، میں ان کی خدمت کرتا تھا، کوئی چیز نہیں لیتا تھا، ایک مرتبہ انہوں نے کوئی دوا بنائی، اس میں پیسی ہوئی اِلائچی ڈالی، اچھی خوش بو آتی تھی، میں نے اس میں سے تین چمچ کھائے، جب میں نے یہ بات حضرت ناظم صاحبؒ سے کہی تو فرمایا کہ ’’پیسے بھی دو اور اس بات کو واضح بھی کرو کہ میں نے یہ چیز لی ہے، وہ اُستاذ دیوبند کے جلسہ میں آئے تو وہ یہاں بھی آئے تھے، تو میں نے ان کی خدمت میں پچاس روپے یا پچاس پیسے (حضرتؒ نے جو فرمایا راقم السطور برابر سمجھ نہیں پایا) دیے اور کہا کہ ’’میں نے جو آپ کا نقصان کیا ہے اس کے لیے ہے، وہ ہنسنے لگے، اللہ تعالیٰ حضرت ناظم صاحبؒ کو جزاءِ خیر دے۔‘‘

طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ’’آج کل لُو چل رہی ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں سایہ میں رکھا ہے، دیہات کے لوگ دھوپ میں رہتے ہیں، اور دو دو دانے چن کر تمہاری خدمت میں دیتے ہیں۔‘‘

بچو! تم نے اکابرؒ کے بارے میں سنا ہوگا کہ وہ مہینہ میں بارہ دِن کھاتے تھے، بقیہ دن غیر اختیاری طور پر فاقہ ہوتا تھا، مجھے ایک دِن فاقہ ہوا تھا، تو میں نے اللہ تعالیٰ سے کہا: ’’فاقہ برداشت نہیں ہو رہا،‘‘ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے انتظام فرمایا، بچو! جس ذات نے اپنی صفت رب العالمین بیان فرمائی ہے، کیا وہ ذات اپنے بندوں کو بھوکا رکھے گی؟ نہیں، بچو! دین کی خدمت کے لیے خود کو تیار کرو، روزی روٹی اللہ تعالیٰ دے گا۔‘‘

فرمایا: ’’میں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے کہ ’’تکبر ہے تکبر‘‘ بار بار

کہہ رہا ہے، میں نے کہا: ’’کیسا؟‘‘ پھر صبح کو ایک شخص نے مجھے عطر ہدیہ کیا، اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ میرے پاس اس سے اچھا ہے، پھر فوراً خواب کا خیال آ گیا، تم کہتے ہوگے کہ اپنے عیب بھی بیان کرتے ہیں، ہاں بھائی! عیب بیان کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں۔‘‘

فرمایا: ’’بڑوں کے سامنے چھوٹوں کو نہیں چلنا چاہیے، آج کل کے طلبہ کیسے ہیں؟ کوئی اَدب نہیں، لکھنؤ کے مولانا اصغر صاحب تھے، وہ مجھ سے کہتے تھے کہ میں کبھی اُستاذ کے آگے نہیں چلا، اس کا ثمرہ یہ ہوا کہ میں چلتا ہوں تو طلبہ سر جھکا دیتے ہیں، آپ میں کتنا اَدب ہے؟ آپ سوچئے، اپنے اخلاق درست کرو، آدمی بنو، بچو! ادب سیکھا جاتا ہے، بغیر سیکھے کچھ نہیں آتا، میں چھوٹا تھا، کبھی اُستاذ کے برابر نہیں بیٹھتا تھا، میرے دل میں آ جاتا تھا کہ اُستاذ کے برابر میں نہیں بیٹھنا چاہیے۔‘‘

فرمایا: ’’جو کام کرو اللہ کے لیے کرو، چھپروں میں بیٹھ کر پڑھاؤ، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب عمارت خام تھی تو استعداد پختہ تھی، اور جب عمارت پختہ ہوئی تو استعداد خام ہوگئی۔‘‘

فرمایا: ’’جو ’’اللہ، اللہ‘‘ کے لیے آتا ہو اور علم کے لیے آتا ہو، ایسا مہمان میں پسند کرتا ہوں۔‘‘

فرمایا: ’’جہاں میں پڑھتا تھا وہاں میرا معمول تھا کہ ڈیڑھ ماہ پر گھر جاتا تھا، ایک جمعہ کے دِن ایسا ہوا کہ طلبہ نے ایک اُستاذ کے خلاف شور مچایا، جن اُستاذ کے خلاف شور مچایا میں ان کا خادم تھا، جب میں جمعہ کے دِن آیا تو ایک لڑکا میرے پاس آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کہیں لے جانے لگا، اور میں اس کو مار بھی نہیں سکتا تھا، اس لیے کہ میں ایک مارتا تو وہ دو مارتا، جب وہ لے جا رہا تھا تو ایک طالب علم جو اس کی جماعت کا تھا، اس نے کہا: ’’ارے! کہاں لے جا رہا ہے؟‘‘ اس نے کچھ جواب نہیں دیا، پھر سے اس نے زور

سے کہا: ''ارے! کہاں لے جا رہا ہے؟'' پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا، بچو! آخر کیا ہوا؟ جو صاحب لے جا رہے تھے انہوں نے ڈاڑھی مونڈ والی، اللہ تعالیٰ نے ان کو نہیں پڑھنے دیا، وہ نہیں پڑھ پائے، انصاری برادری کے تھے، اور جنہوں نے کہا تھا کہ ''اس کو کہاں لے جا رہے ہو؟'' انہوں نے مکمل تعلیم حاصل کی، اور وہ ایک مدرسہ کے مہتمم ہیں، بچو! بس یہی ہوتا ہے، اس لیے کہ انہوں نے ظلم کیا تھا، اور سن لو! جس نے بھی استاذ کی بے ادبی کی وہ کبھی نہیں پڑھ سکا۔''

فرمایا: ''آج کل مسلمانوں میں عمومی فساد آ گیا ہے، اس لیے اہل مدارس اور اہل تبلیغ کوشش کر رہے ہیں، اور جہاں جہاں اہل مدارس اور اہل تبلیغ کوشش کر رہے ہیں اس کے حدود تک امن رہتا ہے، اصلاح کی خوب فکر کیجیے، حالات نازک سے نازک تر ہوتے جا رہے ہیں، فرزندانِ اسلام! آپ لوگ غور کیجیے، اپنے نفس کی اصلاح کیجیے، گناہوں سے بچئے، کپڑے دھونے اور کھانے پینے میں مت لگے رہیے، اگر ایسا کریں گے تو کچھ کام نہ آئے گا، آج یا کل کے اخبار میں مسلمانوں کے بارے میں سن کر بڑی تکلیف ہوئی کہ مسلمان اِتنا گر گیا ہے کہ جس کے منہ میں جو کچھ آتا ہے کہتا ہے اور جس کے قلم پر جو آتا ہے لکھ دیتا ہے، آپ خود کی اصلاح کیجیے، اللہ تعالیٰ کے سامنے رویئے، اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئے۔''

ایک مرتبہ ایک طالب علم سبق میں تاخیر سے آئے، اس وقت فرمایا: ''گھنٹی کے بعد تاخیر سے آنا حرام ہے، ہاں، اگر کوئی عذرِ شرعی ہو جس نے مجبور کر دیا ہو تو کوئی حرج نہیں، مجھے یاد ہے کہ میں نسائی شریف کی عبارت پڑھ رہا تھا، بڑے زور سے استنجا کا تقاضہ ہوا، میں نے دل میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! اس وقت تقاضہ ختم فرما دے، اللہ تعالیٰ نے تقاضہ ختم فرما دیا، میں ٹی. بی. کا مریض تھا، جب عبارت پڑھتا تو بعض اوقات ایسا لگتا کہ سینہ پھٹ جائے گا؛ لیکن میں نے سوچا کہ جو ہونا ہوگا وہ ہوگا،

خواہ مرجاؤں؛ مگر عبارت پڑھنا نہیں چھوڑوں گا۔‘‘

فرمایا: ’’جو شخص حرام کو حلال سمجھ کر کھائے گا وہ پکا کافر ہے، یہ بات یاد رکھئے کہ نبی ﷺ سے جس قدر محبت ہوگی اتنا ہی آدمی کفر و معصیت سے دور بھاگے گا، مولوی ہو جانا کوئی کمال نہیں، آدمی مولوی ہو جاتا ہے، پھر بھی حرام کھاتا ہے اور کفر بکتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’جب میں پہلی بار ۱۳۹۹ھ میں حج کو گیا تھا، تو باغِ سلمان کی لکڑی لے آیا تھا، اس کے بعد توڑ پھوڑ شروع ہوگئی۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! تجربہ یہ ہے کہ نماز کا اہتمام کرنے سے کام میں برکت ہوتی ہے، نماز کا اہتمام کرو، مجھے نہ دیکھو، میں تو اب محتاج ہو گیا ہوں، پانچ قدم استنجا کے لیے چلنا ہو تو دو بچوں کے سہارے جاتا ہوں۔‘‘

فرمایا: ’’حضراتِ صحابہ کرامؓ اللہ تعالیٰ کے دین پر اپنی جان نثار کرنے والے تھے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین پر اپنی جان قربان کردی، اپنے گھروں کو چھوڑ دیا، وطن چھوڑ دیا، حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے زمانے میں بھوپال کے رہنے والے ایک انجینئر تھے، دین کی خدمت کے لیے ایک بستی میں جا کر رہنے لگے، وہ لوگوں کو کھلاتے تھے اور خود جنگل میں جا کر نرم نرم گھاس توڑ کر کھاتے تھے۔‘‘

’’طلبہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ’’دیکھو صاحبو! آوارگی اختیار کرنے سے کچھ نہیں آتا، یہ فن ادب چاہتا ہے، محبت چاہتا ہے، جو اس نیت سے نہیں آتا اسے کچھ نہیں ملتا، اسی لیے تین سو کے قریب طلبہ فارغ ہو کر جاتے ہیں اور کچھ نہیں کرتے، میں ایک مرتبہ سوار ہو کر آ رہا تھا، اور ایک استاذ سوار ہو کر آ رہے تھے، وہ میرے اُستاذ نہیں تھے، پھر بھی میرے دل نے گوارا نہیں کیا کہ ایک اُستاذ سوار ہو کر آ رہے ہوں اور میں بھی سوار ہو کر آؤں، میں اُتر گیا، وہ چلے گئے، پھر میں سوار ہو گیا، تم میں ہے ایسا کوئی طالب علم؟ بچو! پہلے ایسا تھا کہ اساتذہ کو دیکھ کر طلبہ ازراہِ اکرام ایک طرف ہو جاتے۔‘‘

فرمایا: ''ہم تو پانچ پانچ کتابیں ایک ساتھ اٹھا کر لے جاتے تھے، جو طلبہ پانچ پانچ کتابیں لے کر آتے تھے وہ آج پڑھا رہے ہیں۔''

فرمایا: ''جب خاتمہ باخیر مقدّر ہوتا ہے تو آدمی پر اچھے اچھے اَحوال طاری ہو جاتے ہیں۔''

فرمایا: ''بچو! رِیال کما کے کیا ہوگا؟ آدمی پیسوں سے حج نہیں کرتا، اور نہ عمرہ کرتا ہے، خبردار! کہیں پیسوں کے لیے مدرّسی نہ کرنا۔''

فرمایا: ''آپ ﷺ نے کبھی اپنی مدح نہیں کی، اور اگر کوئی آپ کی مدح کرتا تو آپ ﷺ ناپسندیدگی کا اِظہار فرماتے تھے، بچو! اگر مدرّس سے کوئی خیر وخوبی کی بات نکلے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے، اِترانا نہیں چاہیے، کیا پتہ؟ اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہوتا ہے یا نہیں؟''

فرمایا: ''جوانی کی عمر میں قرآن پڑھو، اگر میری عمر کے ہو جاؤ گے تو کچھ نہیں کر سکو گے، اس عمر کو پہنچنے کے بعد کچھ نہیں کر سکو گے یا تو مر جاؤ گے، بچو! تہجد پڑھو، بڑی اچھی نماز ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب ملتا ہے، اس سے ان کی رضاءِ مستقل ملتی ہے، میں نے تو کچھ نہیں کیا، تم ہی کر جاؤ اور آگے بڑھ جاؤ۔''

دو طالب علم دارالحدیث میں باتیں کر رہے تھے، اس وقت حضرتؒ نے فرمایا: ''ارے احمقو! کیا حدیث شریف سے بہتر بھی کوئی کلام ہے؟ میں سچ کہتا ہوں کہ یہ دن کبھی نصیب نہیں ہوں گے، میں پہلی مرتبہ جب حدیث شریف پڑھنے لگا تو کونے میں بیٹھ کر بہت رویا تھا، کیوں کہ مجھے ٹی. بی. کی بیماری تھی، مجھے پتہ نہیں تھا کہ میں زندہ بھی رہوں گا یا نہیں؟ اس لیے میں طلبہ سے کہتا پھرتا تھا کہ میرے لیے دعا کرنا، حضرت مولانا ضیاء الحق صاحبؒ کو خط لکھا، تو سب سے زیادہ تسلی بھرا خط ان کا آیا، بچو! اس وقت کو غنیمت جانو، باتیں نہ کرو، دوستی نہ کرو، نبی ﷺ کو چھوڑ کر غیر نبی سے کیا دوستی کرنا؟

بہت ڈرنا چاہیے، یہ دِن پھر نصیب نہیں ہوں گے، بچو! میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو دورۂ حدیث پڑھنے کے بعد بھی ڈاڑھیاں مونڈواتے ہیں۔''

فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو زہر سے بھی فائدہ پہنچاتے ہیں، ایک صاحب کو طاعون کی بیماری لگ گئی، وہ ڈاکٹر کے پاس گئے، تاکہ دوا لیں، ڈاکٹر نے بجائے دوا کے زہر دے دیا، جب وہ واپس آرہے تھے تو راستے میں بے ہوش ہوگئے، گھر آئے اور بیوی کو اشارہ کیا کہ وہ دوا پلا دے، بیوی نے کھول کر زہر پلا دیا، جس سے ان کو دست آنا شروع ہوگئے، پھر ایک دِن اسی طرح رہا اور وہ ٹھیک ہوگئے، بچو! جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو زہر سے بھی فائدہ پہنچاتے ہیں۔''

فرمایا: ''ہمارے حجرے میں پانچ آدمی تھے، ناشتہ کرتے، کھانا پکاتے اور کھاتے تھے، جب وہ پکاتے اور کھاتے تو میں باہر چلا جاتا، کبھی ان کے کھانے کی طرف نہیں دیکھتا تھا اور نہ ان کی ہیئت کی طرف دیکھتا، یہ سب حافظ شبیر صاحبؒ کا کمال ہے کہ انہوں نے اَدب سکھایا تھا، جو سینکڑوں بار فرمایا کرتے کہ کسی چیز کی طرف نہ دیکھو۔''

فرمایا: ''پہلے زمانے کے لوگ اچھے تھے، چھوٹے بچوں کو کوئی نہیں چھیڑتا تھا، اب تو چھوٹے بچوں کا اِغوا کر لیتے ہیں، یہ بچوں کو اِغوا کرنا یہودیوں نے سکھایا ہے، پہلے انڈیا کی تاریخ صاف تھی، پہلے بچوں کو کوئی نہیں چھیڑتا تھا، انسانیت رُخصت ہوگئی ہے، یہ سب چند پیسوں کے لیے ایسا کام کرتے ہیں، ارے بھائی! چند پیسوں میں کیا پڑا ہے؟''

فرمایا: ''غربت کی وجہ سے ابّاؒ کہا کرتے تھے کہ تو کپڑا سینا سیکھ لے، یا کوئی اور کام سیکھ لے، ہمارے گاؤں کے کمال صاحبؒ تھے، انہوں نے ابّاؒ سے کہا کہ یونس کو بنارس لنچا کھینچنے کے لیے بھیج دو، ابّاؒ نے کہا کہ یہ اس کے بس کا کام نہیں ہے، میرے مولیٰ نے کرم کیا، میں سوچتا ہوں کہ ایک انسان لنچا کھینچنے کے لیے تیار کیا جاتا تھا اُسے مالک نے کہاں بٹھایا ہے، بچو! جو مقدّر ہوگا وہ ہو کر رہے گا، بچو! دین کی خدمت کرو۔''

فرمایا: ''بچو! تقویٰ نہ ہونے کی وجہ سے یہ سب حالات آتے ہیں۔''

فرمایا: ''جو شخص حریص ہوتا ہے اس کے اندر بے شرمی ہوتی ہے۔''

فرمایا: ''ہمارے گاؤں کے بڑے لوگ تھے وہ میرا خیال رکھتے تھے، سب جا چکے، سب کو جانا ہے، تم کو بھی جانا ہے، کوئی دنیا میں دوامی زندگی لے کر نہیں آیا، اس لیے بچو! آخرت کی فکر کرو۔''

فرمایا: ''اہل عرب کمزور ہو گئے ہیں، اس لیے کہ انہوں نے اپنے سلف کے طریقوں کو چھوڑ دیا ہے۔''

سبق میں بعض طلبہ نہیں آئے تھے، جس کا احساس حضرتؒ کو ہو گیا تھا، اس وقت فرمایا: ''آپ لوگ جتنی آوارگی کرتے ہو، سب ظاہر ہے، صبح کے سبق میں آپ میں سے کتنے لوگ نہیں آتے، بچو! اس سے دین بھی برباد ہوگا اور دنیا بھی برباد ہوگی، سنو! نبی ﷺ سے اعراض کبھی اچھے نتائج نہیں لا سکتا، اور نبی ﷺ پر فدا ہونا اچھے نتائج لائے گا، میں اپنی بات سناتا ہوں، میں ٹی. بی. کا مریض تھا، میرے پاس پیسے نہیں تھے کہ علاج کراؤں، مگر پھر بھی سبق میں حاضر ہوتا تھا، یہ طے کر لیا تھا کہ اب تو مرنا ہی ہے، لاؤ پڑھ لوں، ایک مرتبہ میں سیڑھی پر سے پانچ کتابیں لے کر آ رہا تھا، میں ناشتہ نہیں کرتا تھا اور بیمار بھی رہتا تھا، سانس پھول گیا اور چلنے کی طاقت نہیں رہی، ایک لڑکا آیا، اس نے کہا کہ ''لاؤ، کتابیں میں لے جاؤں،'' میں نے کہا: ''یہ حدیث شریف کی کتابیں ہیں، میں آپ کو نہیں دوں گا، میں خود لے جاؤں گا،'' بچو! جب تک مجھ میں طاقت رہی میں خود ہی کتابیں لاتا تھا، اب تو میں اس حالت میں ہوں کہ خود میرا وجود مجھ پر بھاری ہے، بچو! قدر کرو، جو اپنے نبی ﷺ کی قدر کرے گا اس کی قدر ہوگی، جو حدیث شریف کی ناقدری کرتا ہے اس کا کرتہ اور پائجامہ اُتر جاتا ہے اور وہ شرٹ پتلون پر آ جاتا ہے، جدّہ میں دیوبند کے ایک فارغ ملے، جو ڈاڑھی مونڈے ہوئے تھے، پتلون اور شرٹ پہنے ہوئے تھے، انہوں نے مجھ

سے اپنا تعاف کروایا، میں نے کہا: ”حدیث شریف پڑھ کر آپ مجھ سے تعارف کروا رہے ہیں، ارے میاں! کہیں مکتب پڑھانے بیٹھ جاتے“ بچو! بہت ہی غم ہوتا ہے، تمہیں اِتنا سمجھایا پھر بھی تم میں عمل کرنے کا جوش نہیں اُٹھا۔“

فرمایا: ”میں حاضری نہیں لیتا، اگر حاضری لی جائے تو پھر آپ کا آنا نبی ﷺ کے لیے ہوگا یا حاضری کے لیے؟ پھر تم میں اور کالج کے طلبہ میں کیا فرق رہے گا؟ میرے عزیزو! کالج کے طلبہ حاضری کے لیے آتے ہیں، تم تو نبی ﷺ کی حدیث پڑھنے کے لیے آتے ہو، میں گارنٹی کے ساتھ کہتا ہوں کہ جنہوں نے حدیث شریف کا ادب نہیں کیا ان کی عاقبت برباد ہو جائے گی، اور وہ دنیا میں بھی کبھی عزت نہیں پائیں گے، بچو! حدیث شریف کا تعلق سرکارِ دوعالم ﷺ سے ہے، روزانہ کیا کہنا؟ سال کا اخیری مہینہ ہے، تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے، قدر کرلو۔“

فرمایا: ”تقویٰ ایسی بنیادی چیز ہے جس سے انسان کا دل مضبوط ہوتا ہے اور رحمٰن کی طرف سے فضل ہوتا ہے۔“

”دیکھو بچو! تمہاری کتنی حدیثیں چھوٹتی ہیں؟ میری دو تین حدیثیں چھوٹی ہیں، میں ظہر کے بعد فوراً درسگاہ چلا جاتا اور عصر تک بیٹھا رہتا، بچو! جو لوگ آزادی اختیار کرتے ہیں ان کے نام ونشان مٹ جاتے ہیں، ایسے طلبہ کو کوئی نہیں جانتا، ایک دِن ہمارے استاذ نے فرمایا کہ ”جو لوگ میرے سبق میں حاضر نہیں ہوتے وہ مکتب پڑھائیں گے،“ میں نے اپنے جی میں کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو حاضر ہوں گے وہ کتابیں پڑھائیں گے، بچو! جو لوگ سبق میں حاضر رہتے تھے ان میں آج جلالین سے نیچے کوئی نہیں پڑھاتا، جو طلبہ سبق چھوڑ دیتے ہیں، حدیث چھوڑ دیتے ہیں انہیں کچھ نہیں ملتا، وہ اپنا سب کچھ ضائع کرتے ہیں۔“

فرمایا: ”ایک سید میرے پاس آئے، ضرورت مند تھے، انہوں نے پیسے مانگے، میں نے کہا کہ میں تو طالب علم ہوں، پھر مجھے پتہ چلا کہ وہ سید ہیں، میں نے ان کو کچھ پیسے دیے، بچو! میں تو حضور ﷺ کے صدقہ میں کھا رہا ہوں۔“

ایک مرتبہ سبق میں فرمایا: ’’بچو! اگر مجھے وہم ہوجائے تو معاف کر دینا اور یہ سمجھ لینا کہ بوڑھا آدمی ہے، بھول ہو جاتی ہے۔‘‘

فرمایا: ’’دخولِ کعبہ حسنات میں سے ہے، بشرطیکہ ظلم نہ ہو، رِشوت نہ دینی پڑتی ہو، ہمارے بڑے دنیا سے چلے گئے، کعبہ میں نہ حضرت شیخ ؒ گئے، نہ حضرت ناظم صاحبؒ، نہ حضرت خواجہ صاحب گئےؒ، نہ حضرت سہروردیؒ گئے، نہ مجددِ الف ثانی ؒ گئے اور نہ امام بخاریؒ گئے۔‘‘

فرمایا: ’’میں غریب تھا، مجھے غریبوں سے دوستی تھی، غریب اگر دو لقمے بھی کھلا لے گا تو خوش ہوگا، احسان نہیں رکھے گا، مولوی اطہر اور مولوی یامین سے میری دوستی تھی، کبھی کبھی میں، مولوی اطہر اور مولوی یامین ربڑی کھانے جاتے تھے، مولوی اطہر اور مولوی یامین پیسے دیتے تھے، انہوں نے ایک دِن مجھے پکڑا کہ تجھے پیسے دینے پڑیں گے، میں چپکے سے مسجد میں چلا گیا، یہ دونوں مجھے ڈھونڈتے ہوئے آئے تو میں بھاگ گیا، مولوی اطہر نے مجھے بعد میں کہا کہ ’’تو کیوں بھاگا تھا؟‘‘ میں نے کہا کہ ’’پیسے نہیں تھے،‘‘ بچو! یہ لوگ پیسے دیتے تھے، میں پیسے نہیں دیتا تھا، میں تو غریب تھا، کہاں سے لاتا؟‘‘

فرمایا: ’’نیت خراب ہو تو عمل بھی خراب ہوتا ہے، اگر تھپڑ اصلاح کی نیت سے مارو تو اگرچہ صورۃً وہ مار ہے: مگر معنیً تہذیب ہے، پرانے بزرگوں کے یہاں اصول تھا کہ وہ مارتے تھے تو صرف اصلاح کے لیے، اب لوگ مارتے ہیں غضب اُتارنے کے لیے، رُعب پیدا کرنے کے لیے، پہلے اساتذہ چاہتے تھے کہ بچے سنور جائیں، اب ایسا کون چاہتا ہے؟ الا ماشاء اللہ۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! اگر تمہیں پڑھانے کا موقع ملے تو نیک نیتی سے پڑھاؤ، روزی روٹی کے لیے نہیں، روزی روٹی مقدّر سے ملے گی، اگر تعلیم مقصود ہو تو چار سو روپے زیادہ ہیں، اگر پیسے مقصود ہوں تو جہاں چاہے جاؤ، کسی عرب کا مشہور مقولہ ہے کہ ’’اللہ تعالیٰ

نے اغنیاء کے کھانے کی لذّت فقراء کے کھانے میں ڈال دی ہے۔" ڈاکٹر کا کھانا کھاؤ تو کچھ نہیں؛ لیکن ملاّ کا کھانا کھاؤ تو لذّت آتی ہے۔"

فرمایا: "بچو! اچھے کام کر جاؤ، تاکہ تمہیں کوئی یاد کرے اور یہ کہے کہ "اے اللہ! اس کی مغفرت فرمادے،" بچو! کسی کو حقیر نہ جانو کہ فلاں کی دعا سے کیا ہوگا؟ کیا پتہ؟ کس کی دعا قبول ہو جائے؟"

فرمایا: "جماعت سے نماز پڑھو، مسجد میں نماز پڑھو، بچو! جب یہ حضرت بریدہ اسلمیؓ والی حدیث پڑھی تھی کہ "جو لوگ رات کی تاریکی میں مسجد جاتے ہیں ان کو قیامت کے دِن نورِ تام کی بشارت دے دو۔"

عَـنْ بُرَيْدَةَ الأَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:" بَشِّرِ المَشَّائِيْنَ فِيْ الظُّلَمِ إِلَى المَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ القِيَامَةِ." (رواه الترمذى : ٥٣)

اس وقت ہم رات کی تاریکی میں مسجد جاتے تھے اور نوافل پڑھتے تھے، جب بھی یہ حدیث شریف پڑھتے تھے تو بہت خوش ہوتے تھے، اب پتہ نہیں کونسے گناہ کی وجہ سے مسجد کی جماعت سے محروم کر دیا گیا ہوں۔" (یہ فرما کر حضرتؒ رونے لگے)۔

فرمایا: "حدیث شریف کو محبت سے پڑھو، اس کے اثرات اپنے اندر جذب کرو، ایک دِن حضرت شیخ رحمہ اللہ بہت بیمار تھے، ان کے تلامذہ اور متعلقین حضرتؒ کے پاس موجود تھے، میرا سنت پر عمل کرنے کا ارادہ ہوا، میں نے حضرتؒ کے ماتھے پر ہاتھ رکھ دیا، تو حضرتؒ نے آنکھ کھولی اور میری طرف دیکھ کر کہا کہ "یہ سنت پر عمل کرنے کے لیے کر رہا ہے، مجھے سنت سب سے زیادہ پسند ہے، محبوب ہے، میں سنت کی وجہ سے ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ ساری دنیا کو چھوڑ دوں گا۔" بچو! سنور جاؤ، نبوّت کے آداب لے کر جاؤ۔"

فرمایا: "بچو! میں جب دائیں کروٹ سے بائیں کروٹ لیٹتا ہوں تو حدیث

شریف یاد آتی ہے اور جی کہتا ہے کہ تجھے حدیث یاد ہے اور تو بائیں کروٹ لیٹتا ہے؟ پھر میں دائیں کروٹ لیٹ جاتا ہوں، مگر جب تھک جاتا ہوں تو پھر تاویل کرتا ہوں کہ اب تیرے لیے بائیں کروٹ لیٹنا جائز ہے۔''

ایک مرتبہ مجلس میں فرمایا: ''شادی کے بعد بدنظری فسادِ قلب کی علامت ہے۔''

ایک مرتبہ احقر نے حضرتؒ سے دریافت کیا کہ ''قوتِ حافظہ کے لیے کوئی دعا ہے؟'' حضرتؒ نے جواب دیا: ''اگر کوئی دعا ہوتی سارے ہی لوگ امام بخاری بن جاتے ،'' پھر کچھ توقف کے بعد ارشاد فرمایا: ''تقویٰ اختیار کرو اور گناہوں سے بچو۔'' پھر احقر نے اور ایک سوال کیا کہ ''حضرت! مطالعہ کرتا ہوں تو یاد نہیں رہتا'' فرمایا: ''کس کو یاد رہتا ہے؟ اس کو بار بار پڑھو۔''

فرمایا: ''غلام قادیانی بالکل احمق تھا، کچھ سمجھتا ہی نہیں تھا، صرف دنیا حاصل کرنے کے لیے نبی بنا تھا۔''

فرمایا: ''بچو! تم جوان ہو، اپنی نگاہ کو بری جگہ استعمال ہونے سے بچاؤ، اپنی آنکھوں کو اچھی جگہ استعمال کرو، اللہ تعالیٰ نے جہاں دیکھنے سے منع فرمایا ہے اس سے رُک جاؤ، کل ایک بچہ آیا، اس نے کہا کہ ''بدنظری ہو جاتی ہے'' میں نے کہا: ''ارے بچے! یہ عمل اختیاری ہے، جیسے آپ اپنے اختیار سے دیکھتے ہیں، ویسے ہی آپ اپنے اختیار سے بچ بھی سکتے ہیں، بچو! اپنے آپ کو سنوارنے کی کوشش کرو۔''

فرمایا: ''ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ ''کونسا پائجامہ سنت ہے؟'' میں نے کہا: ''جو ٹخنوں کے اوپر ہو اور ساتر بدن ہو۔''

دورۂ حدیث شریف کے طلبہ کو سالانہ سے کچھ دنوں پہلے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''بچو! اب تم جا رہے ہو، اخلاص سے دین کی خدمت کرنا، اگر فاقہ ہو جائے تو برداشت کر لینا، بچو! اگر اللہ تعالیٰ کے لیے فاقہ برداشت کر لوگے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایک

وقت کی روٹی میں برکت عطا فرمائیں گے۔‘‘

فرمایا: ’’ایک دِن کا لطیفہ ہے، ہمارے والد صاحبؒ آسمان دیکھ کر اذان سے پہلے سب سے پہلے ہی افطار کرتے تھے، ایک دِن بہت ہی سخت بارش ہوئی، سب لوگ مسجد میں پہنچ گئے اور سب نے اتفاق کیا کہ سورج غروب ہوگیا ہے، تو سب نے روزہ افطار کرلیا اور اذان بھی ہوگئی، لیکن والد صاحبؒ نے افطار نہیں کیا، کہ کچھ دیر انتظار کرلوں، کچھ دیر بعد بادل ہٹے اور سورج نے اپنی مونچھیں نکالیں، دادا نے بھی افطار کرلیا تھا، یہ قصہ جو سنا رہا ہوں اس وقت کا ہے جب میں نے روزہ رکھنا شروع کردیا تھا۔‘‘

فرمایا: ’’افطار میں کوئی چیز لازم نہیں ہے، جو چیز موجود ہو آدمی اُسی سے افطار کرلے، میں جب تمہاری عمر کا تھا تو جیب میں روٹی کا ٹکرا لے کر جاتا، جب اذان ہوتی تو روٹی نکال کر کھاتا اور پانی پی لیتا۔‘‘ (دورۂ حدیث شریف کے طلبہ کو یہ فرمایا تھا)۔

فرمایا: ’’حضرت شیخ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ’’اگر کسی کو یومِ عرفہ کے روزے کی توفیق ہوجائے تو یہ علامت ہے کہ وہ آئندہ سال زندہ رہے گا، یہ حضرتؒ کا استنباط تھا۔‘‘

فرمایا: ’’میرے حجرے میں ایسے ہی بچے سوئیں جو تہجد پڑھتے ہوں، یہ شرط ہے۔‘‘

فرمایا: ’’پہلے جب میں کتابیں خریدتا تھا تو کسی کو پیسے نہیں دیتا تھا، حتیٰ کہ ایک روپیہ بھی نہیں دیتا تھا، لیکن اب دے دیتا ہوں، کیوں کہ بوڑھا ہوگیا ہوں، بچو! اپنے ساتھیوں کی خفیہ طور پر مدد کردیا کرو، جون پور کے ایک صاحب تھے، وہ غریبوں کی خوب مدد کیا کرتے تھے، وہ جس شہر میں رہتے تھے وہاں ان کی مقبولیت بھی بہت تھی، جب ان کا انتقال ہوگیا تو ان کے جنازے میں تقریباً تیس ہزار لوگ شریک ہوئے تھے، بچو! موت تو سب ہی کو لے جاتی ہے۔‘‘

آخری دعا :

۹/ رمضان المبارک/ ۱۴۳۸ھ کو دعا کرنے سے پہلے حضرتؒ نے فرمایا کہ ”ہم لوگ گناہ بہت کرتے ہیں، دعا کی قبولیت کے لیے یہ شرط ہے کہ بندہ مخلص ہو، گناہوں سے تائب ہو، اسی لیے اِمام بخاریؒ نے ”کتاب الدعوات“ کی ابتدا میں ”باب الاستغفار والتوبۃ“ کو پہلے ذکر فرمایا ہے، ضرورت ہے کہ ہم پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور تمام مؤمنین کے لیے استغفار کریں، درود شریف پڑھیں، پھر دعا مانگیں۔“

اس کے بعد حضرتؒ نے خلافِ معمول ۱۷ منٹ دعا فرمائی، اس کے بعد حضرتؒ نے تقریباً ۷ شوال کو ۲ منٹ اجتماعی دعا فرمائی، جو آپؒ کی آخری دعا تھی، مذکورہ دعا ۹/ رمضان المبارک کی ہے:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الـحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ، وَ العَاقِبَةُ لِلۡمُتَّقِيۡنَ، وَ الصَّلوٰةُ وَ السَّلَامُ عَلىٰ سَيِّـدِنَـا مُحَمَّدٍ إِمَامِ النَّبِيِّيۡنَ وَ خَاتِمِ النَّبِيِّيۡنَ وَ قَائِدِ الغُرِّ المُحَجَّلِيۡنَ، رَسُوۡلِ رَبِّ العَالَمِيۡنَ، وَ عَلىٰ آلِهٖ وَ أَصۡحَابِهٖ وَ مَنۡ تَبِعَهُمۡ بِإِحۡسَانٍ إِلىٰ يَوۡمِ الدِّيۡنَ.

رَبَّـنَـا ظَلَمۡنَا أَنۡفُسَنَا وَ إِنۡ لَمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَ تَرۡحَمۡنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ، رَبِّ اغۡـفِـرۡ وَارۡحَمۡ وَ أَنۡتَ خَيۡرُ الرَّاحِمِيۡنَ، رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَآ إِنۡ نَسِيۡنَآ أَوۡ أَخۡطَأۡنَا، رَبَّـنَا وَ لَا تَحۡمِلۡ عَلَيۡنَآ إِصۡرًا كَمَا حَمَلۡتَهٗ عَلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا، رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلۡنَا مَـا لَا طَـاقَةَ لَـنَـا بِهٖ، وَ اعۡفُ عَنَّا وَ اغۡفِرۡ لَنَا وَ ارۡحَمۡنَآ أَنۡتَ مَوۡلٰنَا، فَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ.

الـلّٰهُـمَّ يَـا أَرۡحَـمَ الرَّاحِمِيۡنَ! اغۡفِرۡ لَنَا وَ لِوَالِدِيۡنَا وَ لِآبَائِنَا وَ لِأُمَّهَاتِنَا وَ لِأَقَـارِبِـنَـا وَ لِأَسَـاتِـذَتِـنَـا وَ لِتَلَامِـذِنَـا وَ لِـمَـنۡ تَـعَلَّقَ بِنَا وَ لِجَمِيۡعِ المُؤۡمِنِيۡنَ وَ المُؤۡمِنَاتِ، الۡأَحۡيَاءِ مِنۡهُمۡ وَ الۡأَمۡوَاتِ.

يَـا أَرۡحَـمَ الرَّاحِمِيۡنَ! أَصۡلِحۡ لَنَا شَأۡنَنَا فِيۡ دِيۡنِنَا وَ دُنۡيَانَا، وَ أَصۡلِحۡ دُنۡيَانَا

الَّتِی فِیُهَا مَعَاشُنَا، وَ أَصُلِحُ لَنَا دِیُنَنَا الَّذِیُ فِیُهِ آخِرَتُنَا وَ مَعَادُنَا. یَا أَرُحَمَ الرَّاحِمِیُنَ ! اِرُحَمُنَا وَ جَمِیُعَ المُسُلِمِیُنَ فِیُ جَمِیُعِ بِقَاعِ العَالَمِ، وَ أَصُلِحُ لَنَا شَأُنَنَا کُلَّهٗ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنُتَ.

اللّٰهُمَّ مَغُفِرَتُكَ أَوُسَعُ مِنُ ذُنُوُبِنَا، وَ رَحُمَتُكَ أَرُجیٰ عِنُدَنَا مِنُ أَعُمَالِنَا، یَا أَرُحَمَ الرَّاحِمِیُنَ ! یَا أَرُحَمَ الرَّاحِمِیُنَ ! رَبَّنَآ اٰتِنَا فِیُ الدُّنُیَا حَسَنَةً وَّ فِیُ الاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ، رَبَّنَا لَا تُزِغُ قُلُوُبَنَا بَعُدَ إِذُ هَدَیُتَنَا وَ هَبُ لَنَا مِنُ لَدُنُكَ رَحُمَةً، إِنَّكَ أَنُتَ الُوَهَّابُ.

اے اللہ! ہم سب کی مغفرت فرما، ہمارے گناہوں سے درگذر فرما، ہمیں گناہوں سے سچی پکی توبہ نصیب فرما، ایسی توبہ نصیب فرما کہ وہ ٹوٹنے نہ پائے، اے اللہ! ہمیں گناہوں سے پکی توبہ نصیب فرمادے، اے اللہ! ہمیں اپنی توبہ پر جمے رہنے کی توفیق دے۔

اے اللہ! یہ یہ حاضرین اس اُمید پر آئے ہیں کہ ان کی ضرورتیں پوری ہوں گی، بڑے افسوس کی بات ہے کہ دنیا کی ضرورتوں کے لیے آئے اور آخرت کی ضرورتیں بھول گئے، مجھے اِن باتوں سے بڑی اُلجھن ہوتی ہے، بھائی! توبہ کرو، دنیا کیا ہے؟ آج نہیں تو کل چھوٹے گی، مرجائیں گے اور سب کچھ یہیں رہ جائے گا، جو کچھ مال و دولت، مکان و دُکان اور کپڑے لتے ہیں سب یہیں چھوڑ کر چلے جائیں گے، آخرت میں صرف اعمال جائیں گے، وہی ساتھ رہیں گے، اسی کے اعتبار سے حساب ہوگا، ہم سب اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کا عزم کریں، آخرت کو اپنا مقصود بنائیں، اللہ تعالیٰ ہماری آخرت درست فرمائے، ہمیں سچا پکا مسلمان بنائے، اس وقت بے شمار بدعتیں پھیل گئی ہیں، لوگ دنیا کے پیچھے کتوں کی طرح دوڑ رہے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اس سے پاک فرما، اے اللہ! آخرت کی طرف توجہ

نصیب فرما، اے اللہ! ہماری آخرت درست فرما، اے اللہ ہماری آخرت کے معاملہ کو درست فرما، اے اللہ ہمارے اعمال درست فرما دے، ان میں اخلاص کی جان ڈال دے، اے اللہ! ان میں تقدس ڈال دے، ہم میں "إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ" کی صفت پیدا فرما دے، اے اللہ! تقوی نصیب فرما دے، اے اللہ! تقوی عن الحرام عطا فرما دے، تقوی عن الکفر والشرک عطا فرما، تقوی عن البدعۃ عطا فرما، تقوی عن ترک الفرائض نصیب فرما، اے اللہ! تقوی عن ترک السنن نصیب فرما، تقوی عن ترک المستحبات عطا فرما، تقوی عن ترک المندوبات عطا فرما، اے اللہ! تقوی کا ہر درجہ ہمیں نصیب فرما، گناہوں سے ہم میں نفرت پیدا فرما دے، گناہوں سے بچنا ہمیں نصیب فرما، اپنے نبی ﷺ کا صحیح اتباع نصیب فرما، ظاہر وباطن میں ہر گناہ کو چھوڑنا نصیب فرما۔

اے اللہ! ہمیں "وَ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ" پر پورا عمل نصیب فرما، اے اللہ! "اُدْخُلُوْا فِيْ السِّلْمِ كَافَّةً" پر پورا عمل نصیب فرما، اسلام کی ہر چیز اختیار کرنے کی توفیق نصیب فرما، ہمیں صحیح دین پر چلنے کی توفیق دے، ادیانِ باطلہ کی طرف جانے سے ہماری حفاظت فرما، شہر کے مسلمانوں کی بھی حفاظت فرما، دنیا کے مسلمانوں کی حفاظت فرما، اس بلاءِ عام کو دور فرما۔

اے اللہ! ہمیں بدعات سے بچنے کی توفیق نصیب فرما، طریق بدعت سے نکلنے کی توفیق عطا فرما، طریق سنت پر آنے کی توفیق عطا فرما، طریق نبوّت اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما، ظاہر وباطن میں ہمارا مقصود سنت کو بنا دے، ہر چیز میں رسول اللہ ﷺ کو پیشوا بنانے کی توفیق نصیب فرما۔

اے اللہ! تو ہم سے اپنی طرف سے راضی ہو جا، ہم تیرے قابل نہیں، تیرے کرم کے بغیر ہمارا کام نہیں چل سکتا، اے اللہ! ہم پر رحم فرما، ہم پر رحم فرما دے، اے اللہ! مسلمانوں کی بے کسی دور فرما دے، اے اللہ! نہ مال ہے، نہ دولت ہے، نہ حکومت ہے، لیکن ہم صرف تیری ذاتِ والا صفات کو پکڑے ہوئے ہیں، تیری توحید کے قائل ہیں، تیرے نبی ﷺ کے

دین کے قائل ہیں، تیرے نبی ﷺ کے دین کو اپنا سب کچھ بنائے ہوئے ہیں، اسی کو اختیار کرنے کا جذبہ ہے، اسی کو اختیار کرنے کا ارمان ہے، اے اللہ! ہم پر فضل فرما، اے اللہ! ہماری حفاظت فرما، بلاؤں سے حفاظت فرما، دشمنوں کی طاقت کو ناکام فرما، ہمارے خلاف سوچنے کا جذبہ ان کے دلوں سے نکال دے، اے اللہ! اس وقت کے حکام کے دلوں کی اصلاح فرما، ان کے قلوب اسلام کے حق میں نرم فرما، ان کے دلوں کو اسلام کے لیے کشادہ فرما، دلوں پر ایمان کی عمومی بارش نازل فرما، ایمان کی ہوائیں چلا دے، ایمان کی فضا قائم فرما دے، اے اللہ! اسلام پر عمل کو جاری فرما دے، اسلام کو ہر طرح روشن فرما، اے اللہ! بے نمازیوں کو نماز کی توفیق دے، ڈاڑھی منڈوں کو ڈاڑھی منڈوانے سے توبہ کی توفیق دے، حرام کے مرتکبین کو حرام سے بچنے کی توفیق دے، شراب نوشی سے بچنے کی توفیق دے، دیگر منشیات سے بچنے کی توفیق دے، اے اللہ! جتنے برے اعمال مسلمانوں میں رائج ہیں ان تمام سے بچنے کی توفیق عطا فرما، ہدایت کو عام فرما دے، ہدایت کی ہر چیز کو عام فرما دے، سنت نبویہ کو زندہ فرما، نبی ﷺ جس چیز کو لے کر آئے اسے صحیح طور پر سمجھنے کی توفیق دے، غیروں کو بھی سمجھنے کی توفیق دے، اے اللہ! تو ہی سب کو سمجھا دے کہ طریق نبوی میں نجات ہے، محمد ﷺ آخری نبی ہیں، تیرے آخری پیغام کو لے کر آئے ہیں، سب کو اسی کی طرف جانے کی توفیق دے، سب کو اس کے اختیار کرنے کی توفیق دے، سب کو اس پر جم جانے کی توفیق دے، سب کو اس پر مر مٹنے کی توفیق دے، ہر طرف سے دین اسلام کی حفاظت فرما، اے اللہ! حاضرین کے دلوں میں اسلام کی محبت پیدا فرما، اسلام اور ایمان کے مفید ہونے کا یقین ان کے قلوب میں پیدا فرما، اے اللہ! ہم سے راضی ہو جا، اپنی مرضیات پر چلا، ہماری ہر ضرورت کو غیب سے پورا فرما، تمام دنیا کے لوگوں کی ضرورتوں کو بھی پورا فرما، اے اللہ! جو تجھ سے اور تیرے نبی ﷺ سے عداوت نہیں رکھتے ان سب کے لیے ہدایت کو عام فرما، اور جو عداوت رکھتے ہیں ان کے دلوں کو بھی کشادہ فرما، ان کو سمجھ عطا فرما، اے اللہ! یہود و نصاریٰ اور دیگر اہل باطل کو توبہ کی توفیق نصیب فرما، ہر بات میں خیر کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ! ہر ایک کا انجام ہدایت کے مطابق فرما، اے اللہ! سب کے انجام کو بہتر بنا، اے اللہ! ہم سب کے لیے خیر کی دعا مانگتے ہیں، سب کے لیے طریق جنت کی دعا مانگتے ہیں، ہم تجھ سے جنت حاصل ہو سکے ایسے اعمال اختیار کرنے کی دعا مانگتے ہیں، اے اللہ! تو ہم سے راضی ہو جا، ہمیں اپنی مرضیات پر چلا اور نا مرضیات سے ہماری حفاظت فرما، مکروہات سے حفاظت فرما، ہمارے شہر کی فضا درست فرما، ہمارے ملک کی فضا درست فرما، اے اللہ! ملک کے احوال کو صحیح فرما، اے اللہ! تنگیٔ معاش کو ختم فرما، اے اللہ! سب کو ہدایت نصیب فرما، اے اللہ! کرم کا معاملہ فرما، کرم والے راستوں کو کشادہ فرما دے، اے اللہ! ہم پر اپنے فضل و کرم کو کھول دے، اے اللہ! ہمیں اپنا بنا لے، اے اللہ! ہمیں سو فی صد تیرا تابع بنا دے، نبی ﷺ کا متبع بنا دے، اے اللہ! جو لوگ اس وقت اپنے مال و اولاد، دکان و مکان اور روزگار وغیرہ کی مشکلات لے کر آئے ہیں ان تمام کی مشکلات دور فرما دے، اے اللہ! سب کی ضرورتیں پوری فرما، پریشانیاں ختم فرما، اے اللہ! ہماری اولاد کو اصلاح کے راستے پر چلا، مکان و دکان کی حفاظت فرما، اے اللہ مکان و دکان میں برکت عطا فرما، ہمیں شیطانی اعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرما، حاضرین کی تمام جائز مرادیں پوری فرما، سب کو صحت عطا فرما، دینی اور دنیوی صحت دے، اے اللہ! روحانی اور جسمانی صحت دے، روح کی اصلاح فرما، اے اللہ! ہمارے اعمال کو صحیح فرما، ہمارے اعمال کی کوتاہیاں دور فرما، حاضرین کے عقائد صحیح فرما، بطلان اور اہل باطل سے بچنے کی توفیق عطا فرما، اے اللہ! اپنا کرم فرما۔

اے اللہ! ہم ان سب باتوں کا سوال کرتے ہیں جن کا ہمیں سوال کرنا چاہیے اور جن باتوں کا تیرے نبی ﷺ نے سوال کیا ہے، اور ہم ان تمام باتوں سے تیری پناہ مانگتے ہیں جن سے ہمیں پناہ مانگنی چاہیے اور تیرے نبی ﷺ نے ان سے پناہ مانگی ہے، اے اللہ! ہمارا انجام بہتر فرما، اس ختم قرآن کو پڑھنے اور سننے والوں کے حق میں قبول فرما، جو غلطیاں ہوئی ہیں ان کو تو معاف فرما، ہمیں توبہ کی توفیق عطا فرما، اے اللہ! ہم سے راضی

ہو جا، قرآن فہمی کو عام فرما دے، اس کے الفاظ صحیح پڑھنے کی ہمیں توفیق دے، اس کے معانی صحیح سمجھنے کی توفیق عطا فرما، اس کے تقاضے پورا کرنے کی توفیق دے، اس پر سوفی صد عمل کی توفیق نصیب فرما، اس کی تعلیم کو عام فرما، تمام مسلمانوں کو اس کی طرف متوجہ فرما، اس کی تعلیم میں برکت عطا فرما، تعلیمی ضروریات کو پورا فرما، غیب سے اپنی مدد فرما، مدارس کی حفاظت فرما، مدارس کو ترقی نصیب فرما، ان کی ضروریات کو غیب سے پورا فرما، مکاتب کی حفاظت فرما، ان کی ضروریات غیب سے پوری فرما، مساجد کی حفاظت فرما، تمام اسلامی ممالک کی حفاظت فرما، ہمارے ملک کے باشندوں کی جائز ضرورتیں پوری فرما، پریشانیوں سے نجات دے، ہم سب کو سمجھ عطا فرما، حکام کو محکومین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی توفیق نصیب فرما، ہدایت کو عام فرما، ہدایت کے دروازے کھول دے، اے اللہ! ہدایت کی ہوائیں چلا دے، اس کی برسات کر دے، قلوب کو درست فرما دے، سب کو اپنے وقت پر خاتمہ بالخیر نصیب فرما، اے اللہ! ہم ان تمام امور کا سوال کرتے ہیں جن کا تیرے نبی ﷺ اور اولیاءِ امت نے سوال کیا ہے، اور ہم تیری پناہ میں آتے ہیں ایسے تمام امور سے جن سے تیرے نبی ﷺ نے اور اولیاءِ امت نے پناہ چاہی ہے۔

یہ محدثِ عصر علیہ الرحمہ کی حیاتِ مبارکہ اور آپؒ کے اقوالِ زرّیں کی چند روشن جھلکیاں ہیں، ورنہ ان کے کمالات واوصاف کے اِحاطہ سے قلم وبیان قاصر ہیں، حضرتؒ کی کامیاب زندگی کے اور بھی بہت سے گوشے پردۂ خفا میں ہیں، بشرطِ توفیق وصحت ان کو کسی اور موقع کے لیے چھوڑ کر رخصت ہوتا ہوں۔ (از : محمد جابر عفی عنہٗ)

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِیُ الدُّنُیَا حَسَنَةً وَّ فِیُ الآخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ.

(ماخوذ: ملفوظات مع مختصر سوانح شیخ محمد یونس صاحبؒ)

فہرست خلفاء ومجازین

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت اقدس شیخ محمد یونس صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ

صوبۂ اُتر پردیش

(۱) حضرت مولانا طاہر صاحب (شیخ الحدیث مدرسہ فیض ہدایت رحیمی، رائے پور)

(۲) حضرت مولانا ریاض صاحب (استاذِ حدیث مدرسہ فیض ہدایت رحیمی، رائے پور)

(۳) حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب (مہتمم جامعہ ہتھورا، باندہ)

(۴) حضرت مفتی عبید اللہ اسعدی صاحب (شیخ الحدیث جامعہ ہتھورا، باندہ)

(۵) حضرت مولانا سفیان صاحب اعظمی (شیخ الحدیث جامعہ عربیہ مطلع العلوم، اعظم گڑھ)

(۶) حضرت مولانا فاروق صاحب (مہتمم دار العلوم زکریا، دیوبند)

(۷) حضرت مولانا منہاج صاحب (بانی ومہتمم مدرسہ فیض العلوم دھرما پور، پرتاپ گڑھ)

(۸) حضرت مولانا ابو البقاء صاحب (بانی ومہتمم مدرسہ عربیہ شیخ یونس، رفیع پور، جون پور)

(۹) حضرت مولانا انعام اللہ صاحب قاسمی (اُستاذ المعہد الاسلامی مانک مؤ، سہارن پور)

(۱۰) حضرت قاری ایوب صاحب (اُستاذ تجوید القرآن، سہارن پور)

(۱۱) حضرت مفتی صالح صاحب (اُستاذ مظاہر علوم، سہارن پور)

(۱۲) حضرت قاری انیس صاحب (اُستاذ مظاہر علوم، سہارن پور)

(۱۳) حضرت مولانا ثوبان صاحب (ابن مولانا سلمان صاحب ناظم مظاہر علوم سہارن پور)

(۱۴) حضرت مولانا فیروز صاحب (اُستاذ جامعہ اسلامیہ علوم القرآن، اعظم گڑھ)

(۱۵) حضرت مولانا الیاس صاحب (مہتمم مدرسۃ البنات، روڑکی)

(۱۶) حضرت مولانا مصطفیٰ آدم صاحب (فیروز آباد)

(۱۷) حضرت مولانا حسین احمد صاحب پانڈولی (اُستاذ مدرسہ ناشر العلوم، سہارن پور)

(۱۸) حضرت مولانا شمعون صاحب (اُستاذ فیض ہدایت رحیمی)

(۱۹) حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب (مہتمم دارالعلوم حسینیہ، ٹپری، ضلع کانگڑا)

(۲۰) حضرت مولانا اشرف علی بنگالی مقیم حال شہر سہارنپور (یوپی)

صوبۂ گجرات

(۲۱) حضرت اقدس مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی (رئیس الجامعہ فلاحِ دارین ترکیسر)

(۲۲) حضرت مولانا یوسف صاحب ٹنکاروی (شیخ الحدیث دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر)

(۲۳) حضرت مولانا غلام صاحب وستانوی (بانی و مہتمم جامعہ اِشاعت العلوم اکل کوا)

(۲۴) حضرت مولانا محمد حنیف صاحب لوہاروی (شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ)

(۲۵) حضرت مولانا رشید احمد صاحب ابن مولانا کفایت اللہ صاحب (مہتمم واُستاذِ حدیث مدرسہ خلیلیہ ماہی)

(۲۶) حضرت مولانا حنیف صاحب امر پوری (مدرسہ خلیلیہ، ماہی)

(۲۷) حضرت مولانا ایوب صاحب پانولی (ناظم جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ)

(۲۸) حضرت مولانا نورالدین صاحب (حال مقیم بمبئی)

(۲۹) حضرت مولانا ابراہیم صاحب مظاہری (مہتمم جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ)

(۳۰) حضرت مولانا عبدالباقی صاحب امر پوری (اُستاذ مدرسہ خلیلیہ، ماہی)

(۳۱) حضرت مولانا جابر صاحب رسول پوری (اُستاذ مدرسہ خلیلیہ، ماہی)

(۳۲) حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب بھیلونی (اُستاذ مدرسہ خلیلیہ، ماہی)

(۳۳) حضرت مولانا سید محمد علی صاحب (اُستاذ مدرسہ دعوۃ الحق، پالن پور)

(۳۴) حضرت مولانا اسماعیل صاحب (ابن مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی، مقیم کاپودرا)

(۳۵) حضرت مولانا محمد زکریا صاحب اُدھنوی (اُستاذِ مدرسہ تحفیظ القرآن، نانی نرولی)

(۳۶) حضرت مولانا غلام رسول خاموش صاحبؒ (سابق کارگزار مہتمم دارالعلوم دیوبند وسابق مہتمم دارالعلوم چھاپی)

(۳۷) حضرت حافظ احمد صاحب پیرامنیؒ (عرف باجی، انکلیشور)

(۳۸) حضرت مفتی عبداللہ صاحب رویدروی (بانی جامعہ مظہر سعادت، ہانسوٹ)

صوبۂ کرناٹک

(۳۹) حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب بنگلور

صوبۂ بنگال

(۴۰) حضرت مولانا شہید الاسلام صاحب اتر ۲۴/ پرگنہ
(۴۱) حضرت مولانا عابد صاحب (بانی و مہتمم مدرسہ بیر بھومی، بنگال)
(۴۲) حضرت مولانا شفیق الاسلام صاحب (مہتمم مدرسہ یونسیہ دار الیتامیٰ)
(۴۳) حضرت مفتی صدیق اللہ صاحب پرگنوی (استاذ حدیث و مہتمم دار العلوم چنچی، مدینہ نگر)
(۴۴) حضرت مولانا جسیم الدین صاحبؒ (سابق صدر مدرّس جامعہ زکریا، جوگی گورا)
(۴۵) حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب (استاذ مدرسہ مفتاح العلوم تیگھریا)

صوبۂ بہار

(۴۶) حضرت مفی کوثر علی صاحب (اُستاذِ حدیث مظاہر علوم وقف، سہارن پور)

انگلینڈ

(۴۷) حضرت اقدس مولانا یوسف صاحب متالا (شیخ الحدیث و بانی دار العلوم بری، لندن)
(۴۸) حضرت مفتی شبیر صاحب (شیخ الحدیث دار العلوم جامعۃ العلم والہدیٰ)
(۴۹) حضرت قاری زبیر صاحب (اُستاذ دار العلوم جامعۃ العلم والہدیٰ)
(۵۰) حضرت مفتی عبد الصمد صاحب (مہتمم دار العلوم جامعۃ العلم والہدیٰ، بلیک برن)
(۵۱) حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب لمباڈا (اُستاذ دار العلوم بری، لندن)
(۵۲) حضرت حافظ علی صاحب (اُستاذ دار العلوم بری، لندن)
(۵۳) حضرت مولانا مختار اسعد صاحب سہارن پوری (مقیم حال: برطانیہ)
(۵۴) حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب (خسر مولانا یوسف صاحب متالا)
(۵۵) حضرت مولانا ایوب صاحب (شیخ الحدیث دار العلوم فلاحِ دارین، ترکیسر و مدید مجلس دعوۃ الحق، لسٹر، لندن)
(۵۶) حضرت مولانا عمر جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سابق اُستاذ دار العلوم بری، لندن)
(۵۷) حضرت مولانا فضل حق وادی صاحب (مہتمم جامعۃ الکوثر للبنات)

(۵۸) حضرت حاجی فقیر داجی صاحب (یو کے)

(۵۹) حضرت مولانا نوشاد عزیز صاحب (دارالعلوم بری، لندن)

(۶۰) حضرت مولانا رشید بن ہاشم پٹیل صاحب (اُستاذِ تفسیر دارالعلوم بری، لندن)

(۶۱) حضرت مولانا موسیٰ پٹیل صاحب (بلیک برن، یو کے)

افریقہ

(۶۲) حضرت مولانا عبدالرشید صاحب (ابن مولانا عبدالرحیم صاحب متالاؒ)

(۶۳) حضرت مولانا محمد گورا صالح جی صاحب (دربن، ساؤتھ افریقہ)

(۶۴) حضرت مولانا ہارون عباس عمر صاحب (دربن، ساؤتھ افریقہ)

(۶۵) حاجی اسماعیل صالح جی صاحب (دربن، ساؤتھ افریقہ)

(۶۶) حضرت مولانا اسماعیل گردی صاحب (وائٹ ریور، ساؤتھ افریقہ)

(۶۷) حضرت مفتی عبدالخالق صاحب بھولا (جہانس برگ، ساؤتھ افریقہ)

(۶۸) حاجی محمد ابراہیم عمر صاحب (لوساکا، زامبیا)

مدینہ منوّرہ

(۶۹) حضرت مولانا یونس صاحب رندیرا (حال مقیم: مدینہ منوّرہ)

مکہ مکرمہ

(۷۰) حضرت شیخ اسماعیل صاحب سورتی

دُبئی

(۷۱) حضرت مولانا عتیق الرحمٰن صاحب اعظم گڑھی (حال مقیم: دُبئی)

ریونین، فرانس

(۷۲) حضرت مولانا یوسف صاحب (ریونین)

(۷۳) حضرت مولانا سعید انگار صاحب

سوریا

(۷۴) فضیلۃ الشیخ المحدث فرید بن علی باجی التیونسی (سوریا)

بنگلہ دیش

(۷۵) حضرت مولانا محبوب الرحمٰن صاحب (مہتمم مدرسہ عمر بن خطاب و مدرسہ عثمانیہ، جاسور)

(۷٦) حضرت مفتی محمود الحسن صاحب (اُستاذِ حدیث، چاٹگام)

نوٹ : یاد رہے کہ مذکور فہرست احقر کی معلومات کے مطابق ہے۔

ادارہ اسلامیات کا مختصر تعارف

امت مسلمہ کی کامیابی کی اساس و بنیاد عقائد و ایمان پر ہے، جس سے وہ کسی صورت میں دستبردار نہیں ہو سکتی، اور کسی بھی طاقت سے ان کا سودہ نہیں کر سکتی ہے۔ اسلام دشمن تحریکات، انہیں عقائد و ایمانیات کو متزلزل کرنا چاہتی ہیں، وہ بخوبی جانتی ہیں کہ اگر ان کے عقائد بگڑ گئے متزلزل ہو گئے تو تمام اسلام و قرآن کی تعلیمات جن سے ہمارے نظام کو خطرہ ہے بیکار ہیں۔

فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات   اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو
وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا   روح محمدؐ کو اس کے بدن سے نکال دو
افغانیوں کی غیرت دیں کا ہے یہ علاج   ملا کو اس کے کوہ و دمن سے نکال دو

ان کے عقائد کو بگاڑنے، اسلام و قرآن پر اعتماد کمزور کرنے اور تعلیمات الٰہی کو فرسودہ باور کرانے میں اس وقت جو ذریعہ سب سے مؤثر مغربی طاقتوں نے دریافت کیا ہے وہ تعلیم کا ہے۔ اس لیے انہوں نے پورا نظام تعلیم اپنے ہاتھ میں لے کر نونہالانِ امت کو دین سے بیزار کرنے کی منظّم ہمہ گیر اور خطرناک سازش کی ہے جو درد و فکر رکھنے والوں کے لیے بہت بڑا چیلنج ہے، اور جس نے کلی و جزئی طور پر مسلم معاشرہ کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے اور ہمارے بچوں و بچیوں کو فکری و ذہنی طور پر ہم سے چھین لیا ہے، علامہ اقبال نے اس کی خطرناکی سے آگاہ فرمایا تھا ؎

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو   ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیر
تاخیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب   سونے کا ہمالیہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیر

اکبر الہ بادی نے اپنے ظریفانہ انداز میں فرمایا تھا ؎

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا   افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

اس خطرناک تباہی سے نونہالانِ امت کو بچانے کے لیے جگہ جگہ پر مدارس ومکاتب کا جال علمائے امت نے ہر دور میں پھیلا کر امت پر احسان عظیم فرمایا ہے، اور امت کو الحاد و لادینیت اور ماڈرن ذہن وفکر سے بچا کر ان کے عقائد ایمانیات اور تشخص اسلامی کی حفاظت کرنے میں ناقابل فراموش کارنامہ انجام دیا ہے اس وقت عصری تعلیم کے جگہ جگہ پر عیسائی مشنریوں نے جال پھیلا رکھے ہیں، ہندتو کے علمبرداروں نے بھی اس میدان میں اپنی کاوشیں صرف کی ہیں، اور انہیں تعلیمی اداروں سے مسلم معاشرہ نے استفادہ کیا ہے، کیونکہ ان کے پاس ایسے اپنے تعلیمی اداروں کی کمی ہے جہاں دونوں طرح کی تعلیم کا تکفل ہو، اور ان اداروں میں عقائد وایمانیات پر زد پڑتی ہے، جو ان کا بنیادی مقصد بھی ہے اور تعلیمی اعتبار سے بھی بچے کمزور رہتے ہیں، اس کا تجربہ بھي ہے، والدین کے پاس اتنی فرصت نہیں یا تعلیمی شعور نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ بچوں کی تعلیم کا جائزہ لے کر ارباب تعلیم وتربیت اور ان اداروں کا احتساب کرسکے، ان حالات نے دینی درد وفکر رکھنے والے افراد کو دینی اسلامی اور قرآن وسنت کے ماحول میں عصری تعلیم وتربیت کا نظم وانتظام کرنے پر آمادہ کیا، جو اس وقت کا بڑا عظیم کام اور اس کو وسیع پیمانہ پر عام کرنے کی ضرورت وتقاضہ اور ملک ملت کی بہت بڑی خدمت ہے۔

ادارہ اسلامیات: بھی اسی بابرکت اور زریں سلسلہ کی ایک کڑی ہے، واقف کار حضرات کے علم میں ہے کہ ریاست اتراکھنڈ بالخصوص اس کا شہرت پذیر ضلع ہریدوار برادران کے نزدیک تقدس واحترام کا گڑھ سمجھا جاتا ہے، ہندو تہذیب کی ترویج واشاعت کے لیے بھگوا لیڈر منظّم اور منصوبہ بندی طریقہ پر اس کے احیاء وفروغ میں مذموم کوشش جاری رکھے ہوئے ہیں جس کے مسموم اثرات تعلیم گاہوں اور عصری مراکز میں صاف محسوس کئے جاسکتے ہیں، ایسے میں اپنے عقائد وایمان کے تحفظ اور اسلامی شمع فرزاں کے بابرکت

فریضہ سے سبکدوشی ہی ایک مومن کی شان ہے، اللہ کا فضل و کرم ہے کہ الحاد و زندقہ کے اس ناگفتہ بہ دور میں خدا مستوں اور صالح جذبہ رکھنے والوں کی کمی نہیں ہے، بھگوانپور کے کچھ مخلص احباب نے یہاں کے دینی و تعلیمی تقاضوں کو محسوس ہی نہیں کیا بلکہ اس کے لیے عملی مفید تدابیر روبہ عمل لانے میں تاخیر نہیں کی اور مطلوبہ اسباب و وسائل کی پرواہ کئے بغیر ماہرین علم و فن کے زیر نگرانی تعلیمی نظام شروع کر دیا گیا، ادارہ میں سردست طلبہ و طالبات ہر دو کے لیے تعلیم کا نظم ہے، لیکن بھگوانپور اور اس کے مضافات میں کم و بیش ۵۲ دیہی مسلم بستیوں میں تادم تحریر تعلیم نسواں کا کوئی مستقل ادارہ نہیں تھا، جب کہ تعلیم نسواں کی اہمیت و افادیت سے ہر چشم بینا واقف ہے کہ اس کے بغیر صالح معاشرہ کا قیام ممکن نہیں چنانچہ اسی ضرورت کے پیش نظر ادارہ اسلامیات کا قیام عمل میں لایا گیا خدا کا شکر ہے کہ اس نوخیز مؤقر ادارہ نے اپنے سن قیام اپریل ۲۰۱۳ء کے مختصر سے عرصہ میں شہرت و معتبریت کا وہ مقام حاصل کر لیا کہ مسلم طالبات کے داخلوں کی منظوری کارکنان ادارہ کے لیے ممکن نہ رہی اور طالبات کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر اس کے لیے مستقل عمارتوں کا وجود ناگزیر ہے جو ادارtہ کے منصوبوں میں شامل ہے اور اس کے لیے عملی کوششیں جاری ہیں۔

نصاب تعلیم: سردست حفظ و ناظرہ مع تجوید اور ضروری عصری تعلیم جونیئر ہائی اسکول مربیانہ ماحول و فضا میں دعوت و ارشاد اور تعلیم بالغاں کا بھی نظم و نظام ہے، ادارہ کے نظام تعلیم و تربیت پر مشاہیر امت نے اعتماد فرمایا اور اس کے حوصلہ بخش اثرات سامنے آرہے ہیں، اللہ تعالیٰ اس میں مزید پختگی پیدا فرمائیں، آمین۔

مستقبل کے منصوبے: اسلامی انگلش میڈیم اسکول جس کا نظام تعلیم و تربیت دینی مضامین پر مشتمل ہو، ☆ مسلم ہوسپٹل کا قیام جہاں سے ضرورت مندوں کو جدید سہولیات سے لیس کم قیمت پر طبی خدمات فراہم کی جا سکے ☆ اسلامی لٹریچر کی اشاعت: مختلف زبانوں میں بنیادی چیزوں پر کتابچے اور رسائل تیار کر کے عوام تک ان کو پہنچایا جائے۔

☆ **لائبریری**: عوام وخواص کے لیے ایک لائبریری کا قیام: جہاں مختلف کتابیں ومختلف اخبار ورسائل آئے اور ماحول کو سمجھنے کا ایک عام ماحول تیار ہو۔

موجودہ پیش رفت: سردست تعلیم کا نظم ایک کرایہ کی بلڈنگ میں ہے جہاں بمشکل طالبات کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے طالبات کے داخلوں کی بڑھتی ہوئی غیر معمولی تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے قریب ہی آٹھ سو گز اراضی خریداری کی منصوبہ زیر غور ہے، جس کے لیے باہمت اہل خیر حضرات کے دامے درمے قدمے سخنے ہر نوع وتعاون کی اشد ضرورت ہے، اس کا تخمینہ ۵۰۰۰۰۰/ پانچ لاکھ روپئے سے متجاوز ہے، جس میں تین سو (۳۰۰) گز زمین خرید لی گئی ہے جس کی قیمت بائیس لاکھ (۲۲۰۰۰۰) روپئے ہے، ایک بڑی رقم کی ادائیگی ابھی باقی ہے۔

ادارہ ایک نظر میں

تعداد کل طلبہ وطالبات	:	467
مستحق طالبات	:	225
معلّمین ومعلّمات	:	16
کمرے ودرسگاہیں	:	16

سالانہ خرچ تقریباً: 30/ لاکھ روپئے

(زمین کی خریداری کے علاوہ)

☆☆☆☆☆